ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ

مارچ 2015ء

سبز موتی نمبر

RS:70

حیرت انگیز ہیبت ناک خوفناک کہانیوں کا ماہنامہ

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور

جلد نمبر 18۔ شمارہ نمبر 10

ماہ مارچ 2015

قیمت۔ 70 روپے

سبز موتی نمبر



ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ

پوسٹ بکس نمبر 3202 غالب مارکیٹ گلبرگ III لاہور

خوفناک ڈائجسٹ مارچ 2015 کے شمارے سبز موتی نمبر کی جھلکیاں

سبز موتی نمبر
مارچ 2015

کہانیوں کی صداقت پہ شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہیں ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں کئی
پیدا ہونے کا ۔ [illegible] ادارہ [illegible] ۔ (پبلیشر شہزادہ عالمگیر ۔ پرنٹرز زاہد بشیر ۔ دین محمد روڈ لاہور)

خوفناک واقعات

جلد نمبر ۱۸
شمارہ نمبر ۱۰

قیمت ۔ 70 روپے

ماں کی یاد میں

دنیا میں ایک ضرب المثال ہے اس نے اتنا حسین چہرہ دیکھا کہ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اس ضرب المثال کی صداقت ماں اور اس کی شخصیت پر پوری اترتی ہے آپ اپنے منہ سے ماں کو پکاریں تو اس کا منہ کھلے کا کھلا رہے جائے گا کیونکہ ماں ہے ہی ایک ایسی ہستی جو ہر زاویے سے اپنے آپ کو اور اپنی محبت کو منوا سکتی ہے یوں تو سب کی مائیں اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اچھی بنائی ہیں مگر میں نے اپنی ماں کو سب سے نرالا پایا ہے وہ صبر شکر کا ایک پیکر تھیں حالات اچھے ہوں یا برے ان کا خاموش اسلوبی سے مقابلہ کرنا تو کوئی ان سے سیکھتا مفلسی اور تنگدستی میں اپنے بچوں کا محبت اور خلوص صبر کے کھانے سے پیٹ بھرنے میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا میری ماں گھر کی صرف زینت ہی نہیں بلکہ روح تھیں اس نے اپنی بساط سے بڑھ کر مجھے محبت دی اور اپنے کندھوں پر میرے لاڈ پیار کا بوجھ اٹھایا اور اپنی سبھی اولاد کو یکساں پیار دیا جو کسی کو بتانے کا نہیں وہ اتنا رحمدل تھیں کہ بڑی سے بڑی لغزش پر بھی اپنی اولاد سے کبھی غفلت یا نفرت کا اظہار نہیں کیا تھا میری ماں کے اوصاف دیکھ کر اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ ماں کے قدموں میں جنت کیوں رکھی گئی ہے اور مائیں کیسی ہونی چاہئے اولاد کی تربیت کرتے ہوئے دیکھ کر وہ شیک پیئر کا وہ قول یاد آ جاتا ہے جس میں انہوں نے کہا۔ آپ مجھے اچھی مائیں دیں میں آپ کو اچھی قوم دوں گا وقعی میری ماں نے اپنی اچھی قوم والی خوبیاں اجاگر کی ہیں جب میرے لیے اپنے پیار کی خوشبو بکھیرتی تھیں تو مجھے ماں اور پھول میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا ان کے چہرے کی نورانی مسکراہٹ کسی ولی اللہ سے کم نہ تھی وہ بے حد وسیع القلب۔ وسیع الخیال تھیں اس جیسی بے حد نیک مروت راست گو اور نیک خصلت مائیں بہت کم ملتی ہیں انہوں نے اپنی پوری زندگی کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کو ایک مقدس فریضہ سمجھ کر پورا کیا ایسی ماؤں کی خدمت کرنا اولاد کے لیے ایسے مفید ہے جیسے کھیت کی پانی کا مفید ہوتا ہے جب میں اپنی ماں کی قبر پر جاتا ہوں تو میرے بہتے ہوئے آنسو ماں سے محبت کی ترجمانی کر رہے ہوتے ہیں میری بدنصیبی ہے کہ آج وہ میرے پاس نہیں ہیں میں آج جوان ہوں تمہیں زمانے بھر کی خوشیاں دینا چاہتا ہوں جو تمہاری نیلی نیلی آنکھوں میں موتیوں کی طرح چمک اٹھیں اور تمہارے سارے دکھ لینا چاہتا ہوں جنہیں اپنا کر سکون میں کھو جاؤں میں تمہارے غم اور دکھ کے بیچ جینا چاہتا ہوں تم میں گم ہو کر اپنا لمحہ لمحہ تمہاری زندگی میں شامل کرنے کا تمنائی ہوں آج تمہارے سب خواب پورے ہوئے ہیں مگر خدا کو پیاری ہو گئی ہیں تمہارے خیالوں سے میری روح تک مہک اٹھی ہے ہر شام تمہاری یاد کا دیا جلاتا ہوں تمہارے پیار کی خوشبو آج بھی مجھے سنوا دیتی ہے۔۔۔۔۔۔

خلیل احمد ملک شیدانی شریف

ماں ایسا لفظ ہے جس کی گہرائی بہت بلکہ سمندر سے بھی زیادہ گہری ہے ماں جب ہم اس کہتے ہیں لفظ ماں دل کی گہرائی سے ادا ہوتا ہے اور ماں مان ہوتا ہے ہر انسان کو ماں تو عظیم ہوتی ہے لفظ ماں اتنا میٹھا ہے کہ دل کو مٹھاس اور سکون ملتا ہے تو ذرا سوچئے جب ہمارے سامنے ماں ہو تو کیسے ہمیں سکون نہیں ملے گا۔۔۔ عافیہ گوندل

شہزادہ عالمگیر ہسپتال

شہزادہ عالمگیر صاحب کی دیرینہ خواہش کی تکمیل پوری ہونے جا رہی ہے

قارئین کرام آپ حضرات کے تعاون سے ہم عالمگیر ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ شہزادہ عالمگیر صاحب کے خوابوں کو پورا کیا جائے۔ یہ فیصلہ ہم نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے امید ہے کہ آپ قارئین ہمارے اس فیصلہ کو ویلکم کہیں گے اور اپنے تعاون سے نوازیں گے اس ہسپتال کی تعمیر کے لیے ہمیں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپوں کی ضرورت ہے آپ کے تعاون سے ہم اس ہسپتال کی بنیاد میں انشاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے۔ آپ سے جو بھی ہو سکتا ہے اس ہسپتال کی تعمیر میں ہماری مالی مدد کریں آپ کی مدد سے ہی ہم اس کام کو انجام دے سکتے ہیں۔ آپ کا ایک ایک روپیہ اس ہسپتال کی تعمیر کے لیے ہمارے لیے بہت اہم ہوگا۔ بہت جلد ہم اس کا سنگ بنیاد رکھنا چاہتے ہیں آپ حضرات سے مالی تعاون کی پرزور اپیل کرتے ہیں امید ہے کہ آپ اس نیک مقصد کو پورا کرنے میں ہمارا بھرپور ساتھ دیں گے۔ چاہے سو روپے ہی سہی آپ ہمارے اس اکاؤنٹ میں ڈال سکتے ہیں۔ آپ کے ایک ایک روپے کی حفاظت کی جائے گی اس ہسپتال میں نہ صرف غریبوں کا فری علاج کیا جائے گا بلکہ ان کے لیے کھانے کا بھی بندوبست کیا جائیگا۔ یہ ہسپتال آپ کا ہسپتال ہوگا۔ آپ کے تعاون سے بننے والے اس ہسپتال کا کام جلد شروع کر دیا جائے گا۔ تمام قارئین کرام اپنی رقم اس اکاؤنٹ میں جمع کروا کر ہمیں شکریہ کا موقع دیں اور دعا کریں کہ ہم اس نیک کام میں جلد کامیاب ہو جائیں۔

شہزادہ التمش عالمگیر

اکاؤنٹ 01957900347001 حبیب بنک کمرشل ایریا کیولری گراؤنڈ لاہور

شیطان کی بیٹی

تحریر۔ عثمان غنی پشاور آخری حصہ 0341.9529219

یہ گیت بہت معصوم بنتی ہے اس سے پہلے کہ کچھ کریں یا اس کی غائبی طاقتیں واپس آجائیں ہمیں آج ہی اس کو ختم کرنا ہوگا۔ نشاء کی بات سنکر عفان نے ہاں میں گردن ہلائی۔ دونوں نے سرشام ہی اسنیک کے ساتھ گرما گرم چائے پی پھر گیت کے خاتمے کے لیے سنجیدہ ہو گئے عفان نے ایک اسٹور روم سے مشعل نکالی اور اسے روشن کر دیا۔ نشاء نے پٹرول کا گیلن اٹھالیا۔ دونوں تہہ خانہ کی طرف بڑھنے لگے اب وہ تہہ خانے میں پہنچ چکے تھے تہہ خانے میں گھپ اندھیرا تھا مشعل کی روشنی تہہ خانے کے اندھیرے کو دور بھگانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ مگر اس کی روشنی کی وجہ سے وہ دونوں آگے ہی آگے بڑھ رہے تھے اب انکے سامنے لوہے کا ایک مضبوط تابوت تھا تابوت پر مضبوطی سے تالا لگا ہوا تھا۔ نشاء نے پٹرول کا گیلن تابوت پر الٹ دیا جبکہ پٹرول تابوت کے اوپر بہنے لگا تابوت کے اندر بھی درزوں میں پٹرول چلا گیا۔ اسی لمحے میں گیت نمودار ہوئی عفان خدا کے لیے مجھے نہ جلائیں میں ساری زندگی آپ کی خدمت کرتی رہوں گی۔ نہیں تم آج معصوم ہو مگر شیطانی طاقتیں تمہیں دوبارہ مل گئی تو پھر تم انسانیت کی دشمن بن جاؤ گی کسی کو نہیں چھوڑو گی تمہارے جل جانے میں ہی انسانیت کی بہتری ہے۔ نشاء میں ایک عام سی روح ہوں میں اگر کچھ کر سکتی تو میں آپ لوگوں کو کبھی اس حویلی میں ٹکنے نہ دیتی۔ گیت نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ تم چاہے معمولی ہو یا خطرناک ایک روح کے ساتھ رہنا فطرت کے خلاف بات ہے ہم تم سے ڈرتے رہیں گے اس لیے تمہارا جل جانا ہی بہتر ہے عفان نے تابوت کو آگ لگا دی اندر باہر تابوت کو زرد نیلی سبز روشنی اور شعلوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا گیت چیخنے لگی اور پھر چیختی ہوئی ادھر ادھر بھاگنے لگی جوں جوں تابوت کے اندر رکھا وجود جل رہا تھا گیت کا کمزور وجود جو اذیت سے چیخ رہا تھا چلا رہا تھا وہ غائب ہو رہا تھا وہ رفتہ رفتہ غائب ہو رہی تھی گیت کا وجود جو کئی سالوں سے اس تابوت میں رکھا تھا اب اس کی جلنے کی بو آنے لگی تھی نشاء نے مزید پٹرول تابوت پر چھڑک دیا شعلے مزید بھڑک اٹھے سامنے کھڑی گیت نصف سے زیادہ غائب ہو چکی تھی جیسے دو کٹی ہوئی ہو یا بیچ میں اس کا آدھا وجود جادو کے زور پر غائب کر دیا گیا ہو اور وہ دھیرے دھیرے سے غائب ہو رہی تھی اور پھر وہ دھڑ تک غائب ہو گئی۔ اس کا صرف سر رہ گیا تھا جو نہی اس کا مکمل وجود جل کر کوئلہ ہو گیا اس کا سر بھی دھیرے دھیرے غائب ہو گیا۔ ایک خوفناک اور سنسنی خیز سٹوری جو صدیوں آپ کو یاد رہے گی۔

ہامون

چیخنے لگا اور چیختے ہوئے وہ تہہ خانے میں
ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ اور کچھ ہی دیر میں

آگ کے شعلے بھڑک چکے تھے ہامون کی چیخیں بڑی
بھیانک تھیں برے کام کا برا انجام ہوتا ہے ہامون

جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ لیکن اس دن ہم سے ایک غلطی سرزد ہو گئی ہمیں گیت کے جسم کو بھی جلا دینا چاہیے تھا مگر آفاق نے اسے قریبی جنگل میں کہیں دفن کر دیا اور گیت کے دفن کرنے کے بعد زمین بالکل ہموار کر دی یہ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی دراصل گیت شیطان کی بیٹی تھی اور اسے ہمیں جلا دینا چاہیے تھا مگر ہم نے اسے دفن کر دیا گاؤں میں چالیس دنوں تک سکون اور امن قائم ہو گیا ہر طرف سے لوگ مطمئن ہو گئے تھے اس سارے گاؤں میں میں نے آفاق سے کہہ کر خود کو پوشیدہ رکھ لیا اور نہ ہی گاؤں والوں کو گیت کے بارے میں بتا رہا تھا ہم گاؤں میں خوف وہراس پھیلانا نہیں چاہتے تھے اس لیے امن وسکون کی فضا قائم ہو گئی سب کی خوشی میں میں خوش تھا اچانک چالیس دن گزرنے کے بعد گاؤں میں ایک سایہ دکھائی دینے لگا میں اب حویلی میں اکیلا رہتا تھا گاؤں والے بابا موں کی وجہ سے پہلے بھی حویلی سے دور ہو گئے تھے اب بھی حویلی کا رخ نہیں کر رہے تھے مگر گاؤں میں امن وامان کی صورت حال قائم ہو گئی تھی میں نے اکیلے ہی حویلی کو سنبھال لیا آفاق کبھی کبھی حویلی آجاتا اسے گیت کی موت پر جہاں خوشی تھی اتنا ہی افسوس بھی تھا آفاق نے ایک دن مجھ سے کہا۔

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گیت میرے خواب میں آئی ہے اور پھر ہر روز آنے لگی ہے مجھے بہت پریشانی ہو رہی ہے۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ گیت کی روح پھر سے دوبارہ اس گاؤں میں آ گئی ہے اور اب وہ کوئی نیا کھیل کھیلنا چاہتی ہے۔

آفاق اس دن پسینے سے شرابور تھا مگر موسم گرم تو نہیں تھا گیت واقعی سب سے پہلے ہی آفاق کے خواب میں آئی تھی اور سب سے پہلے وہ آفاق پر ہی آشکار ہوئی تھی گیت کی روح اب آہستہ آہستہ گاؤں والوں کو نظر آنے لگی اور پھر ایک رات آفاق کے سامنے حقیقت میں گیت آ گئی آفاق اسے دیکھ کر ڈرا نہ تھا مگر حیرت زدہ ضرور رہ گیا تھا دراصل آفاق پہلے سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ گیت دوبارہ کیسے آ گئی ہے اور سب سے پہلے اس پر آشکار ہوئی ہے۔

گیت تم تو مر چکی تھی پھر مرنے کے بعد دوبارہ کیسے یہاں آ گئی اپنے ہاتھوں سے میں نے تم کو مارا تھا۔

ہاں تم نے مجھے مار دیا تھا میں مر گئی تھی مگر جسم مرتا ہے روح تو نہیں مرتی اور میں جو تمہارے سامنے نظر آ رہی ہوں یہ میری روح ہے تمہاری محبت مجھے کھینچ لائی ہے میں دوبارہ آ گئی ہوں صرف اور صرف تمہارے لیے تمہاری چاہت مرنے کے بعد بھی میری روح لے آئی ہے

مگر مجھے تم سے محبت نہیں ہے مجھے تو کسی شیطان کی بیٹی سے کوئی سروکار نہیں ہے تم واپس چلی جاؤ نہ مجھے تمہاری محبت کی ضرورت ہے نہ تمہاری تم اس دنیا کو تباہ کرنے آئی تھی لوگوں کو گمراہ کرنے آئی تھی۔ آفاق نے دل کی بات کہہ دی۔

آفاق مجھے تمہاری دلیلیں نہیں چاہیے میں صرف تمہارے لیے ہیں آئی ہوں بلکہ میں تمہیں مارنے آئی ہوں مجھے تم سے بدلہ بھی نہیں لینا مگر میں جا بھی نہیں سکتی اور اگر میں نے تمہیں چھوڑ دیا تم مجھے جلا دو گے یا پھر جہنم میں بھیج دو گے کیونکہ ایک محبت کی طاقت کو مد نظر رکھ کر میں نے تمہیں چھوڑ دیا تھا مگر اب نہیں۔ گیت نے غصہ اور محبت سے کہا۔

گیت بے شک تم مجھے مار دو مگر گاؤں والوں کو کچھ مت کہنا۔ بے شک میرے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ آفاق نے اسے سمجھایا۔

اچھا تو تمہیں گاؤں والے خود سے زیادہ عزیز ہیں میں تمہیں تڑپاؤں گی جلاؤں گی اور ان گاؤں

والوں کا جینا دوبھر کردوں گی تم دیکھنا اپنی آنکھوں سے میں کیسے اب گاؤں والوں کو مارتی ہوں۔

آفاق چیخا۔ گیت تم ایسا کچھ بھی نہیں کروگی ورنہ میں تمہیں جلادوں گا۔

ٹھیک ہے تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کرتی ہوں دیکھتے ہیں کون تڑپتا ہے کون پچھتاتا ہے گیت اچانک غائب ہوگئی۔

صبح یہ سب باتیں مجھے آفاق نے آکر بتائیں تو میں بھی بہت پریشان ہوگیا۔ تب ہم سوچنے لگے کہ گیت دوبارہ کیسے آگئی ہے کیوں اس کی روح جہنم واصل نہیں ہوئی اور دوبارہ سے گاؤں پر آفت ڈھانے کے لیے وارد ہوئی ہے۔ اس سوال کا جواب ہمیں مل گیا گیت کے جسم کو ہم نے دفنایا تھا جلایا نہیں تھا لیکن گیت کا جسم جلا دینا چاہیے تھا جب یہ نکتہ ہمارے ذہن میں آیا تب تک دیر ہوچکی تھی وہ جگہ آفاق بھلا چکا تھا جہاں پر ہم گیت کو دفن کیا تھا اور جب تک ہم گیت کے جسم کے ڈھانچے کو نہیں جلاتے تب تک گیت کی روح گاؤں میں موجود رہتی میں نے آفاق کے ساتھ قبرستان کا بھی جنگل کا رخ کیا مگر ہمیں پتہ نہیں چل رہا تھا کہ گیت کو کہاں دفن ہے عثمان نے گیت کے جسم کو دفن کرنے کے بعد دفنایا تھا مگر اس کے دفنانے کے بعد زمین ہموار کردی تھی پھر اوپر سے چالیس دن گزر چکے تھے اور مہینے کے وسط میں مسلسل بارشوں کی وجہ سے وہ جنگلی زمین کسی زمینی میدانی فرش کی طرح ہموار ہوچکی تھی گیت کی روح دوبارہ سے حویلی میں رہائش پذیر ہوگئی میں حویلی کے کوارٹر میں رہائش پذیر تھا میرا کوئی دوسرا ٹھکانہ نہ تھا کہ چلا جاتا۔ اچانک گی کی روح نے قتل عام کرنا شروع کردیا وہ اب کھل کر انتقام لینے پر تل گئی تھی۔ صبح سویرے گلیوں میں کہرام برپا ہوگیا تھا تین نوجوان لڑکوں کی موت ایک ساتھ ہوئی تھی لوگ شدید ڈرے ہوئے تھے پھر یہ سلسلہ چل پڑا۔ گیت روز کسی نہ کسی کو قتل کردیتی کچھ بے کی نعشیں ملتی کبھی نوجوان لڑکے کی اور کبھی کبھی حسین دوشیزاؤں کی آفاق اس صورت حال سے بہت ہی زیادہ پریشان ہوگیا تھا وہ گیت کے جسم کو ڈھونڈ کر اسے جلانا چاہتا تھا۔ مگر وہ جگہ آفاق بھلا چکا تھا۔ جہاں پر گیت کو دفن کیا تھا اس نے اسے بہت ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر اسے وہ جگہ نہ ملی اس نے اپنی کوششیں بہت تیز کردیں تھیں گاؤں کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر اس مہم پر تیاری شروع کردی تھی کہ کسی طرح سے گیت کا مردہ جسم حاصل کرے اور اسے آتش نظر کردے۔ مگر گیت کا جسم مل ہی نہیں رہا تھا کئی دن کی انتھک کوشش اور محنت اور کھدائی کے بعد بھی سب لاحاصل نکلا۔ جنگل کے وسط میں گیت کو دفن کیا گیا تھا مگر اب جیسے وہ جگہ نہیں مل رہی تھی گاؤں والے شدید خوفزدہ ہوگئے تھے۔

گیت کی سرگرمیاں روز بروز بڑھ رہی تھیں گاؤں میں قتل عام کا اضافہ ہوگیا تھا اور آفاق پر صرف اور صرف ایک ہی جنون سوار تھا مگر نتیجہ صفر نکل رہا تھا حویلی میں رات کے وقت گیت کی روح چیختی اور میں کوارٹر کی زنگ آلود کھڑکی سے گیت کو دیکھا کرتا گیت مجھے کچھ بھی نہیں کہہ رہی تھی یقیناً وہ اس حویلی کو آباد رکھنا چاہتی تھی وہ مجھے کچھ بھی نہیں کہہ رہی تھی آفاق کے دوست ایک ایک کرکے ختم ہونے لگے آفاق کی مہم بھی مکمل نہیں وہ بیچ میں رہ گئی تھی گاؤں والے گاؤں چھوڑنے کی باتیں کرنے لگے

آفاق کے ذہن میں ایک خیال آیا اور پھر فوراً اس نے اس پر عمل کیا وہ اب کسی عمل والے سے گیت کو ختم کرنا چاہتا تھا اور پھر وہ فوراً کسی عامل

کی تلاش میں چلا گیا۔ دوسرے دن اس کے ساتھ ایک نورانی چہرے والے خوبصورت سے حسین وجمیل دوشیزہ بھی تھی اس دوشیزہ کا نام صنوبر تھا وہ تیس سال کی عمر کی ہوگی مگر اس کے چہرے پر بلا کو نور تھا وہ اس کو لے کر حویلی میں آ گیا۔ صنوبر کے آنے سے گیت کچھ ڈری ڈری سی تھی شیطانی قوتیں نورانی قوتوں سے دور بھاگتی ہیں اس لیے کہ نورانی قوتوں کو شیطانی طاقتیں آسانی سے نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ گیت کی روح حویلی میں لیے مقید ہو کر رہ گئی صنوبر بی بی نے اس رات کوئی نوری عمل شروع کر دیا تھا جس سے گیت محصور ہو گئی تھی گاؤں والوں کو بھی گیت کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا اور حویلی سے وہ سب اتنے ڈر گئے تھے کہ حویلی کے قریب آنا جانا تک چھوڑ دیا تھا سامنے سے گزرنا بھی گوارہ نہ کرتے تھے۔

آفاق کو شدید حیرت ہوئی تھی کہ گیت کا جسم جنگل سے کہاں گم ہو گیا ہے اس نے وہ سب چیزیں استعمال کیں تب جا کر اس نے اس کو حاصل نہ کیا۔ اس نے صنوبر بی بی کو گیت کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا دراصل آفاق گیت کے خونی کھیل سے تنگ آ گیا تھا۔ صنوبر نے پانچ دن کے نوری عمل سے گیت کو حویلی کے اندر قید کر دیا میں نے بھی حویلی چھوڑ دی تھی اور گاؤں کے اندر ایک دو کمرے کے مکان میں رہائش پذیر ہو گیا تھا گیت کو صنوبر بی بی ختم نہ کر سکی آفاق نے گیت کا جسم ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی مگر سب بے کار حاصل نکلا گیت کا نہ جسم ملا نہ ڈھانچ آفاق کی یہ خواہش جنون بن گئی تھی کہ وہ کسی طرح سے گیت کے جسم کو بھی حاصل کر لیں اور اسے جلا کر آتش نذر کر دیں صنوبر بی بی نے گاؤں والوں کو سختی سے تاکید کی کہ کوئی بھی حویلی کے اندر نہ جائیں ورنہ یہ روح پھر سے آزاد ہو گی اور گاؤں والوں کے لیے یہ پھر سے جینا دوبھر کر دے گی آفاق نے صنوبر بی بی کو چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ چلا گیا صنوبر بی بی نے گاؤں والوں سے ایک بات چھپائی تھی آفاق جب واپس آیا تو وقتی طور پر بہت خوش تھا کیونکہ گیت حویلی کے اندر قید ہو چکی تھی۔

دن پر دن گزرتے گئے۔ ویران حویلی پر دوسرے گاؤں کے چوہدری اکرم نے دعویٰ کر دیا چوہدری اکرم سانڈ کی طرح وجود رکھتا تھا شرابی تھا اور بدکردار بھی تھا۔ اسے ویران حویلی کا قصہ معلوم ہو گیا تھا وہ اپنے دو ورجن حواریوں کے ساتھ آ گیا تھا اور حویلی کے اندر جانے کے لیے پہنچا ہی تھا کہ آفاق گاؤں والوں کے ساتھ پہنچ گیا۔

چوہدری اکرم یہ حویلی کس حیثیت سے تمہاری ملکیت ہے جو دندناتے ہوئے پہنچ گئے ہو۔ آفاق کے ساتھ گاؤں کے بڑے بوڑھے اور نوجوان بھی تھے حتیٰ کہ آدھا گاؤں جمع ہو گیا تھا۔

اے چھوکرے یہ ہماری خاندانی جاگیر ہے اور ہم اپنے جاگیر کو حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں ہمارے راستے میں نہ آنا ورنہ تمہارا برا حال کر دیں گے چوہدری نے دھمکی دے ڈالی۔

چوہدری پرائی جاگیر کو اپنا کہنا سب سے بڑی بے غیرتی کی بات ہے مگر ہم تمہیں حویلی کے اندر جانے نہیں دیں گے اس حویلی کے اندر ایک غیر مذہب لڑکی کی روح قید ہے اور وہ روح تمہیں لمحوں میں کچل کر رکھ دے گی اور تمہیں اور تمہارے ان دو ورجن لوگوں کو وہ روح چھوڑے گی نہیں کیونکہ وہی اس ویران غیر آباد حویلی کی مالک ہے۔

جو ہوگا بابا دیکھا جائے گا یہ حویلی نواب صاحب کی تھی اور وہ ہمارے دور کے رشتے دار تھے ان کی موت کے بعد ہماری ملکیت ٹھہرتی ہے یہ حویلی چوہدری اکرم بڑک مار کر بولے۔ چوہدری کے بارے اور اس کے نوکر چاکر اسلحہ کے زور پر

بڑکیں مار کر کہا۔

اب گیت کی خیر نہیں ہے اور میں نہ ہی گیت کو چھوڑوں گا۔ گیت کے اس خبیث بدروح کو جہنم واصل کر کے ہی چھوڑوں گا عامل حویلی کے اندر جیسے ہی پہنچا اس نے منتر جنتر پڑھنے شروع کر دیئے۔ چوہدری اکرم تین جوان بیٹے آئے ہوئے تھے۔ اور نادیدہ روح سے اپنے باپ کا انتقام لینے پر تلے ہوئے تھے۔ جیسے ہی رات کی تاریکی چھائی گیت کی سرخ انگارہ آنکھیں اندھیرے میں برآمد ہوئیں جمیل نے گیت کی روح کو مذاق سمجھا تھا اس لیے وہ اسے آسان ہدف سمجھ کر عمل کر رہا تھا راتوں کو گیت کی روح نے سب سے پہلے عامل جمیل کو مار دیا۔ پھر اگلے شکار پر ٹوٹ پڑی کی جمیل کا خون آلود لاش گیت نے باہر پھینک دی۔ اور وارث کے کمرے میں چلی گئی گیت کو سامنے پا کر وارث کی گھگی بند ہوگئی۔ وارث کی گردن توڑنے کے بعد اس کی نیم برہنہ لاش اڑتی ہوئی حویلی کے باہر باغ میں آ گری گیت سخت غصہ میں تھی اور جب سے حویلی کے اندر دفن ہوئی تھی تب سے وہ کچھ زیادہ ہی غصہ میں تھی۔ وارث کے قتل کے بعد حویلی میں بھونچال سا آ گیا اور جتنے بھی لوگ حویلی میں تھے گیت نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ چوہدری اکرم کا چھوٹا بیٹا زخمی حالت میں زندہ بچ گیا وہ جان بچ جانے پر شکر ادا کر کے بھاگ گیا۔ حویلی کے اندر دوبارہ گیت اکیلی رہ گئی۔ وہ بھی کچھ زیادہ ہی غضب ناک گاؤں والے تو شدید ڈرے ہوئے تھے کہ گیت اب ان کا کیا حشر نشر کرے گی اس لیے سر شام ہی گھروں میں بند ہو جاتے۔

آفاق نے جنگل میں جگہ جگہ کھدائی کی مگر گیت کی لاش کہیں بھی نہیں ملی آفاق تھک ہار گیا۔ وہ اس روح کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ مگر اسے کوئی بھی دوسرا حل نہیں سوجھ رہا تھا۔ تب اس نے دوبارہ سے صنوبر بی بی سے مدد لینے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ پھر سے دور پہاڑی علاقے میں چلا گیا صنوبر بی بی کو لانے کے لیے۔ دو دن بعد صنوبر بی بی آ گئی۔ وہ آفاق سے کچھ متاثر بھی تھی آفاق نے اس سے درخواست کی کہ گیت کا جسم جہاں کہیں بھی ہے آپ اپنے علم سے معلوم کر کے بتائیں صنوبر بی بی نے وعدہ کیا کہ وہ ضرور اپنے علم سے معلوم کرے گی وہ ایک بار پھر حویلی کے اندر چلی گئی اور کوئی نوری عمل کرنے لگی اگلے دن وہ حویلی سے باہر نکلی اب اس کا چہرہ کچھ زیادہ ہی پرنور نظر آ رہا تھا۔ آفاق نے بے چینی سے پوچھا۔

کچھ پتہ چلا کہ گیت کا جسم کہاں ہے۔

ہاں سب پتہ چل گیا ہے۔ تم جہاں جس جنگل میں گیت کا جسم ڈھونڈ رہے ہو وہاں پر ہرگز نہیں ہے۔ گیت نے ہوشیاری سے اپنا جسم وہاں سے ہٹا دیا ہے اور حویلی کے تہہ خانے میں ایک لوہے کے بڑے تابوت میں بند کر دیا ہے میں نے رات کو گیت کے روح کو بے بس کر کے اس سے معلوم کر لیا ہے جب تک اس کے جسم کو جلاؤ گے نہیں تب تک یہ بدروح مرے گی نہیں۔

تب آپ نے وہ جسم جلایا کیوں نہیں آفاق نے بے چینی سے پوچھا۔

میں اسے جلا نہیں سکتی گیت نے چالیس دن کا کوئی منتر اپنے جسم پر پھونکا ہے اگر اسے کوئی علم والا آگ لگائے گا وہ علم والا جل کر راکھ ہو جائے گا۔ اور گیت کا جسم پھر بھی صحیح سلامت ہوگا صنوبر بی بی کی بات سن کر آفاق حیرت سے بولا۔

اب کیا ہم اسے کبھی بھی ختم نہیں کر سکتے۔

کیوں نہیں وہ روح ہے جو بدروح بن گئی ہے اس لیے ضروری ہے کہ کوئی عام نوجوان چاہیے

حویلی کے اندر گھس گئے اور آفاق اور گاؤں والوں نے انہیں بہت روکنے کی کوشش کی مگر چوہدری کے نوکروں نے ہوائی فائرنگ کر کے لوگوں کو خوفزدہ کر دیا کچھ تو بھاگ گئے اور کچھ تماشائی بن گئے آفاق نے چوہدری کو سمجھانے کی کوشش کی مگر چوہدری نہ مانا۔ چوہدری اور اس کے نوکر گئے اندر چلے گئے۔ گاؤں والے منتظر رہے کہ اب گیت کی روح چوہدری اور اس کے نوکروں کو ختم کر دے گی مگر ایسا کچھ نہ ہوا شام تک لوگ کھڑے رہے مگر گیت کی روح نے انہیں کچھ نہ کہا۔ چوہدری کے نوکروں نے صفائی ستھرائی کرنے کے بعد حویلی کو دوبارہ سے رہنے کے قابل بنا دیا۔ میں بھی گاؤں والوں کی صفوں میں کھڑا تھا۔ مگر حیران تھا رات تک گاؤں والے چلے گئے میں اور آفاق اکیلے رہ گئے آفاق بہت پریشان تھا وہ رات کو ہی اس معمے کے حل کے لیے دوبارہ صنوبر بی بی کے پاس چلا گیا۔ اگلے دن وہ لوٹ کر آیا وہ تھوڑا سا خوش تھا آفاق نے آتے ہی مجھے بتایا۔

چاچا جی صنوبر بی بی نے ایک بات گاؤں والوں سے چھپائی تھی اور وہ بات یہ تھی کہ صنوبر نے گیت کی روح کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس حویلی میں قید کر دیا ہے اب گیت کی روح کبھی بھی حویلی سے باہر نہیں نکل سکے گی۔ مگر جو لوگ حویلی کے اندر جائیں گے ان کی خیر نہیں ہو گی۔ اب گیت اس حویلی میں کے اندر قید ہو گئی ہے اور گیت کا خاتمہ بھی تب تک نہیں کیا جا سکتا جب تک اس کے جسم کو جلا نہ دیا جائے گیت ضرور چوہدری اور اس کے نوکروں کا شکار کرے گی۔ مگر دھیرے دھیرے۔ یہ باتیں مجھے صنوبر بی بی کی زبانی پتہ چلی ہیں آفاق صحیح کہہ رہا تھا۔

اگلے دن حویلی میں ایک لڑکی گیت کے باہر ظاہر ہوئی چوہدری گیت کو دیکھ کر مچل اٹھا کہ اتنی پرکشش لڑکی صبح سویرے حویلی کے سامنے باغ میں کیا کر رہی ہے۔

اے چھوری کون ہے تو کدھر سے آئی ہے۔

میں بہت غریب لڑکی ہوں بہت زیادہ غریب کچھ غنڈے مجھے اٹھا کر لے جا رہے تھے میں اس گاؤں کی نہیں ہوں بہت دور کی ہوں مجھے سر چھپانے کے لیے جگہ چاہیے۔ گیت نے آہ و زاری کرتے ہوئے مسکین صورت بنا کر کہا۔

چوہدری اکرم گیت کی باتیں سن کر خوش ہو گیا اور گیت کو اندر لے گیا چوہدری کے جو خاندانی بیویاں تھیں وہ دور دوسرے گاؤں میں رہتی تھیں اس لیے چوہدری نے گیت کو اپنے پاس رکھ لیا گیت نے دوسری رات ہی چوہدری کو بے دردی سے مار دیا۔ اس کی لاش حویلی کی چھت سے نیچے پھینک دی۔ حویلی میں چوہدری کے قتل کی وجہ سے کھلبلی سی مچ گئی اور گیت کو مارنے کے لیے چوہدری کے نوکر آگے بڑھے مگر الٹا گیت ان سب پر ٹوٹ پڑی کچھ باری تو روح بھوت بدروح کا ورد کر کے جان بچا کر بھاگ گئے اور کچھ گیت کا شکار ہو گئے۔ مگر گیت کو کوئی بھی نہیں مار سکا۔ بدکردار چوہدری کی لاش چیل کوؤں گدھوں اور دوسرے زمینی جانوروں نے اڑا دی۔ گاؤں والوں نے چوہدری کی لاش ان کے گاؤں بھجوا دی جو بہت تھوڑی سلامت تھی۔ دو دن بعد چوہدری کے وارث جو نوجوان تھے اور پوری تیاری کے ساتھ گاؤں میں آئے تھے وہ سب بہت غصہ میں تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم اس نادیدہ روح کو چھوڑیں گے نہیں۔ جس نے ہمارے باپ کی جان لی ہے ان کے پاس ایک عامل بھی تھا وہ سب عامل کے ساتھ حویلی کے اندر چلے گئے اس عامل کا نام جمیل تھا جو خاصا کم عمر تھا روب دبدبے والا تو دیکھ ہی نہیں رہا تھا جمیل نے چوہدری اکرم کے بڑے بیٹے وارث کے سامنے

اس تہہ خانے میں جائیں اور اس عمل کا توڑ
دیں گے
میں جاؤں گا تہہ خانے میں اور گیت کے
کا توڑ بھی کروں گا۔
ہاں آفاق تم بہادر انسان ہو مگر وہ توڑ بہت
قل ہے چالیس دنوں کا عمل ہے اور پھر کامیابی
مواقع ہیں۔
میں ہر حال میں یہ عمل کروں گا۔ اور گیت کا
ختم کرے اس حصار ختم کرنے کے بعد گیت
جسم کو آگ لگا دوں گا۔ ٹھیک ہے ناں۔ آفاق
صنوبر بی بی کو دیکھتے ہوئے کہا۔
جی بالکل ٹھیک ہے۔ یہ عمل تو تم نے ٹھیک
یس راتوں تک کرنا ہے آخری رات کو تو نے اس
وت میں دیکھے جسم کو آگ لگانی ہے پھر گیت کا
بل ختم سمجھو۔ صنوبر بی بی نے وہ عمل آفاق کو ایک
غذ پر لکھوا یا اور عمل کا طریقہ کار بھی بتا دیا۔ عمل کا
یقہ یوں تھا کہ آفاق کو چالیس راتوں تک ایک
ی منتر پڑھنا تھا اور چالیس رات کے آخر
گیت کے جسم کو آگ لگانی تھی آفاق نے عمل
ھنے کا فیصلہ کر لیا وہ قبرستان میں گیا۔ کہ وہ عمل
ستان میں پورا کرے گا اور آخری رات کو حویلی
ر تہہ خانے میں پڑے جسم کو آگ لگا دے گا۔
ق کا عمل اسی دن سے شروع ہو گیا تھا دن کو وہ
ا تھا رات کو عمل کرنے چلا جاتا۔ سب گاؤں
ں کی نظریں آفاق پر جمی ہوئی تھیں دن پر دن
رتے جا رہے تھے آفاق کو روحوں نے بہت
یا گیت کی روح تو قید تھی مگر نظر کے دھوکے کے
پر وہ بھی قبرستان آ جاتی اور آفاق کو ڈراتی
کاتی رہتی۔ آفاق ان کی گیدڑ بھبکیوں سے ذرا بھی
ہیں اور اپنا عمل کامیابی سے کرتا رہا آخرکار
ق نے چالیس راتوں کا عمل کامیابی سے کر لیا
گلے دن حویلی چلا گیا یہ صبح کا وقت تھا آفاق

بہت خوش تھا میں نے اسے بہت دنوں کے بعد خوش
دیکھا تھا۔ آفاق نے جیسے دنیا فتح کر لی ہو اس کے
ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھی جسے دیکھ کر میں تھوڑا
سمجھ گیا کہ یہ کامیاب ہو گیا ہے جیسے ہی وہ حویلی
کے اندر گیا گیت خود بخود بند ہو گیا۔ اس وقت میرا
دل ہولنے لگا جیسے کچھ ہو رہا ہو۔ آفاق آگے ہی
آگے بڑھنے لگا تھا جیسے ہی وہ غلام گردش سے نکل
کر برآمدے میں پہنچا پھر آگے تہہ خانہ تھا آفاق تہہ
خانے میں جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ گیت کی
روح نمودار ہو گئی۔
آفاق کیا تم مجھے فنا کرنے آئے ہو۔۔۔
گیت نے پوچھا۔
ہاں گاؤں والے تمہیں فنا کرنا چاہتے ہیں مر
نے کے بعد بھی تم انسانیت کے لیے خطرہ ہو۔
افاق میں نے تم سے پیار کیا ہے تم نے اپنے
پیار کو قتل کر دیا اب جب میں اس حویلی میں قید
ہوں پھر کر نہیں سکتی کیوں مجھے قتل کرنے پر تلے
ہوئے ہو۔ اس لیے کہ تم نے مجھے کبھی پیار نہیں کیا۔
ہاں میں تو اس معصوم بھولی بھالی سی گیت سے
پیار کرتا تھا میں کسی شیطان کی بیٹی کو کیوں پیار کروں گا
جو انسانیت کے لیے اذیت ہو باعث خطرہ ہو
آفاق تم بھول رہے ہو کہ تم موت کے منہ
میں کھڑے ہو اور اگر تم اپنے ارادے سے باز نہیں آؤ
گے تو میں تمہیں مار ڈالوں گی گیت کی روح غضب
ناک ہو کر بولی۔
چلیں دیکھتے ہیں کہ کون موت کے منہ
میں ہے میرے ارادے اٹل ہیں کسی بھی صورت
میں پیچھے نہیں ہٹوں گا آفاق مضبوط لہجے میں بولا۔
آفاق تم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی
ہے مگر یہ دیکھو کہ گیت کے ہاتھوں میں خون سے بھرا
ایک پیالہ نمودار ہوا آفاق حیرت سے خون کو دیکھنے
لگا خون ابل ابل ابل رہا تھا۔ جیسے آگ کے اوپر سے

یہ پیالہ اٹھا لایا ہو۔ اگلے ہی لمحے گیت نے وہ ابلتا ہوا خون آفاق کے سر پر پھینک دیا۔ خون اس کے سر سے گزرتا ہوا اس کے جسم پر پھیلتا چلا گیا آفاق کے سر پر خون گرتے ہوئے ہی وہ پاگل سا ہونے لگا پہلے وہ چیخنے لگا پھر چلاتا ہوا ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ گرم گرم خون نے اس کا دماغ ماؤف کر دیا تھا مشعل اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ وہ چیخ چیخ کر لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

افسوس میں نے تم سے پیار کیا تھا۔ گیت بولی آفاق جیسے تم پاگل ہو گیا تھا آفاق تمہیں مار کر مجھے کوئی بھی افسوس نہیں ہو رہا ہے اڑتا ہوا تیر آیا اور افاق کے سر کے آر پار ہو گیا اس کے ماتھے پر سے تیر اندر گیا اور باہر کھوپڑی سے نکل گیا تھا پھر تو جیسے آفاق پر تیروں کی بارش ہونے لگی۔ آفاق ہمیشہ کے لیے زندگی کی قید سے آزاد ہو گیا تھا مگر گیت کو آفاق پر شدید غصہ تھا اس نے اسی رات کوئی عمل کیا اور گیت کی روح شدید اذیت سے دوچار ہوئی صنوبر بی بی کو آفاق کی موت کا شدید افسوس ہوا۔ گیت کی روح کو صنوبر بی بی نے انگاروں پر گھسیٹا اور نہ سوئے کس کس اذیت سے گزارا تب وہ تھوڑی سی مطمئن ہوئی وقت پر لگا کر گزرتا رہا۔

حویلی اب گیت کی ملکیت تھی صنوبر بی بی نے دوبارہ گاؤں میں قدم رکھا وہ گیت کے پوشیدہ طاقتوں کو تباہ کرنے آئی تھی اس نے پھر کوئی نوری عمل شروع کر دیا۔ اس بار پندرہ راتوں تک صنوبر بی بی نے عمل کیا اور گیت پر پھونکیں مارنے کے بعد اس کی پوشیدہ طاقتوں کو ناکارہ بنا دیا۔ مگر گیت نے اپنے جسم کے گرد کوئی مضبوط قسم کا پوشیدہ حصار قائم کر رکھا تھا جسے صنوبر بی بی کو بھی معلوم نہیں تھا صنوبر بی بی آفاق کی موت پر کچھ زیادہ ہی دلبرداشتہ ہو گئی تھی اس نے مشعل روشن کی اور تہہ خانے میں چلی گئی اس نے گیت کی ساری پوشیدہ طاقتیں ضائع کر دی تھیں اور اس نے خود آفاق کو یہ بات بھی بتائی تھی کہ گیت کے جسم کو میں آگ نہیں لگا سکتی ہوں ورنہ میں جل کر بھسم ہو جاؤں گی اور گیت کا جسم پھر بھی محفوظ رہے گا مگر اس دن تو صنوبر بی بی جیسے جنون سوار ہو گیا تھا وہ شاید یہ سمجھ گئی تھی کہ گیت کی پوشیدہ طاقتوں کو ختم کر کے وہ حصار بھی ختم ہو گیا ہے جیسے گیت کی روح نے باندھا ہے جیسے ہی صنوبر بی بی نے تابوت کو آگ لگانی چاہی دھواں سا ابھر گیا اور صنوبر بی بی کے جسم کو خود بخود آگ لگ گئی وہ بری طرح سے جلنے لگی جیسے چیختی چلاتی ہوئی وہ تہہ خانہ سے باہر نکلی آگ اس کے جسم کو بری طرح سے پکڑ چکی تھی وہ چیخ اور چلا رہی تھی گاؤں میں دور دور تک اس کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ لوگ گھروں سے باہر نکل آئے تھے آگ میں جلتی ہوئی صنوبر بی بی بدروح کی مانند دوڑتی ہوئی حویلی سے باہر نکل آئی۔ لوگ شدید ڈر چکے تھے اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ لوگ اتنے گھبرا گئے تھے کہ حویلی کا نام تک لینا بھول گئے صنوبر کو بڑے عزت و احترام سے آفاق کے قریب ہی دفن کر دیا گیا۔ اس دن میں بہت رویا تھا میں بھی بہت ڈر گیا تھا صنوبر بی بی کے عمل کی وجہ سے گیت کی ساری طاقتیں ختم ہو چکی تھیں اور وہ حصار بھی ٹوٹ چکا تھا جو گیت نے تابوت میں پڑے ہوئے اپنے جسم کے گرد حائل کیا تھا مگر گاؤں والے سادا لوگ تھے وہ حویلی کے نام سے کترانے لگے اگر کوئی شیر دل نوجوان بھی چاہتا تھا اور ذرا سی ہمت دکھاتا اور حویلی جاتا گیت کے تابوت میں پڑے جسم کو آگ لگاتا تو گیت کی روح ہمیشہ کے لیے فنا ہو جاتی۔ مگر شاید ایسا کرنے کی کسی میں ہمت نہیں تھی آفاق اور صنوبر بی بی کی موت کے بعد گاؤں والے تو حویلی سے دور دور رہنے لگے تھے۔

اس وقت یہ راز مجھے بھی معلوم نہیں تھا ورنہ

میں ضرور یہ کام کرتا۔ اور شیطان کی بیٹی اس فتنے کو فنا کر ڈالتا مگر میری ہمت بھی جواب نہیں تھی مجھے بھی ڈر لگنے لگا تھا زندگی کسے پیاری نہیں ہوتی اس لیے ڈر کے مارے میں نے بھی گاؤں والوں کی طرح بزدلی اختیار کر لی حالانکہ صنوبر بی بی نے اپنی جان کی قربانی دے کر وہ حصار مٹا دیا تھا مگر ہم سب تو ہی ڈرے ہوئے تھے اور کسی کو بھی یہ پتہ نہیں تھا کہ صنوبر بی بی نے وہ خطرناک حصار ختم کر دیا ہے پھر وقت گزرتا گیا میں اب بھی چوکیداری کر رہا تھا میں دانستہ طور پر حویلی سے دور رہتا لوگ اس حویلی سے اتنے ڈر چکے تھے کہ ہر شام ہی گھروں میں بند ہو جاتے۔

پھر کئی سال گزر چکے تھے حویلی کے اندر گیت کی روح قید تھی مگر وہ حویلی سے باہر نہیں آسکتی تھی اکثر اس کی رونے کی آوازیں تاریک راتوں میں سنائی دیتی وہ گاؤں والوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھیں مگر پھر بھی گاؤں والے بری طرح سے ڈرے ہوئے تھے پھر کئی سال کے بعد ایک خانہ بدوش خاندان اسی حویلی میں آکر رہنے لگا پہلی رات کو ہی گیت کی روح نے اپنے آپ کو ان لوگوں پر آشکار کر دیا تھا۔ وہ خانہ بدوش لوگ اتنے زیادہ ڈرے کہ پہلی ہی رات بھاگ گئے پھر یہ حویلی چوہدری اکرم کے چھوٹے بیٹے نے حاصل کر لی عرفان کو گیت کی روح نے بری طرح سے زخمی کر دیا تھا وہ کئی مہینے ہسپتال میں رہا تھا۔ مگر وہ اب دوبارہ سے حویلی پر قابض ہو گیا تھا وہ اور اس کی بیوی اپنے تین سالہ بچے کے ساتھ آگئے تھے عرفان چوہدری کی اپنی بہت زمینیں تھیں مگر یہ حویلی وہ اس لیے حاصل کرنا چاہتا تھا کہ یہاں پر اس کے باپ اور بڑے دو بھائیوں نے جانیں دی تھیں عرفان چوہدری خاص طور پر حویلی پر نظر رکھے ہوئے تھا جیسے ہی معاملہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور کئی سال بیت گئے وہ دوبارہ سے حویلی حاصل کرنے آگیا۔ دو تین دن تو خیریت سے گزر گئے۔ پھر گیت کی روح نے انہیں ڈرانا شروع کر دیا۔ مگر وہ اسے نقصان نہ پہنچا سکی پھر وہ اتنے ڈر گئے کہ حویلی خالی کروا دی اور حویلی کے کاغذات بنوا کر ایک امیر و کبیر جوڑے کو بکوا دی۔ پھر مسز کمال اور مسٹر کمال لندن سے اس حویلی میں رہنے کے لیے آگئے۔ مگر گیت کی روح کو دیکھ کر اور تہہ خانے میں تابوت کو دیکھ کر مسز کمال کو خوف سے گنگ رہ گئی وہ خاصی توہم پرست عورت تھی شوہر کے ساتھ فوراً لندن چلی گئی حویلی کئی سال بند رہی پھر لندن میں کوئی نوجوان جوڑے نے اس آسیبی حویلی کو خرید لیا۔ دونوں نے نئی نئی شادی کی تھی حویلی میں رہنے کے لیے آگئے دو تین دن گزار کر انہیں بھی گیت کی روح نظر آگئی تھی گیت کی روح کبھی سسکیاں لیتی تھی کبھی ساری ساری رات حویلی میں پھرتی نظر آتی تھی وہ دونوں ایک روح کی دیدہ دلیری دیکھ کر اور گاؤں والوں سے حویلی کی خونی تاریخ سن کر ہکا بکا رہ گئے۔ اور پھر چلے گئے۔ پھر کئی سال حویلی بند رہی گاؤں میں ترقیاتی کاموں کی وجہ سے گاؤں قصبے میں تبدیل ہو گیا۔ مکانات پکے ہوتے گئے لوگ تعلیم یافتہ ہو گئے کچھ لوگ باہر ملک چلے گئے کچھ مر گئے حویلی کی تاریخ پر دھند سی پڑنے لگی۔ مگر وہ دونوں پاکستان میں ہی تھے کئی سالوں کے بعد انکو دوبارہ حویلی کا خیال آگیا حویلی میں اب بھی گیت رہتی تھی گیت زیادہ سے زیادہ حویلی کے باہر جو سامنے باغ تھا اس میں پائی جانے لگی وقت پر لگا کے گزرتا رہا۔ وہ اب گاؤں نہیں رہا تھا خوبصورت قصبے میں بدل گیا تھا لوگ ہنرمند ہو کر کافی امیر ہو گئے تھے پھر اس بند حویلی کو تم دونوں نے خرید لیا تم دونوں نے بھاگ کر شادی کی ہے اور اس حویلی کو نہایت ہی

سستے داموں خرید لیا ہے عفان اور نشاء نے چونک کر دیکھا۔

شام سے رات اور رات سے صبح ہو گئی تھی دور سے صبح کی ازانوں کی آوازیں آنے لگی تھی رات کی تاریکی میں نشا اور عفان کو قیام الدین مل گئے تھے قیام الدین نے ہی عفان اور نشاء کو اس کہانی کا مکمل خلاصہ تفصیل سے بتا دیا تھا اور کہانی کا مکمل مفصل خاکہ پیش کر دیا تھا۔ عفان نشاء اور قیام الدین نے وہ رات گاڑی کے اندر ہی گزاری تھی نشاء تو یہ بھیانک کہانی سن کر تھر تھر کانپ اٹھی تھی عفان کی اتنی قریب ہو گئی تھی کہ عفان اس کی دھڑکنیں واضح طور پر سن رہا تھا۔

عفان یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے اتنی بڑی کہانی کہ پوری رات ہی گزر گئی صبح ہو گئی نشاء نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

ہاں نشاء نہیں یقیناً چاچا نے اگر سچائی بیان بھی کی ہے تو اس کہانی میں تھوڑی بہت مبالغہ آرائی سے کام بھی لیا ہوگا۔ یہ تو کچھ واقعات میں موجود ہی نہیں تھا عفان نے نشاء کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

عفان میں ذرا بھی جھوٹ نہیں بول رہا سوچوں میں نے یہ کہانی کیوں تم دونوں کو سنائی اس کا ایک ہی حل ہے کہ میں اس کہانیکا خاتمہ کر دینا چاہتا ہوں چالیس سال سے یہ قصہ چل رہا ہے حالانکہ بہت کچھ بدل چکا ہے مگر پھر وہ روح تو موجود ہے نشاء قیام الدین بوڑھے کی بات سن کر کانپ اٹھی۔

آپ تو شروع میں کہہ رہے تھے کہ ہمیں حویلی چھوڑ کر چلے جانا چاہیے اور اب ہم دوبارہ حویلی میں نہیں جانا چاہتے مگر آپ ہمیں دوبارہ بھیج رہے ہیں عفان نے نشاء کی طرف دیکھا۔

نشاء تم کچھ بھول رہی ہو ہمارے سارے پیسے اس حویلی میں ہیں اور ہمیں وہ پیسے ہر حالت میں چاہیے اس پیسوں کے بغیر ہم صفر ہیں۔ اور اہم اس روح کا خاتمہ ضرور کریں گے کیونکہ یہ حویلی اب ہماری ہے ہمیں اسے آباد کرنا ہے اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ اب وہ حویلی میں رہنے والی روح بے ضرر اور کمزور ہے ہماری ہمت سے وہ ختم ہو سکتی ہے وہ روح اب ایک عام سی روح ہے اس کی ساری طاقتیں اور شیطانی طاقت آفاق اور صنوبری بی بی نے ختم کر دی ہیں ہم تہہ خانے میں جائیں گے اور گیت اور گیت کے جسم کو آگ لگا دیں گے اور اس حویلی کو اس روح سے پاک کر دیں گے

عفان نے چٹکیوں میں مسئلے کا حل نکالا۔ وہ بے سمجھدار تھا جو غلطیوں سے قیام الدین گزر چکا تھا وہ عفان دہرانا نہیں چاہتا تھا وہ بے ضرر روح سے کئی سال ایک عام روح سے ڈر کی وہ سے اسے ختم نہ کر پایا تھا

نہیں عفان ضروری تو نہیں کہ جو کچھ اس شخص نے کہا ہو وہ سب سچ ہو نشاء کسی طور پر مطمئن نہیں تھی۔

ضروری تو نہیں کہ یہ جھوٹ بول رہا ہو اور ہمارا خیر خواہ ہو یہ اس روح کو فنا کرنا چاہتا ہے ہم دونوں نے خود اس روح کو دیکھا ہے اس میں اب جھوٹ کی گنجائش بالکل بھی نہیں۔

مگر میں نہیں مانتی اس شخص نے جو کہانی سنائی ہے وہ سراسر آدھی سے زیادہ جھوٹ کا پلندہ ہے نشاء زور سے بولی۔

نشاء کیا ہو گیا ہے تمہیں کیا پاگل ہو گئی ہو۔

ہاں میں ایک آسیب زدہ حویلی جو شیطان کی بیٹی کی رہائش بن چکی ہو وہاں پر ہرگز دوبارہ نہیں جانا چاہتی میں تب یقین کر لوں گی کہ گاڑی میں بیٹھا ہوا یہ شخص ایک بھی ثبوت فراہم کر دے عفان نے نشاء

کی بات سن کر قیام الدین کی طرف دیکھا جو آرام سے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا عفان جیسے لاجواب ہو چکا تھا وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر قیام الدین کی طرف دیکھ کر بولا۔

کیا میری بیوی سچ کہہ رہی ہے آپ کوئی ثبوت فراہم کر سکتے ہیں۔

ہاں میں ثبوت فراہم کرنے کو تیار ہوں میں نے اتنی بڑی کہانی سنائی ہے مگر ایک بات نہیں بتائی۔

کیا بات۔ دونوں نے بیک زبان ہو کر پوچھا۔ جیسے عفان کے ساتھ ساتھ نشاء بھی پر تجسس ہوئی۔

وہ بات بہت اہم ہے اور وہ یہی بات ہے کہ میں بھی روح ہوں ایک عام سی روح مجھے مرے ہوئے دو سال گزر چکے ہیں مگر میں گیت کو روح کو اس دنیا سے بھیجنا چاہتا تھا اسے مزید اس دنیا میں برداشت نہیں کر سکتا ہوں اس لیے دو سال سے یہاں وہاں بھٹک رہا ہوں اب جب تم دونوں مل گئے ہو تو ساری سچائی میں نے بیان کر دی ہے اس سے بڑی کسی اور ثبوت کیا فراہم کروں کہ ایک روح سے تم دونوں ملاقات کر بیٹھے ہو۔

اسی لمحے نشاء اور عفان کی نظروں کے سامنے سے قیام الدین بیٹھے بٹھائے غائب ہو گیا۔ دونوں ہکا بکا رہ گئے ان دونوں کو قطعاً امید نہیں تھی کہ یوں بیٹھے بٹھائے کوئی بندہ غائب بھی ہو سکتا ہے تھوڑی دیر کے بعد قیام الدین کی روح پھر سے نمودار ہوئی۔

نشاء اب تو تمہیں یقین آ گیا ہے قیام الدین کی روح نے پوچھا۔

ہاں مجھے یقین آ گیا ہے قیام الدین کی بات سن کر نشاء نے کہا۔ مگر فطری طور پر میں آپ سے بہت ہی زیادہ ڈر چکی ہوں۔

یہ ڈر خوف دہشت تو ہماری اندرونی کیفیات ہوتی ہے اگر ہم روح کے نام کو سن لیں تو ظاہر طور پر ڈر جاتے ہیں مگر اب تو زمانہ بدل گیا ہے لوگ ان چیزوں کے وجود سے انکاری ہیں اور روح بھوت پریت آتما جن چڑیل ڈائن بدروح کو فراموش کر بیٹھتے ہیں میں خود ایک روح ہوں مگر اس احساس کے تحت اس دنیا میں رکا ہوا ہوں کہ جب تک گیت کی روح کو اس دنیا سے نہ بھیجوں تب تک چین سے نہیں رہوں گا نشاء اور عفان گیت کی روح بے ضرر ہے وہ اب کچھ نہیں کر سکتی۔ اگر اسے اس کی پوشیدہ طاقتیں مل گئی تو دوبارہ سے وہ تباہی مچا دے گی اور انسانیت کے لیے خطرہ ہو گی اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں اس حویلی سے یہ قصہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کر دو اور ماضی کی اس کہانی کو مزید داستان نہ بننے دو بس بہت سال رہ لیا ہے اس روح نے اس حویلی میں اب اسے چلے جانا چاہیے۔

ہاں قیام الدین چاچا آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ہم دونوں کو مکمل طور پر آپ پر یقین ہے ہمیں بھروسہ ہے اور ہم ہی اس حویلی کو آباد رکھیں گے اس حویلی سے اس روح کا خاتمہ کر دیں گے اب یہ ہماری ملکیت ہے اور ہم اپنا حق کیوں چھوڑیں گے عفان نے پورے اعتماد سے کہا۔

صبح ہو چکی تھی رات کی سیاہی غائب ہو کر اب ہر طرف اجالا پھیل گیا تھا ستارے نیلے آسمان کے دامن سے گم ہو گئے تھے سورج نکلنے کو بے تاب تھا اپنی روشنی بکھیرنے کو بے چین تھا۔ اسی لمحے قیام الدین بولا۔

میں جا رہا ہوں مگر اپنا وعدہ یاد رکھنا۔

نشاء بولی۔ چاچا جی آپ بے فکر رہیں ہمیں اپنا وعدہ یاد ہے اور ہم ذرا بھی وعدہ خلافی نہیں کریں گے ہم اس ناکارہ روح کو جڑنے پر ہی

سکھ کا سانس لیں گے نشاء پرعزم تھی۔

ٹھیک ہے میرے پیارے بچو اللہ تمہارا حامی وناصر ہو اب تم دونوں کی زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی بس آپ دونوں میرے لیے مغفرت کی دعا کریں ہنستا مسکراتا ہوا قیام الدین کی روح گاڑی کے اندر سے غائب ہوگئی عفان نے گاڑی کا رخ حویلی کی طرف موڑ لیا۔

گیت حویلی سے باہر نہیں نکل سکتی تھی وہ حویلی کے اندر ہی قید ہو کر رہ گئی تھی گیت نے زیادہ سے زیادہ حویلی کے مین گیٹ تک ہی یا باغ میں جا سکتی تھی وہ دونوں حویلی پہنچے وہ کافی تھکے ہوئے تھے وہ ہنی مون سے کافی بور تھے گیت حویلی کے بڑے دروازے پر انتظار کرتی نظر آئی وہ آج پہلے سے کچھ زیادہ ہی پیاری لگ رہی تھی۔

سلام صاحب آپ نے آنے میں بہت دیر لگا دی دونوں حویلی سے اندر آ رہے تھے گیت نے معصومیت سے کہا نشاء کو اس کا انداز سخت زہر لگا۔

چلو عفان میں بہت تھک گئی ہوں ہم آرام کرنے چلیں۔

جی بالکل۔ عفان نے ساری شاپنگ بیگز گاڑی میں سے نکال کر کہا۔ عفان اور نشاء بے نیازی سے اندر چلے گئے گیت کی روح وہیں کھڑی غلط ہونے کا احساس ہوا مگر گیت کی روح بھی اتنے میں غائب ہوگئی عفان اور نشاء شام تک اٹھ گئے تھے فریش ہونے کے بعد دونوں کا موضوع گفتگو گیت کی طرف ہی تھا

یہ گیت بہت معصوم بنتی ہے اس سے پہلے کہ کچھ کریں یا اس کی غائبی طاقتیں واپس آجائیں ہمیں آج ہی اس کو ختم کرنا ہوگا۔ نشاء کی بات سن کر عفان نے ہاں میں گردن ہلائی۔ دونوں نے شام ہی اسنیک کے ساتھ گرما گرم چائے پی پھر گیت کے خاتمے کے لیے سنجیدہ ہوگئے عفان نے ایک اسٹور روم سے مشعل نکالی اور اسے روشن کر دیا۔ نشاء نے پٹرول کا گیلن اٹھا لیا۔ دونوں تہہ خانہ کی طرف بڑھنے لگے اب وہ تہہ خانے میں پہنچ چکے تھے تہہ خانے میں گھپ اندھیرا تھا مشعل کی روشنی تہہ خانے کے اندھیرے کو دور بھگانے میں ناکام ہو رہی تھی۔ مگر اس کی روشنی کی وجہ سے وہ دونوں آگے ہی آگے بڑھ رہے تھے اب ان کے سامنے لوہے کا ایک مضبوط تابوت تھا تابوت پر مضبوطی سے تالا لگا ہوا تھا۔ نشاء نے پٹرول کا گیلن تابوت پر الٹ دیا جب پٹرول تابوت کے اوپر گرنے لگا تابوت کے اندر بھی درزوں میں پٹرول چلا گیا۔ اسی لمحے میں گیت نمودار ہوئی عفان خدا کے لیے مجھے نہ جلائیں میں ساری زندگی آپ کی خدمت کرتی رہوں گی۔

نہیں تم آج معصوم ہو مگر شیطانی طاقتیں تمہیں دوبارہ مل گئی تو پھر تم انسانیت کی دشمن بن جاؤ گی کسی کو نہیں چھوڑو گی تمہارے جل جانے میں ہی انسانیت کی بہتری ہے۔

نشاء میں ایک عام سی روح ہوں میں اگر کچھ کر سکتی تو میں آپ دونوں کو کبھی اس حویلی میں گھسنے نہ دیتی۔ گیت نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

تم چاہے معصوم ہو یا ظالم ایک روح کے ساتھ رہنا فطرت کے خلاف بات ہے ہم تم سے ڈرتے رہیں گے اس لیے تمہارا جل جانا ہی بہتر ہے عفان نے تابوت کو آگ لگا دی اندر ہی تابوت کو زرد نیلی سبز روشنی اور شعلوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا گیت چیخنے لگی اور چیختی ہوئی ادھر ادھر بھاگنے لگی جوں جوں تابوت کے اندر رکھا وجود جل رہا تھا گیت کا منہ اور وجود اذیت سے چیخ رہا تھا چلا رہی تھی وہ غائب ہو رہی تھی وہ رفتہ رفتہ غائب ہو رہی تھی گیت کا وجود جو کئی سالوں سے اس تابوت میں رکھا تھا اب اس کی جلنے کی بو آنے لگی

تھی نشاء نے مزید پٹرول تابوت پر چھڑک دیا شعلے مزید بھڑک اٹھے سامنے کھڑی گیت نصف سے زیادہ غائب ہو چکی تھی جیسے وہ کٹی ہوئی ہو یا بیچ میں اس کا آدھا وجود جادو کے زور پر غائب کر دیا گیا ہو اور وہ ڈھیرے ڈھیرے سے غائب ہو رہی تھی اور پھر وہ دھڑ تک غائب ہو گئی۔ اس کا صرف سر رہ گیا تھا جونہی اس کا مکمل وجود جل کر کوئلہ ہو گیا اس کا سر بھی ڈھیرے ڈھیرے سے غائب ہو گیا۔

حسن مر جہاں پاک۔۔۔ نشاء نے جلتے ہوئے تابوت کو دیکھ کر کہا۔

واقعی اب یہ حویلی پاک ہو گئی ہے یہاں پر اب کوئی روح نہ کوئی شیطان کی بیٹی ہے اب کے شر سے یہ حویلی ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو چکا ہے۔

بالکل۔

عفان [illegible] خوشی و [illegible] نہ [illegible] گیا ہے۔ ہمارا یہ خیال [illegible] سے نشاء [illegible] بولی بالکل جناب [illegible] خوشی کو پوری طرح سے منانا ہے۔ عفان [illegible] خوشی [illegible] رنگ دے [illegible]

یہ منا [illegible] نشاء نے [illegible]

ہم اس حویلی کو [illegible] میں ایک [illegible] پارٹی [illegible] کے اور پورے [illegible] کو انوائٹ کریں گے۔ عفان کا خیال سن کر نشاء خوشی سے اس کے گلے سے لگ گئی۔

اگلے ہفتے تک حویلی کے در و دیوار کو روشنی کے نور سے سجا دیا گیا پورے قصبے کو حویلی میں دعوت دی گئی تھی اس خوبصورت دعوت کو نوجوانوں نے کھلے دل سے قبول کیا جبکہ بوڑھوں نے حویلی میں جانے کی بھرپور مخالفت کی مگر نوجوان لڑکے اور لڑکیوں نے ہنستے ہوئے بوڑھوں اور عمر رسیدہ لوگوں کی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیں۔ لڑکے اور لڑکیوں کے لیے پارٹی کے اوقات الگ الگ رکھے تھے لڑکیوں کے لیے پارٹی کا ٹائم سہ پہر سے شام کے وقت تک رکھا تھا جبکہ لڑکوں کے لیے وقت شام سے لے کر رات تک کا تھا اس پارٹی میں نوجوانوں نے کھلے دل سے شرکت کی تھی اور اس پارٹی کو یادگار بنا دیا تھا اس شام نشاء اور عفان بہت ہی پیارے لگ رہے تھے بہت ہی خوبصورت جیسے شہزادہ اور شہزادی کی جوڑی ہو۔ پھر یہ حویلی رفتہ رفتہ خوشیوں سے بھر گئی نشاء نے حویلی کو دل سے سجا لیا۔ پانچ سال آئے اور گزر گئے مگر پھر کسی نے حویلی کو آسیب زدہ نہ کہا۔

اب ان پانچ سالوں میں عفان نشاء تین بچوں بچوں شاندر مینال اور روحیمہ کی ماں بن چکی تھی عفان نے اپنا بزنس اسٹارٹ کیا تھا اور وہی کاروبار پھیل پھول کر ملک کے پانچ ملکوں میں پھیل چکا تھا جیسے زندگی ان کی خوشیوں سے بھرپور اور خوبصورت رہی آپ بھی ان کے لیے دعا کریں کہ نشاء عفان کی زندگی میں دوبارہ کوئی غم نہ آئے اور ان کی زندگی خوشیوں سے بھرپور رہے آمین۔

تو [illegible] کیسی لگی یہ کہانی اپنی رائے سے [illegible] ضرور دیجئے گا۔ میں آپ کی رائے کا [illegible] سے [illegible] کروں گا [illegible] آپ کی رائے ہی مجھے [illegible] لکھنے [illegible]

قطعات

ہم نے سنا ہے موجوں سے تم پیار بہت کرتے ہو
تیری چاہت کے لیے ساحل پہ ہم نے خود کو بسایا ہے
اک دن مجھے نہ پا کر یہاں تیری آنکھیں رو دیں گی
تم سن لینا ان لہروں سے ہر قصہ لکھا ساتھ ہے

❀❀❀

سرائے لہو

تحریر۔معاویہ عنبر وٹو۔0345.8393210

ایک دم سے اسے احساس ہوا کہ اس پائپ میں خون بھرا ہوا ہے اور یہ خون اسی ٹونٹی کے ذریعے نیچے آیا تھا لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ کہ اسی کو استعمال کیا جائے چنانچہ اسنے اس پائپ پر زور آزمائی کی پہلے اسے اوپر کی جانب موڑا اور اس کے بعد وہ ٹوٹ کر کاشف کے ہاتھ میں آ گیا لیکن اب اس سے خون نیچے نہیں گر رہا تھا وہ پائپ کو چادر کی رسی میں باندھنے لگا اور اس کے بعد اس نے اس ٹکڑے کو بڑی مہارت کے ساتھ روشندان میں پھینکا اور ایک لمحے کے لیے اسے خوشی کا احساس ہوا کہ پائپ روشندان میں جا پھنسا تھا پہلے اس نے اس کی مضبوطی کا اندازہ لگایا اور اسکے بعد ہی رسی کے سہارے اوپر چڑھنے لگا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے بہت سی آنکھیں اس کا جائزہ لے رہی ہوں اور وہ سرگوشیاں سی کر رہی ہوں۔ اسکے کانوں میں سرگوشیاں کی آواز آ رہی تھی لیکن وہ ہر آواز سے بے نیاز ہو کر اپنی یہ منزل طے کر رہا تھا اور آخر کار اسکے ہاتھ روشندان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے روشندان کے قریب پہنچ کر اس نے جائزہ لیا وہ اس کا بدن اس سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں۔ اور یہ دیکھ کر ایک بار پھر خوشی کا احساس ہوا کہ روشندان کی چوڑائی اتنی تھی کہ وہ اس سے باہر نکل سکتا تھا اس کے علاوہ ایک چیز جو اسے نظر آ رہی تھی وہ ذرا ہمت بندھانے والی تھی روشندان کے عین سامنے کوئی دو تین فٹ کے فاصلہ پر ایک درخت کی شاخ گزر رہی نظر آ رہی تھی اگر روشندان سے باہر نکل کر وہ اس شاخ کو پکڑ لے تو درخت کے ذریعے نیچے اتر سکتا ہے۔ ابھی وہ اسی سوچ میں تھا کہ دروازے پر پھر آہٹ محسوس ہوئی اور اس بار دروازہ کھل گیا تھا اس نے پیچھے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے اسے ایک خوفناک چیخ سنائی دی کاشف بری طرح لرز کر رہ گیا تھا اس کے پاؤں چادر کی ایک گرہ میں پھنسے ہوئے تھے اور وہ اسی پر وزن ڈال کر اپنے جسم کو سنبھالے ہوئے تھا لیکن اس نے ان دونوں شیطانوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا اور اس کے بعد وہ روشندان کے نیچے پہنچ کر چادر کو پکڑ کر زور زور سے ہلانے لگے دبلا پتلا مرد اور خونخوار عورت چادر کی اسی رسی کو زور زور سے جھٹکے دے رہے تھے تاکہ رسی اس کے پیروں سے نکل جائے اور نیچے گر پڑے لیکن کاشف بھی اس وقت زندگی اور موت کی بازی لگائے ہوئے تھا جونہی اس کے ہاتھ روشندان کے کنارے پر ٹکے اس نے پورے زور سے روشندان میں لٹکنے کی کوشش کی اور اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے روشندان کے اوپری حصہ پر جم گئے۔ پھر وہ اپنے بدن کو اوپر اٹھانے لگا۔ بڑا مشکل کام تھا اس نے نجانے کتنی دقتوں کے بعد اپنے بدن کو آدھا روشندان سے نکالا اور اس شاخ کو پکڑ لیا۔ ایک سنسنی خیز سٹوری جو صدیوں آپ کو یاد رہے گی۔

اب معلوم نہیں ایک دم کیا ہوا کہ جیپ ہچکیاں لیتے لیتے ریت کے ٹیلے کی اوٹ میں کھڑی ہو گئی شاید گرم ہو گئی ہے۔



کاشف کے ماتھے پر پسینہ اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔

یار ایسی کھٹارا جیپ پر اس سنسان بیابان رات میں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی محسن فقیر کا غصہ عروج پر تھا۔

یہ کوئی انسانیت ہے کالی اندھیری رات چاند کا نام ونشان نہیں ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہیں دیتا اس خوفناک سفر پر آنے کا شوق تھا تو پھر سواری کوئی اچھی ڈھونڈ لینی تھی اف میرے خدایا مجھے تو اس جگہ پر جن بھوتوں کا بسیرا لگتا ہے کیا خبر کل کا سورج دیکھنا ہماری قسمت میں ہے بھی یا نہیں۔

محسن فقیر کیا تم یہ باتیں کرنے سے باز نہیں آ سکتے۔ کاشف نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ماتھے پر آیا پسینہ صاف لیا۔

دیکھو ہم دونوں دوست ہیں اس کے علاوہ ہم پر کچھ فرائض کی ادائیگی بھی لازم ہے اگر وہ مسافر پیاسا مر گیا تو [illegible] انسانیت ہمیں معاف نہیں کرے گی کیا یہ [illegible] فرض میں شامل نہیں کہ اسے اطلاع ملنے پر [illegible] قسمت سے جان بچانے کی کوشش کریں کیا ہمیں [illegible] انجام دینے کی نہیں تھی۔

ہونہہ تنخواہ۔ اندھیرے سے [illegible] لہجہ تصویر بن گیا۔

جی ہاں بات صرف تنخواہ کی ہے کہ ہم جسم و جان کا رشتہ بڑی مشکل سے جوڑے ہوئے ہیں اور جسے تم فرض سمجھ رہے ہو یہ فرض سے محبت تمہاری جان بچانے کی نہیں خبر ہے کون سی جگہ پر آن کھڑے ہیں۔ وہ سامنے بھوگ ناتھ ٹیلہ ہے۔ کاشف کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

شاید نہیں یقیناً۔ یہی سامنے بھوگ ناتھ وہ ٹیلہ ہے بھوگ ناتھ آج سے صدیوں پہلے اسی ٹیلے پر چلہ کاٹتے کسی سانپ کے کاٹنے سے مر گیا تھا اب اس کی روح اپنی موت کا انتقام یہاں سے گزرنے والوں سے لیتی ہے کوئی مسافر اندھیری رات کو یہاں سے زندہ واپس جاتا ہوا کسی نے نہیں سنا پیدل ہو تو اس کی ٹانگیں مفلوج ہو جاتی ہیں سواری کے لیے جانور ہو تو اس کی ٹانگیں بھی مردہ اگر کوئی جیپ یا ٹریکٹر ہو تو ان کا انجن دوسری سانس ہی نہیں لیتا اور یوں بھوگ ناتھ اپنے شکار کا لہو پی کر اپنی پیاس بجھاتا ہے خوف کے مارے محسن فقیر کی زبان ساتھ چھوڑنے لگی تھی۔

نہیں محسن فقیر یہ محض تمہارا وہم ہے کیا تم بھی ایسی داستانوں پر یقین کرتے ہو جن کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا۔

سر پیر اب اپنے سلامت رہے تو۔ یقین بھی کر لیں گے لیکن اس سچ کو جاننے والا ابھی زندہ بچا ہے کوئی۔ کل کوئی تو بتا۔ محسن فقیر کے خشک حلق میں الفاظ اٹکنے لگے تھے

کچھ بھی نہیں دوست۔ کاشف نے اپنے سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بمشکل گویا ہوا

اپنے سامنے ایک مقصد ہے ہم نے اپنے جیتے جی [illegible] کی جان بچانی ہے جسے صحرا کی یہ [illegible] نگل لینا چاہتی ہے ہو سکتا ہے کہ اس کے پیچھے چھوٹے بچے اس کے انتظار میں ہوں کہ ان کا باپ کھلونے لے کر آتا ہے یا اس کی کوئی دلہن اس امید پر ابھی تک جاگ رہی ہو کہ اس کے سر کا سائیں اس کے جنت کا راکھا ابھی پہنچا سو پہنچا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایسی اکلوتی بہن کا بھائی ہو جو اس آس میں بیٹھی ہو کہ اس کا ماں باپ کا جایا ابھی آ کر اس کی ڈولی رخصت کرے گا۔ یا پھر بوڑھے ماں باپ۔۔۔۔

میں اور کچھ نہیں سن سکتا کاشف خدا کے لیے چپ ہو جاؤ۔ محسن فقیر پورے بدن کا زور لگائے

چیختا تھا۔

یار میں بھی ایک انسان ہوں میرے بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں بیوی ہے بہن ہے اور بوڑھے والدین۔

حوصلہ دکھاؤ تم تو یوں ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہو جیسے موت سے مکالمہ کر چکے ہو کچھ بھی تو نہیں ہوا ہم کل کا سورج طلوع ہوتا دیکھیں گے اور اسی مسافر دوستکے ساتھ دیکھیں گے کہ جو اس وقت ہماری امداد کا منتظر ہے اور دیکھنا ہم بھوگ ناتھ نیلے کا سارا طلسم توڑ کر رکھ دیں گے ہم زندگی کا پیغام ہیں ہم زندگی کی علامت ہیں۔

تم۔تم کاشف بے وقوف ہو احمق ہو وہ دیکھو وہ دیکھو بھوگ ناتھ آ رہا ہے۔ کاشف وہ ہمیں مار ڈالے گا وہ ہمارے لہو سے اپنی صدیوں کی پیاس بجھائے گا بھاگ چلو۔ محسن فقیر کی چیخیں بڑے بڑے ٹیلوں سے ٹکرا کر واپس آتی ہوئی محسوس ہوتے تھیں جیسے دور دور تلک محسن فقیر کی چیخوں کی آواز بازگشت رہی ہو جس سمت سے بھی محسن فقیر کی آواز سنائی دیتی گمان یہی ہوتا کہ بھوگ ناتھ کی روح اس کے تعاقب میں ہے کاشف نے محسن فقیر کو بازوؤں سے پکڑا اور پھر سے تسلی دینے کی ناکام کوشش کرنے لگا کچھ دیر کے بعد اس کی چیخیں تو بند ہو گئیں مگر خرخراہٹ زور سے نہ رک سکی۔

میرے خدایا میں کیا کروں۔ کاشف نے محسن فقیر کی جانب دیکھتے ہوئے اپنا سر ونڈ سکرین پر ٹکا دیا پھر اچانک کچھ سوچتے ہوئے اس نے محسن فقیر کو زور زور سے جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔

محسن۔محسن تمہیں یاد ہے ناں ہمیں یہی اطلاع ملی تھی کہ وہ مسافر زندہ یا مردہ بھوگ ناتھ نیلے سے کچھ ہی دوری پر سوکھے کنڈے کے نیچے پڑا ہے اور اگر یہ سچ ہے تو پھر ہم اس کے قریب ہیں میرے خیال میں پیدل چلتے ہیں ڈھونڈ لیں گے اسے اور ہاں یاد آیا تمہارے پاس تو پستول بھی ہے۔۔۔ہے ناں۔ محسن فقیر کے منہ سے خاموش کے علاوہ کوئی آواز نہ نکل سکی۔ محسن فقیر کو گم سم دیکھ کر کاشف جیپ کا بونٹ کھول کر دیکھنے کے لیے نیچے اترنے لگا۔

نہیں یار۔ محسن فقیر چیخ پڑا۔ نیچے نہ اترنا۔ وہ بھوگ ناتھ اس کی روح یہاں پر کسی اجنبی کے پاؤں کا نشان نہیں لگنے دیتی۔ کاشف نے سر کو جھٹکا ٹارچ اٹھائی اور جیپ کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ جبکہ محسن فقیر بدستور چیختا رہا۔ نیچے اتر کر کاشف نے جیپ کا بونٹ کھولا۔ کھٹاک۔ایک دھماکے کی طرح چاروں اطراف پھیل گئی کاشف نے سر جھٹکا کر بیٹری کی تاروں کو ابھی ہاتھ ہی لگایا تھا کہ رات کا سناٹا ایک بار پھر پستول کی آواز سے گونج اٹھا محسن فقیر بھاگ ناتھ بھوگ ناتھ چیختا ہوا فائر بھی ساتھ کرتا جا رہا تھا۔ فائر چھ ہوئے مگر یوں لگا کہ چھتیس ہوئے اس سے پہلے کہ محسن فقیر کچھ سمجھ پاتا جیپ کا دروازہ کھولا اور پوری رفتار سے سامنے دوڑ پڑا کاشف نے محسن فقیر کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔

رک جاؤ محسن تم راستہ بھول جاؤ گے محسن رک جاؤ۔ لیکن کچھ معلوم نہیں محسن فقیر میں کہاں سے اتنا تیز دوڑنے کی طاقت آ گئی تھی کہ چند لمحوں کے بعد اس کی چیخیں معدوم ہو کر رہ گئیں کاشف کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔

وہ بالکل اکیلا اس جگہ پر کھڑا تھا کہ جہاں لوگ ڈر کے مارے دن کے وقت بھی قدم رکھنے سے گھبراتے ہیں مگر اب تو وہاں چاروں اطراف اندھیرا تھا مہیب اندھیرا۔ ایک پستول تھا مگر محسن فقیر اسے بھی خالی کر کے خدا جانے کہاں

پھینک گیا تھا۔ محسن فقیر میلوں تک آگے نکل گیا تھا۔ کاشف نے ایک ایک ٹیلہ چھان مارا کوئی کونہ کوئی جھت ایسی نہ تھی کہ جسے کاشف نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھا ہو محسن فقیر کا وجود کیا اس کا سایہ بھی دکھائی نہ دیا۔ میرے اندازے کے مطابق نزدیکی آبادی میلوں دور تک دکھائی نہیں دیتی تھی جیب سے گھڑی نکال کر وقت دیکھا چمکتی ہوئی سوئیوں نے بتایا کہ رات کے پورے دس بجے ہیں میرے چاروں اطراف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ہوا میں خنکی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی بہرحال میں محسن فقیر کو ڈھونڈ لینا چاہتا تھا آخر کار میں درختوں کے ایسے جھنڈ تک پہنچ گیا اور پھر دیکھ کر میں میں مسرت کی لہریں بیدار ہونے لگیں درختوں کے اس جھنڈ کے پیچھے ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت کھڑی ہوئی نظر آئی تھی یہ عمارت بھی ہندو دھرم شالاؤں جیسی تھی یہ دھرم شالائیں کہیں کہیں ٹوٹی پھوٹی شکل میں اب بھی نظر آجاتی تھیں اور ان کے بارے میں کاشف کو علم تھا کہ ان میں پانی کے کنویں بھی ہوا کرتے ہیں اور بھولے بھٹکے مسافروں کے لیے دوسری ضرورتوں کا سامان بھی وہ عمارت کے قریب پہنچ گیا تھا دور سے یہ عمارت چھوٹی نظر آئی تھی لیکن قریب پہنچنے پر پتہ چلا کہ یہ دھرم شالا نہیں بلکہ کچھ اور شے ہے اس کے بلند دروازے پر کچھ لکھا بھی ہوا تھا۔ جسے اس وقت وہ نہیں پڑھ سکا کیوں شدید مشقت اور تھکن نے بینائی پر بھی اثرات چھوڑے تھے اونچے اونچے درختوں کے اس زبردست جھنڈ نے اس عمارت کو اپنے حلقے میں لے رکھا تھا آس پاس عجیب سا سناٹا چھایا ہوا تھا کاشف اسے دیکھنے لگا مضبوط دل نوجوان تھا بے شک ڈر انسان کی فطرت کا ایک حصہ ہوتا ہے لیکن کاشف دہری کیفیت کا شکار تھا اس نے اس ٹوٹی پھوٹی عمارت

کے بہت سے حصوں کو دیکھا ان میں سے کچھ حصے محفوظ تھے اور کچھ مخدوش کاشف یہ اندازہ لگانے لگا کہ اس عمارت میں کوئی موجود ہے یا نہیں پھر وہ عمارت میں داخل ہو گیا تھا وہ عمارت کے بیرونی حصے سے گزر کر اصل عمارت تک پہنچا جس کا دروازہ اندر سے بند تھا چند لمحات انتظار کرنے کے بعد اس نے زور زور سے دروازے پر دستک دی اور انتظار کرنے لگا لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ ویسے بھی اتنے ویران علاقے میں اس عمارت میں کسی کی موجودگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن پتہ نہیں دروازہ اندر سے کس نے بند کیا ہے ہوسکتا ہے پرانی بات ہو دروازہ پہلے سے بند ہو اس میں داخلے کا راستہ اس کے دوسرے ٹوٹے ہوئے حصوں میں سے ہو ایک لمحے تک وہ سوچتا رہا پھر دروازے کے پاس سے واپس پلٹنا یہ سوچ کر کہ کسی دوسری جگہ آرام کرلے لیکن ابھی وہ دروازے کے پاس سے واپس ہٹا بھی نہیں تھا کہ دفعتاً اس کے کانوں میں ایک ایسی آواز سنائی دی جیسے اندر کوئی چل رہا ہو۔ پھر دائیں جانب کی اونچی کھڑکی کے پٹ ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھلے غالباً کسی نے کھڑکی کھول کر یہ دیکھا کہ دروازہ کون بجا رہا ہے جیسے ہی کاشف نے کھڑکی کی آہٹ پر گردن اٹھائی کھڑکی بند ہوگئی اس کا مطلب ہے کہ اس کا خیال غلط تھا اندر کوئی رہتا ہے اور اسے دیکھنے کے بعد ممکن ہے اب دروازہ کھولنے آ رہا ہو وہ ایک بار پھر دروازے کے سامنے رک گیا اس کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا اندر سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی یہ آواز پیروں میں پہنے ہوئے سلیپروں کے فرش پر گھسٹنے کی تھی پھر دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا اور کاشف دو قدم پیچھے ہٹ کر دروازہ کھولنے والے کو دیکھنے لگا آخر کار دروازہ کھلا

اور اسے سامنے ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا لیکن اسے دیکھ کر کاشف کے بدن میں خوف کی ایک جھرجھری سی دوڑ گئی اسے یوں لگا جیسے اس کی ریڑھ کی ہڈی پر کسی نے سرد انگلی رکھ دی ہو۔ وہ ایک مردے ہی شکل کا مالک شخص تھا شانوں سے لے کر پیروں تک ایک چہرے پر اس طرح جھریاں لٹک رہی تھیں جیسے گوشت اوپر سے چپکا دیا ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک اور شخصیت بھی اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی کاشف نے اسے بھی دیکھ لیا تھا یہ ایک انتہائی دراز قامت عورت تھی مرد جتنا بدوضع اور بدصورت تھا عورت اتنی ہی حسین اور دلکش تھی سڈول بدن کی مالک یہ عورت ململ کا ایک لبادہ پہنے ہوئے تھی لیکن اس کا چہرہ اس قدر سفید تھا کہ اتنے سفید چہرے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ البتہ ایک لمحے میں کاشف نے محسوس کر لیا کہ اس سفیدی کے پیچھے خون کی گردش نہیں ہے۔ بس یوں لگتا تھا جیسے سنگ مرمر کا سفید چہرہ اس خوبصورت بدن پر چپکا دیا گیا ہو۔ عورت کے ہونٹ اتنے سرخ تھے کہ لگتا تھا کہ ابھی ان سے خون ٹپک پڑے گا اچانک ہی عورت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ اسے عجیب انداز سے دیکھ رہی تھی اور یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس کی آنکھوں سے روشنی سی خارج ہو رہی ہو کاشف کی آنکھیں جھک گئیں پھر اس نے کہا۔

کیا آپ لوگ آج شب پناہ دے سکتے ہیں۔

عورت نے اپنا سفید ہاتھ سامنے کھڑے ہوئے مرد کے شانے پر رکھا اور شاید کوئی اشارہ کیا پھر مرد کی آواز ابھری۔

اندر آ جاؤ۔

یہ آواز ایسی لگی جیسے دو ہڈیاں آپس میں ٹکرائی ہوں اور ان سے ایک کھنک سی پیدا ہوئی ہو کاشف کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ سارے حالات غیر معمولی ہیں لیکن بہرحال اب یہاں تک آ ہی گیا ہے تو آگے بھی دیکھنا چاہیے کہ باقی صورتحال کیا ہوتی ہے کاشف ان کے اشارے پر دروازے کی دہلیز پار کر کے اندر پہنچ گیا لیکن وہ بے پناہ محتاط تھا باہر کافی سردی کی جو کیفیت تھی اس نے اسے خاصی حد تک تکلیف کا شکار کر دیا گیا تھا پھر اندر داخل ہو کر مرد ایک طرف مڑ گیا اور عورت نے اسے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

آؤ۔

کاشف اس کے پیچھے چل پڑا مگر دوسرے لمحے ہی اس نے ایک انوکھی بات محسوس کی عورت آگے بڑھ کر ایک زینے کے قریب پہنچی تھی اور سیڑھیاں طے کر رہی تھی لیکن یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اس کے پاؤں اٹھ ہی نہ رہے ہوں ذرہ برابر کوئی آہٹ نہیں پیدا ہو رہی تھی جبکہ کاشف کے اپنے قدموں کی آہٹ اچھی خاصی تھی بہرحال زینہ طے کر کے وہ پہلی منزل پر پہنچ گئی اور اس کے بعد اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اسے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا کاشف نے ایک نگاہ میں دیکھ لیا کہ کمرے میں ایک مسہری بچھی ہوئی ہے لیکن غیر معمولی قسم کی وہ فرش سے بہت اونچی تھی اور اتنی بڑی تھی کہ اس پر چار پانچ آدمی بیک وقت سو سکتے ہیں۔ وہ کمرے میں داخل ہوا لیکن عورت پیچھے رک گئی تھی اس کے لبوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کی اور ایک دم واپسی کے لیے مڑ گئی کاشف کے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکلی تھی لیکن عورت نے بڑی پھرتی کے ساتھ دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا کاشف دوڑ کر دروازے کی جانب پلٹا اور اس نے دونوں ہاتھ دروازے پر رکھ دیئے بڑی خوفناک کیفیت محسوس کر رہا تھا وہ حالانکہ

شدید تھکن سے اس کا بدن بری طرح ٹوٹ رہا تھا کپڑے دھول میں اٹ گئے تھے وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا دروازہ باہر سے بند ہوگیا تھا کچھ دیر تک وہ دروازے کے قریب کھڑا رہا۔ پھر مسہری کی جانب بڑھا سب سے پہلے اس نے اپنے جوتے اتارے اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ یہ دونوں یہاں اس ویران مکان میں کیا کر رہے ہیں کاشف کو وہ دونوں اس دنیا کی مخلوق ہی نہیں معلوم ہو رہے تھے پھر کیا یہ بدروحوں کا کوئی چکر ہے ویرانوں میں بنے ہوئے ایسے مکان بدروحوں کا ہی مسکن ہوتے ہیں آہ۔۔۔ تھکن جب زیادہ غالب ہوئی تو وہ بستر پر لیٹ گیا پھر دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش یہاں غسل کرنے کا کوئی بندوبست ہوتا اس نے کمرے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں ایک طرف ایک چھوٹا سا دروازہ بنا ہوا تھا جس میں کواڑ نہیں تھے اینٹیں بے رنگ و روغن تھیں اور ان پر سے جگہ جگہ سے پلستر اکھڑ گیا تھا کافی بلندی پر ایک چھوٹا سا روشندان بنا ہوا تھا جس سے روشنی اندر آ رہی تھی ذرا دیکھوں تو سہی یہ دروازہ کیسا ہے وہ اٹھ کر دروازہ کی جانب چل دیا۔ دروازہ میں اندھیرا تھا پتہ نہیں اندر کیا ہے اسی اندھیرے میں آگے بڑھ کر وہ چند قدم آگے بڑھا تو دفعتاً اس کے ہاتھ کسی اور دروازے سے ٹکرائے اس نے اس پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اور پھر وہ ایک دم خوش ہوگیا کیونکہ دوسری طرف غسل خانہ نظر آ رہا تھا لیکن انتہائی غلیظ نامعلوم کتنے عرصہ سے اس کی صفائی نہیں کی گئی تھی کمرے میں مدھم روشنی جو روشندان سے آ رہی تھی وہ اس جگہ کو اتنا ضرور روشن کئے ہوئے تھی کہ آنکھیں اس کا جائزہ لے سکیں۔ وہ پچھ اور آگے بڑھا پھر اس نے ایک طرف لگی ہوئی ٹنکی کی ٹونٹی کھولی نہایت مدھم سی روشنی میں اس نے دیکھا کہ پانی کی پتلی دھار نکل کر غسل خانے کے فرش پر گرنے لگی ہے مگر یہ پانی گندا اور سیاہ رنگ کا تھا جس سے زنگ کی بدبو آ رہی تھی پانی کی ٹنکی اور لوہے کے پائپ میں سے خرخر کی آوازیں نکلنے لگیں اور اسے یہ اندازہ ہوگیا کہ لوہے کی یہ ٹنکی طویل عرصہ سے استعمال نہیں کی گئی غلیظ پانی سے نہانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن پھر اس نے سوچا کہ کم از کم ہاتھ پاؤں تو صاف کر ہی لے جن پر گرد کی تہیں جمی ہوئی تھیں وہ آگے بڑھا اور اس نے اپنے دونوں پاؤں سامنے کر دیئے پانی کی پتلی دھار اس کے پیروں پر گرنے لگی مگر دفعتاً ہی اس کا سانس رک گیا۔

خدا کی پناہ یہ کیا چیز ہے جو اس کے پیروں پر گرنے لگی اس نے غور سے اپنے پیروں کو دیکھا اور پھر اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور وہ اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا پاؤں ایک دم پھسلا تھا اور وہ اپنے آپ کو بیلنس نہیں کر سکا تھا کمر کے بل نیچے گرا لیکن پھر فوراً ہی تڑپ کر اٹھ گیا اور اس کے بعد وہاں سے دوڑتا ہوا باہر نکل آیا اس کا دل بری طرح دھک دھک کر رہا تھا اس کی ٹونٹی میں سے خون کی دھار نکلی اور اس کے پیروں پر خون جم گیا تھا اس کو ایک دم یہ احساس ہوا۔ وہ خون پرانا نہیں ہے کیونکہ پیروں پر گرنے کے بعد اس کا رنگ بدلنا شروع ہوگیا تھا اور اس کے تجربے نے اسے ایک لمحے کے اندر اندر بتا دیا کہ یہ انسانی خون ہے دل و چاہ رہا تھا کہ چیختا ہوا یہاں سے بھاگ جائے یہ مکان واقعی بے حد خوفناک تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

اس اچانک اور لرزہ خیز دریافت نے اس کا ذہن ماؤف کر دیا تھا وہ خوف بھری نگاہوں سے اپنے پیروں کو دیکھ رہا تھا اور اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ ایک ویران سنسان مکان میں اس قسم

کے خوفناک حالات اور اتنے بھیانک اور وحشت ناک مناظر اس کی ذہنی قوتیں سلب ہوتی جا رہی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ اعصاب کو قابو میں رکھنا اس وقت کتنا مشکل ہو رہا ہے اگر ذرا سی کم ہمتی سے کام لے تو بے ہوش ہو کر گر سکتا ہے یہ واقعات نا قابل فراموش تھے اور شاید اسے خود بھی اس پر یقین نہ آتا اگر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے اس کے پیروں پر نہ چپکے ہوئے ہوتے تو وہ شکر تھا کہ باقی کپڑے ان کی زد میں نہیں آئے تھے بہر حال اپنی انتہائی قوت ارادی سے کام لے کر وہ خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کسی طرح اپنے پیروں پر سے یہ خون صاف کرے کچھ دھبے لباس پر بھی نظر آ رہے تھے وہ مسہری پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے مسہری کے اوپر بچھے ہوئے بستر سے چادر کھینچ لی اور زمین پر بیٹھ کر اپنے پیروں کے خون رگڑ رگڑ کر صاف کرنے لگا۔

عجیب سا خون تھا تھوڑی دیر میں پیروں پر جم کر سخت ہو گیا تھا اور پیروں سے اس کی پپڑیاں اکھڑنے لگی تھیں کوشش کر کے اس نے کافی حد تک پاؤں صاف کر لیے تھے لیکن پھر بھی کچھ دھبے باقی تھے دل بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اس طرح تو وہ قیدی بن کر رہ گیا جبکہ اسے محسن فقیر اور مسافر کو تلاش کرنا تھا ایک بار پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کی طرف چل دیا اسے پتہ تھا کہ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے لیکن کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ ابھی وہ دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اسے باہر سے آہٹیں سنائی دیں کوئی دروازے کے پاس آیا تھا پھر اس طرح کی کچھ آوازیں ابھریں جیسے دروازے کو باہر سے کھولا جا رہا ہے کاشف کا سارا خون سمٹ کر کنپٹیوں میں آ گیا تھا اسے ایک لمحے میں اپنے آئندہ لائحہ عمل کا فیصلہ کرنا تھا۔

کاشف کو پوری طرح یقین تھا کہ وہ بڑی مشکل میں پھنس گیا ہے یہ عمارت اسکے لیے موت کا جال بھی بن سکتی ہے آبادیوں سے دور اس ویران مکان میں دو ایسے پراسرار وجود آخر کیا معنی رکھتے تھے لازمی امر تھا کہ وہ بدروحیں ہیں اب ان بدروحوں سے نجات کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا دروازہ تھوڑا سا کھلا اور کاشف تیار ہو گیا کہ جو کوئی بھی اندر داخل ہو اس پر حملہ کر دیا جائے لیکن ایسا لگتا تھا جیسے آنے والا اس کی نیت سے واقف ہو گیا ہو اس پر حملہ کرنے کے خیال آتے ہی وہ پھر گھبرایا تھا دروازہ جتنا کھلا تھا فوراً ہی بند ہو گیا اور بعد میں شاید اسے باہر سے دوبارہ بند کر دیا گیا۔ کاشف ساکت کھڑا رہا۔ اسنے سوچا کہ ممکن ہے کوئی دوبارہ دروازہ کھولنے کی کوشش کرے لیکن دوبارہ ایسی کوشش نہیں کی گئی کافی دیر تو وہ کان لگائے کھڑا رہا کوئی آواز نہیں آئی کاشف کی نگاہیں پھر ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگیں قرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں تھا دفعتاً اسے وہ روشندان نظر آیا۔ جو چھت کے قریب تھا اس نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا اور اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں روشندان میں سلاخیں وغیرہ نہیں تھیں اگر کسی طرح اس تک پہنچ جایا جائے تو اس بات کے امکانات ہیں کہ اس سے باہر نکلا جا سکے کاشف اس تک پہنچنے کا راستہ تلاش کرنے لگا اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ بازی گروں کی طرح روشندان تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ پھر اس کی نگاہ بستر کی چادر کی جانب اٹھی صرف یہی ایک ترکیب تھی اس نے چادر اٹھائی اور اس کی مضبوطی کا اندازہ کرنے کے بعد اس کے آٹھ آٹھ انچ کے چوڑے ٹکڑے کرنے لگ پھر ان ٹکڑوں کو آپس

میں جوڑ کر اس نے گرہیں لگائیں وہ انہیں رسی کی
شکل دے رہا تھا اس کام سے فارغ ہو کر وہ کوئی
ایسی چیز تلاش کرنے لگا جس سے روشندان تک
پہنچا جاسکے۔کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تو ایک
بار پھر وہ غسل خانے کے پاس پہنچا غسل خانے
میں قدیم طرز کی ٹونٹی لگی ہوئی تھی جس میں ایک لمبا
پائپ پھنسا ہوا تھا۔اگر کسی طرح یہ پائپ نل
جائے تو یہ ٹونٹی آکر رسے کا کام دے سکتی ہے ویسے
بہت سی مہمات سر کی تھیں لیکن بدروحوں سے پہلی
بار مقابلہ ہوا تھا اس لیے ذرا سی آہٹ پر بدن میں
سرد لہریں دوڑ جاتی تھیں نل کو چھوتے ہوئے بھی
ایک دم سے اسے احساس ہوا کہ اس پائپ
میں خون بھرا ہوا ہے اور یہ خون اسی ٹونٹی کے
ذریعے نیچے آیا تھا لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ
کار نہیں تھا۔کہ اسی کو استعمال کیا جائے چنانچہ
اسنے اسکو پکڑا۔پرزور آزمائی کی پہلے اسے اوپری
جانب موڑا اور اس کے بعد وہ ٹوٹ کر کاشف کے
ہاتھ میں آگیا لیکن اب اس سے خون نیچے نہیں
گرا تھا وہ پائپ کو چادر کی رسی میں باندھنے لگا
اور اس کے بعد اس نے اس ٹکڑے کو بڑی
مہارت کے ساتھ روشندان میں پھینکا اور ایک
لمحے کے لیے اسے خوشی کا احساس ہوا کہ پائپ
روشندان میں جا پھنسا تھا پہلے اس نے اس کی
مضبوطی کا اندازہ لگایا اور اسکے بعد ہی رسی کے
سہارے اوپر چڑھنے لگا۔اسے یوں لگ رہا تھا کہ
جیسے بہت سی آنکھیں اس کا جائزہ لے رہی ہوں
اور وہ سرگوشیاں سی کر رہی ہوں۔اسکے کانوں میں
سرگوشیاں کی آواز آرہی تھی لیکن وہ ہر آواز سے
بے نیاز ہو کر اپنی یہ منزل طے کر رہا تھا اور آخر کار
اسکے ہاتھ روشندان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے
روشندان کے قریب پہنچ کر اس نے جائزہ لیا کہ اس
کا بدن اس سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں۔اور یہ
دیکھ کر ایک بار پھر خوشی کا احساس ہوا کہ روشندان
کی چوڑائی اتنی تھی کہ وہ اس سے باہر نکل سکتا تھا
اس کے علاوہ ایک چیز جو اسے نظر آرہی تھی وہ
ذرا ہمت بندھانے والی تھی روشندان کے عین
سامنے کوئی دو تین فٹ کے فاصلہ پر ایک درخت
کی شاخ گزرتی نظر آرہی تھی اگر روشندان سے
باہر نکل کر وہ اس شاخ کو پکڑ لے تو درخت کے
ذریعے نیچے اتر سکتا ہے۔

ابھی وہ اسی سوچ میں تھا کہ دروازے پر پھر
آہٹ محسوس ہوئی اور اس بار دروازہ کھل
گیا تھا۔اس نے پیچھے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے
اسے ایک خوفناک چیخ سنائی دی کاشف بری طرح
لرز کر رہ گیا ابھی تک اس کے پاؤں چادر کی ایک
گرہ میں پھنسے ہوئے تھے اور وہ اسی پر وزن ڈال
کر اپنے جسم کو سنبھالے ہوئے تھا لیکن اس نے ان
دونوں شیطانوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا اور اس
کے بعد وہ روشندان کے نیچے پہنچ کر چادر کو پکڑ کر
زور زور سے ہلانے لگے دبلا پتلا مرد اور خونخوار
عورت چادر کی اسی رسی کو زور زور سے جھٹکے دے
رہے تھے تاکہ رسی اس کے پیروں سے نکل جائے
اور نیچے گر پڑے لیکن کاشف بھی اس وقت زندگی
اور موت کی بازی لگائے ہوئے تھا جونہی اس کے
ہاتھ روشندان کے کنارے پر ٹکے اس نے پورے
زور سے روشندان میں لٹکنے کی کوشش کی اور اس
کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے روشندان کے اوپری
حصہ پر جم گئے۔پھر وہ اپنے بدن کو اوپر اٹھانے
لگا۔بڑا مشکل کام تھا اس نے نجانے کتنی دقتوں
کے بعد اپنے بدن کو آدھا روشندان سے نکالا
اور اس شاخ کو پکڑنے کی کوشش کی جس کے صحیح
فاصلہ کا اسے اندازہ نہیں تھا لیکن خوش نصیبی ساتھ
دے رہی تھی کہ شاخ اس کے ہاتھ میں آگئی
اور دوسرے ہی لمحے وہ اس شاخ کو پکڑنے لگا

اور وہ روشندان کے بقیہ حصہ سے بھی باہر نکل گیا درخت کی یہ شاخ دور چلی گئی تھی کاشف بندر کی طرح اچھل اچھل کر آگے بڑھنے لگا شاخ زیادہ مضبوط نہیں تھی کسی بھی لمحے ٹوٹ سکتی تھی کاشف اس وقت اپنی تمام تر مہارت کو استعمال کر رہا تھا اور یہ بھی اپنی شاخوں کے ذریعے اس احاطے کی دیوار کو پار کر گیا تھا وہ بندروں کی سی پھرتی کے ساتھ دوسری شاخ پر پہنچا اور اس کے بعد اسی رفتار سے آگے بڑھتا ہوا عمارت کی دیوار کو عبور کر کے نیچے کود گیا۔ اسے اپنے پیچھے ہولناک چیخیں سنائی دے رہی تھیں ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ دوسرا فولادی اعصاب کا مالک نہ ہوتا تو نجانے کیا ہوتا نیچے قدم ٹکتے ہی اس نے تیزی سے دوڑ لگا دی۔ یہ اس کی زندگی کا ہولناک ترین واقعہ تھا جب اسے بدروحوں سے مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا دل لگ رہا تھا جیسے پسلیوں سے نکل جائے گا نجانے کتنی دیر تک وہ دوڑتا رہا۔

رات کا اندھیرا صبح کی روشنی میں تحلیل ہونا شروع ہوا کچھ اندھیرا کچھ کچھ حد نگاہ تک ایک وجود کے اندر دوسرا وجود کہیں پھیلتا ہوا کہیں سمٹتا ہوا اب کہیں اندھیرا زیادہ تھا اور کہیں کہیں اجالا کہ اتنے میں کاشف کو ایک انسانی جسم نظر آیا جو دور ٹیلے پر اوندھا پڑا تھا۔ نزدیک پہنچ کر وہ تیزی سے اس کے پاس پہنچا۔

مٹی مٹی ملبوس وجود آدھا مٹی میں دھنس چکا تھا شاید کچھ دیر تلک تک یہاں کوئی نیا ٹیلہ بن چکا ہوتا کاشف نے مٹی جھاڑ کر اسے مٹی سے باہر کھینچا سیدھا کیا مگر وہ محسن فقیر نہیں کوئی اجنبی مسافر تھا جیسے پیاس نے اس کے سارے جسم کا خون خشک اور ہونٹ لکڑی کر دیئے تھے مگر اس کے وجود کی نبض پھر بھی چل رہی تھی کاشف کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اس نے اجنبی کو کندھے پر ڈالا اور چل پڑا ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ کاشف کو ایک اور جسم پڑا ہوا نظر آیا اس کا دل اتنے زور سے دھڑک اٹھا کہ جیسے ابھی پسینہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ وہ تیزی سے پاس پہنچا یہ لاش بھی محسن فقیر کی یوں لگا تھا جیسے دیو نے اس کا سانس پی لیا ہو۔ کاشف کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو محسن فقیر کے چہرے پر آن گرے اور بولا۔

دوست زندگی تو مقصد کا نام ہے جستجو کا نام ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو ہم کیا ہیں مٹی کے بے جان مجسمے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری یہ کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا میں خوفناک کی محفل میں پہلی نیا نیا انٹر ہوا ہوں میری انٹری آپ کو کیسی لگی اپنی رائے ضرور دینا مجھے شدت سے انتظار رہے گا۔

غزل

میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا تجھے بھول جا
یہ دکھوں کی لمبی مسافتیں کبھی غم میں کبھی جا نہیں
یہ ذرا ذرا سی رنجشیں شکایتیں کہیں کر نہ دے ہمیں جدا
میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا تجھے بھول جا
میں غریب مفلس بے اماں میرے ساتھ تو جائے گی کہاں
میری بات پگلی تو مان لے ذرا سوچ لے ذرا جان لے
تجھے دے سکوں گا میں کیا بھلا تجھے بھول جا
میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا تجھے بھول جا
تو ہے خوب صورت دل نشیں تجھے مل ہی جائے گا ہم نشیں
تو تلاش کر نیا ہمسفر مجھے پھرنے دے یونہی در بدر
میرے پاس دکھوں کے سوا ہے کیا میرے ہم نفس میرے ہمنوا
میرے ہم نفس میرے ہمنوا مجھے بھول جا تجھے بھول جا

رانو بابر علی ساغر۔ مبارک پور

سبز موت

۔۔۔تحریر: محمد وارث آصف۔واں بچھراں۔0335.7082008

رات کی تاریکی مزید بڑھ گئی پوری بستی کے لوگ خوف کے مارے گھروں میں دبکے ہوئے تھے اور خیر کی دعائیں کر رہے تھے ساری بستی میں ہو کا عالم تھا کتے بھی خوفزدہ تھے اور دبکے ہوئے تھے کہیں کوئی اکا دکا ہمت کر کے آواز بلند کرتا پھر وہ بھی خاموش ہو جاتا پوری کی پوری گلیاں سنسان اور ویران تھیں اچانک بستی سے ایک ہیولہ سا نمودار ہوا اس کے اردگرد سبز غبار سا تھا یوں لگتا تھا کہ جیسے یہ سبز غبار اس کے جسم سے نکل رہا ہو اسکے چلنے کی رفتار بے حد تیز تھی وہ سنسان گلیوں سے ہوتا ہوا اسٹیشن کی طرف بڑھنے لگا بڑھتے بڑھتے اس کا رخ تنی گودام کی جانب ہو گیا جہاں دن بھر کا تھکا ہوا پریتم سو رہا تھا سایہ چلتا ہوا پریتم کے پاس آ کر چارپائی پر جھکا جیسے اس کے سونے یا جاگنے کا یقین کر رہا ہو مگر پریتم شاید جاگ رہا تھا جبھی اس نے تیزی سے آنکھیں کھول کر اس ہیولے کو دیکھا تو خوف کے مارے اس کی آنکھیں کھلی ہی رہ گئیں اچانک پریتم کے جسم پر سبز غبار کی ایک پھوار سی پڑی جس میں وہ [illegible] ابھی وہ اسی کشمکش میں تھا کہ اچانک ہیولے کے جسم میں تیزی سے تبدیلی آئی عضو سکڑنے لگے اور [illegible] ایک نیا وجود تخلیق ہونے لگا پریتم کا پورا جسم اس غبار میں گم ہو گیا اچانک وہ وجود سمٹ کر ایک [illegible] میں تبدیل ہوا ایک اچھا دری ناگن تھی وہ شاید پریتم کو اپنا شکار بنانے آئی تھی اسکی آنکھوں کی [illegible] نے پریتم کو بے بس سا کر دیا وہ نہ تو چیخ سکا اور نہ ہی اس نے کوئی مزاحمت کی وہ اچانک چارپائی پر چڑھی اور پریتم کے [illegible] رینگنے لگی اچانک اس نے اپنا پھن اٹھایا اور اپنا زہر پریتم کے جسم میں پیوست کر دیا اسکا جسم کانپنے لگا مگر اس کے منہ سے آواز تک نہ نکلی ناگن نے اس پر بس نہ کیا وہ برابر اپنا زہر اس کے جسم میں اتارتی رہی اور اس کا جسم سکڑتا چلا گیا۔ تھوڑا سا سکڑنے کے بعد پریتم کا جسم [illegible] لگا اور [illegible] چھوٹا [illegible] درمیان سے پھٹا اور سبز [illegible] نکلنے لگا اور پریتم کی [illegible] تھیں اس کا [illegible] دیتا تھا وہ بھی اس سبز موت کا شکار ہو چکا تھا اب [illegible] اور جہاں سے آئی [illegible] پریتم کی لاش [illegible] پڑی تھی [illegible] یہ منظر اپنی [illegible] آنکھوں سے دیکھ رہا تھا خوف سے میرا حال برا تھا مجھ میں ہمت نہ تھی کہ میں [illegible] ناگن کے ہاتھوں پریتم کو بچا تا مجھے کیا ہو گیا تھا میری ہمت جیسے جواب دے گئی تھی میں [illegible] ہو گیا تھا۔ مجھ پر ایک کپکپی طاری تھی جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میرے سامنے جو کچھ بھی ہو رہا تھا میں اسے دیکھ رہا تھا ایک [illegible]

مجھے تب معلوم ہوا جب میں ریلوے ملازم ہوا اور مسٹر برگ جیسا انگریز افسر سے واسطہ پڑا چست اور سمارٹ عمر چالیس سال سے اوپر تھی اور ایک نمبر کا

کی نوکری کرنا بھی بڑے دل گردے کا کام انگریز [illegible] اور بندے [illegible] [illegible] اور [illegible] کی گنجائش [illegible]



ایماندار اور کھڑوس میں آزاد پنچھی تھا اس لیے اکثر چھوٹی موٹی غلطی کر جاتا اور پھر ڈانٹ کی صورت میں مجھے پھلوں کے بنڈل اور بھنے ہوئے چنے ملتے جنہیں میں نہایت بے بسی سے چباتا رہتا۔ منہ سے تو میں کچھ نہ بولتا مگر دل میں ایسی ایسی صولاتیں بناتا کہ اگر مسٹر برکلے ان میں سے ایک آدھ بھی سن لیتا تو دونالی بندوق کے دونوں فائر ہی مارتا اس سے کم سزا کی توقع نہ تھی مسٹر برکلے خیر اتنا کھڑوس تو نہ تھا جتنا اک واقعہ کے بعد نہ جانے کہاں سے اس کے اندر میرے لیے عداوت بیدار ہوئی تھی اور اس واقعہ کا سارا نزلہ مجھ پر گرا وہ مجھے اکثر ایسے دیکھتا گویا ابھی میرا تکہ کباب بنا کے ہڑپ کر جائے گا اور میں اسے دیکھ کر اکثر جھینپ سا جاتا اور حتی القدر کوشش کرتا کہ دوران ڈیوٹی میرا اس سے سامنا کم ہی ہو مگر چونکہ میں ملازم تھا اس لیے اس سے اکثر ٹاکرا ہو جاتا اور پھر برکلے صاحب چند دن قبل ہی انگلستان سے نئی نویلی چھمک دلہن بیاہ لائے تھے اور ہنی مون پر بیگم نے فرمائش کی تو وہ رہ نہ سکے اور چل دیئے۔

بیگم کا نام جولی تھا مگر جسامت کچھ ایسی تھی کہ اگر جولی کی جگہ ڈھولی نام ہوتا تو بڑا ہی سوٹ کرتا ایک دم موٹی بھینس جیسی اور رنگ ایسے تھا گویا تندوری ہنی مون کے لیے جنگل کا انتخاب کیا گیا جس کی کوئی خاص وجہ نہ تھی اور جنگل بھی وہی جہاں بھوت پریت بڑے مزے سے آباد تھے حیرت ناک بات یہ تھی کہ اس جنگل میں کچھ دن گزارنے کے لیے نہ تو ان کے پاس کوئی ٹینٹ وغیرہ تھے اور نہ ہی کھانا صرف ایک ٹفن باکس ہی تھا جو جولی صاحبہ نے گاڑی سے اترتے ہی کھا لیا اور برکلے صاحب اس کا منہ تکتے رہ گئے کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی جولی صاحبہ پر ایک سانپ نے حملہ کیا مگر برکلے صاحب نے اسے مار کر درخت پر سجا دیا برکلے صاحب کی اس دیدہ دلیری سے جولی صاحبہ خاصی متاثر ہوئی اسے خاصا پیار کیا مگر رنگ میں بھنگ پڑ گیا۔ اچانک ہی جولی کو محسوس ہوا کہ کوئی انہیں دیکھ رہا ہے جولی نے برکلے کو پرے کیا وا اس کی دائیں جانب نگاہ اٹھی جہاں ایک بوڑھی عورت انہیں بڑی حیرت سے تک رہی تھی وہ دونوں اسے یوں گھورتے ہوئے دیکھ کر تھوڑے شرمندہ ہوئے اور پھر پور نگاہ اس پر ڈالی وہ بڑھیا کیا تھی جھریوں کا ایک مجسم تھی اور لٹکتے ہوئے جسم کا شاخسانہ ہاتھ میں اس کی لاٹھی اور آنکھیں ایسی گویا ساحر اعظم بڑھیا نے خاموشی کا سکوت توڑا اور بولی۔

تو تم ہنی مون منانے آئے ہو مگر مجھے ایک بات بتاؤ کہ کس کم بخت نے تمہیں ادھر ہی ہنی مون منانے کا مشورہ دیا وہ کون نابنجار تھا جس نے تمہیں ادھر بھیجا کیا اس بھری دنیا میں تم کو اور کوئی جگہ نہ ملی جو ادھر منہ اٹھائے چلے آئے تم جانتے نہیں کہ یہ میرا علاقہ ہے میں یہاں ہر آنے والے کو کھاتی پہلے ہوں اور پوچھتی بعد میں ہوں۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے بڑھیا ایک دم سے چھلاوہ بنی اور اس کے دانت لمبے ہوئے چہرہ سکڑ کر لمبا اور ناک عجیب ہی شکل میں آ گئی بڑھیا نے لاٹھی زور سے برکلے کی طرف اچھالی اور خود جولی کی طرف لپکی برکلے صاحب شاید اس اچانک حملہ کے لیے تیار نہ تھے اس لیے لاٹھی کی ضرب لگوا بیٹھے بڑھیا نے اڑتے ہوئے جولی کو گرایا اور اس کی گردن میں دانت گاڑھنے چاہیے مگر نہ جانے کیسے برکلے صاحب نے پھرتی سے خنجر نکال کر بڑھیا کے جسم میں گاڑھ دیا اور جولی کو بچایا جولی کا دہشت سے خون خشک ہو گیا تھا اس لیے وہ شدید خوف میں جدھر منہ آیا بھاگ اٹھی۔

برکلے اس کے پیچھے بھاگے اتنا تو وہ جان گئے تھے کہ وہ آسیب زدہ جنگل میں پھنس گئے ہیں اور اب

وہ اس منحوس عورت کو جی بھر کے کوس رہے تھے جس نے انہیں ادھر ہنی مون کے لیے بھیجا تھا جولی تو اس عورت پہ یوں گرم تھی کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ اس کے ٹوٹے ٹوٹے کر کے کیڑیوں کے ساتھ کھاتی جولی شدید گھبراہٹ میں بھاگتے بھاگتے تھک گئی تو ایک جگہ رک گئی اور پیچھے مڑ کے دیکھا برکلے اس کے پیچھے ہی تھا اس نے چاروں طرف دیکھا اور تسلی کی کہ کہیں بڑھیا تو نہیں آ رہی برکلے نے اسے جلد ہی آلیا۔ اور اسے خاصی تسلی دے کر اس کو پُرسکون کیا اور واپسی کی طرف مڑے مگر مڑتے ہی اچانک انہوں نے ریڈ نیکلس میں ایک لڑکی کھڑی دیکھی لڑکی ویسے تو ہوتی باقی لیکن یہ کیا اس کا سر نہ تھا برکلے کی ہمت جواب دے گئی اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جولی کا تو وہ حال تھا کہ گویا کوئی تو ہوشیں۔

آپ نے میرا سر نہیں دیکھا ہے۔ اچانک ہی وہ لڑکی نہ جانے کہاں سے بولی ویسے مجھے اس سر کی خاص ضرورت نہیں ہے مگر مجھے وہ نیکلس پہننا ہے اس نے دائیں ہاتھ میں ایک جھلملاتا ہوا نیکلس لہرایا برکلے نے مڑ کر جولی کو دیکھا وہ بے ہوش ہونے کے قریب تھی برکلے نے دہشت زدہ ہو کر کہا۔

نن۔۔نہیں۔۔

اچھا۔ مگر مجھے یہ نیکلس پہننا ہے اور اس کے لیے سر کا ہونا ضروری ہے لڑکی نے شدید افسردہ ہو کے کہا۔ تمہاری گردن مجھے فٹ نہیں آئے گی ہاں تمہاری بیوی کی آ جائے گی اس نے جولی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ذرا تھنک کیا تم مجھے اپنا سر ادھار دو گی۔ نہ دو تب بھی دے دو نہیں تو میں زبردستی لے لوں گی۔

اس نے اتنا کہا اور جولی دھڑام سے گری اور بے ہوش ہو گئی برکلے کو اور تو کچھ نہ سوجھا اپنا ویپن خنجر نکال کر لڑکی جانب اچھال دیا لڑکی کے عین دل پر لگا اور وہ مر گئی لڑکی سے تو جان چھوٹ گئی مگر بے ہوش جولی کو ہوش میں لانے کے لیے اسے نہ جانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑے۔ وہ بار بار جولی کے منہ پر ہلکی تھپڑ بھی لگاتا اور خوب جی بھر کے اس عورت کو کوستا جس کے طفیل وہ ادھر ہنی مون منانے آئے۔

اس کے بعد تو کوئی واقعہ نہ ہوا اور وہ گھر آ گئے مگر برکلے کی دوست کو برکلے اور جولی نے ایسی صلواتیں سنائیں کہ اگر اس میں رتی بھر بھی غیرت ہوتی تو وہ پھر کسی کو مشورہ نہ دیتی برکلے نے تو زبان کے ہتھیار سے کام چلا لیا مگر جولی نے اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور تھپڑ بھی لگائے۔

بے وقوف جاہل کتیا اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو تیرا دادا مجھے بچاتا تم کو ہمیں ادھر بھیجنے کی بھلا کیا ضرورت تھی کیا اور دنیا نہیں تھی تم کو ہمیں مروانے کے لیے جنگل ہی ملا تھا منحوس نہیں کی اس کے منہ میں جو آیا بکتی چلی گئی۔

بناری نے اتنی عزت افزائی ہونے کے بعد توبہ کر لی کہ پھر وہ کسی کو کوئی مشورہ نہیں دے گی اس نے تو انہیں وہاں اس لیے بھیجا تھا کہ جنگل کی زندگی وہ انجوائے کریں اسے کیا پتہ تھا کہ وہ جنگل آسیب زدہ ہوگا اب اس میں بھلا اس کا کیا قصور تھا اگلے دن برکلے صاحب نے ہمیں سارا واقعہ سنایا جسے سن کر میں بے اختیار قہقہے لگانے لگا بس میرا اتنا ہی قصور تھا اور پھر برکلے صاحب کے زیر عتاب آ گیا۔

ایک دن کی بات ہے کہ شہر کا ایک معروف زمیندار رام لعل جو انگریز افسر کا خاصا وفادار تھا جلد ہی گھر جانے کے لیے اسٹیشن پر آیا تو میں اس کی خدمت اس کی مرضی کے مطابق نہ کر سکا کیونکہ فرسٹ کلاس ویٹنگ روم مرمت کے باعث قابل استعمال نہ تھا اور وہاں مستری کام کر رہے تھے اس نے تھرڈ کلاس میں اتنی جگہ نہ تھی کہ میں ان کو ... سے

بٹھاتا یا انکو کرسیاں پیش کرتا انکے ساتھ کئی افراد اور بھی تھے۔ بہرحال گاڑی آئی اور وہ سوار ہو گئے مگر مگر قلی شیوتارائن منہ لٹکا کر افسردہ چہرہ لیے میری طرف آیا اور بولا۔

باؤ جی یہ اچھا نہیں ہوا۔ اس نے سٹول پر بیٹھتے ہوئے اور سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

کیوں۔ کیا ہوا۔ میں نے رقم کا اندراج کرتے ہوئے چونک کر اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا

وہ رام لعل برے تاثر لے گیا ہے ادھر سے وہ کس لیے۔ میں نے رجسٹر بند کیا۔

میں نے اسے گاڑی میں سوار کرایا ہے اس نے بڑے تیکھے انداز میں کہا تھا کہ تمہارا ٹکٹ دینے والا بابو ماسٹر کچھ زیادہ ہی خود اعتماد ہو گیا ہے میں جا رہا ہوں مگر اس کا بندوبست کر کے ہی لوٹوں گا اتنا کہہ کر شیوتارائن نے سگریٹ کے لمبے کش لینے شروع کر دیئے میں پریشان ہو گیا کیونکہ تو میرا سینئر افسر مجھ سے نالاں تھا دوسرا انکا چچا بھی ناراض ہو گیا تھا بڑے صاحب بھی میرے سینئر افسر تھے وہ پہلے ہی ہنی مون والے واقعے کو سننے کے بعد میرے بے اختیار قہقہے لگانے پر اپنے اندر غصے کے لیے زہر بھرے بیٹھے تھے اب ان کو اچھا خاصا بہانہ مل گیا تھا ویسے میں تو ہونی اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار رہا تھا بھلا جب سارے سٹاف نے ان کا مذاق اڑایا اور تعزیت کی تو پھر بھلا ہنسنے کی کیا ضرورت تھی مجھے ہنی مون کے دوران جو بھی ہوا بڑھیا اور بغیر سر والی لڑکی اور سر کا ادھار مانگنا وہ بھی نیکلس کے لیے یقیناً کوئی ہنسنے والی تو نہ تھی مگر مجھے ہنسی تو اس منحوس عورت پر آئی تھی جس نے ان میاں بیوی کو ادھر ہنی مون پر بھیجا تھا ویسے وہ عورت بھی حقیقی معنوں میں بے وقوف تھی اور جوتی کی بات بالکل درست تھی کہ پوری دنیا میں کیا ہمارے ہنی مون کے لیے وہ یہی ملا تھا اور جگہ نہیں تھی کیا

بہرحال مجھے خود حیرت تھی کہ اس عورت نے ان دونوں کو ایسا مشورہ کیوں دیا جس کا نتیجہ وہ آدم خور بڑھیا اور سر کٹی لڑکی کی صورت میں ان پر آفت بن کر ٹوٹا۔ بڑے صاحب میری اس حرکت پر سخت ناراض تھے سٹاف ممبر اس نے بھی مجھے کوسا تھا لیکن جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا وہ تو تاہم واپس تو نہیں آ سکتا تھا مجھے اب فکر اس بات کی تھی کہ خدانخواستہ رام لعل نے انگریز کو الٹی سیدھی پٹی نہ پڑھا دی ہو یا کہیں بڑے صاحب کو اس کا علم نہ ہو چکا ہو میں پریشان رہا اور پھر وہی ہوا جس کا مجھے شک تھا میرا تبادلہ بڑے صاحب نے بڑے اسٹیشن سے برانچ لائن کے چھوٹے اسٹیشن پر کر دیا تھا اس سے اگلے دو گھنٹے بعد نیا اسٹیشن ماسٹر میرے سر پر آ موجود تھا یہ سب کچھ اتنی تیزی سے رونما ہوا کہ میں کوئی بھی مزاحمت نہ کر سکا میری جگہ مجراب کا ہندو اسٹیشن ماسٹر ارجن داس تھا اس نے مجھے اپنے آرڈر لیٹر دکھائے اور نہایت ہمدردی سے یوں اچانک میرے بخت پور جیسے علاقے میں ٹرانسفر پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا۔

ہیڈ کوارٹر نے مجھے جلد سے جلد ادھر آنے اور چارج لینے کا آرڈر دیا ہے۔ میں خود حیران ہوں کہ ایسا کیوں ہوا۔

میں نے اسے مختصر الفاظ میں بڑے صاحب کے ہنی مون ایڈونچر اور پھر رام لعل کا واقعہ سنایا تو اس نے حیرت کا اظہار کیا اور بولا۔

بس یار یہ انگریز لوگ ہمیں انسان کا درجہ نہیں دیتے انکا بس نہ چلے ورنہ یہ ہمیں بھگوان کے پاس پہنچا دیں لیکن چونکہ تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور تم میرے ہم وطن ہو اس لیے وہ دو دن تک ہیڈ کوارٹر کو چارج لینے کی رپورٹ نہیں کرتا اس دوران اگر تم تبادلہ رکوا سکتے ہو تو رکوا لو۔ میری جتنی بھی مدد کی ضرورت ہو میں تیار ہوں

میں ارجن داس کی اس بات پر حیرت زدہ بھی

ہوا اور خوش بھی ہوا۔ اس نے اگلے دو دن تک ہر جگہ منہ مارا بڑے رئیس لوگوں کے پاس گیا مگر سب نے ٹرخا دیا اور پھر شدید بے بسی کے عالم میں میں نے چارج چھوڑ دیا اور گلے کو ہٹی موں کے لیے جنگل میں جانے والی اس عورت کو دل میں جی بھر کے کوستا ہوا بخت پورہ چلا گیا اچھے خاصے شہر سے اٹھا کر مجھے ایک ویران سنسان علاقے میں پہنچا گیا اور میں افسوس سے ہاتھ ہی ملتا رہ گیا۔

بخت پورہ آتے ہی مجھے وہاں ہر چیز بالکل تیار ملی میں نے آتے ہی شہر کا جائزہ لیا ایک چھوٹا سا قصبہ جس کی آبادی ڈیڑھ دو ہزار تھی شہر کے ساتھ ایک گھنا جنگل بھی تھا مسلمان اور ہندو تعداد میں برابر تھے کچھ سکھوں کے بھی گھر تھے اسٹیشن کے ساتھ ساتھ دور تک کیکر کے درختوں کا سلسلہ تھا جو اس گاؤں سے ہوتا ہوا جنگل میں گم ہو جاتا تھا بخت پورہ کے اسٹیشن ماسٹر کا نام نذر علی تھا نذر علی کے ساتھ چھ سرکاری ملازم تھے نذر علی میرے اس تبادلے پر بے حد خوش تھا شاید اس کی ایک وجہ میرا مسلمان ہونا تھا نذر علی مجھے اپنے گھر لے گیا اور ایک پرتکلف دعوت دی نذر علی جوان اور غیر شادی شدہ تھا گھر میں ماں اور باپ کے علاوہ کوئی نہ تھا نذر علی کی ماں نے مجھے بہت پیار دیا اور اصرار کر کے مجھے اپنے ہی گھر میں ٹھہرا دیا جسے میں رد نہ کر سکا۔ رات میں قہوے کا دور چلا تو اس نے مجھے یہاں سے گزرنے والی گاڑیوں سے آگاہ کیا یہاں صرف دو مسافر ٹرینیں رکتی تھیں اور کبھی کبھار مال ٹرین ریلوے اسٹیشن بخت پورہ سے ذرا فاصلے پر تھا اس لیے اسٹیشن پر وہی لوگ تھے جن کا واسطہ اسٹیشن سے یا پھر سرکاری محکموں سے تھا مثلاً محکمہ جنگلات، انہار وغیرہ۔ بحرحال میں چند دن بعد نذر علی دوسری جگہ ٹرانسفر ہو کر چلا گیا۔

یہاں مجھے ایک رہائشی کوارٹر ملا تھا جو کہ چھوٹے چھوٹے تین کمروں پر مشتمل تھا یہ اسٹیشن کی عمارت سے ذرا ہٹ کے بنایا گیا تھا۔ یہاں پر میرا عملہ ایک کانٹے والا ایک جھاڑو والا ہی تھا ٹکٹ میں خود ہی دیتا گاڑی خود ہی گزارتا اور ٹکٹ بھی میں خود ہی چیک کرتا تھا یہاں پر میرا ایک ملازم بھی تھا جس کا نام پریتم تھا وہ رات کو تمام بتیاں روشن کرتا اور صفائی سے لے کر میرا ذاتی کام تک کرتا تھا چند روز بعد اس نے میرے کوارٹر کا بھی تمام انتظام اپنے سر لے لیا۔

یہاں پر کبھی کبھار ریلوے اسٹیشن پولیس بھی چکر لگا لیتی جو ایک ٹرین سے اتر کر دوسری ٹرین سے واپس چلی جاتی تھی صبح میں گاڑی گزار کر لمبی تان کر سو جاتا اور اس دوران پریتم میرے کمرے کے باہر بیٹھا اونگھتا رہتا۔ شام کی گاڑی اکثر رات کو آتی اور بعض اوقات کئی کئی گھنٹے لیٹ ہو جاتی تو اکثر اسٹیشن پر رونق سی آجاتی اور مختلف لوگوں سے مل بیٹھنے کا موقع مل جاتا اس علاقے میں یوں تو سارے مذاہب کے لوگ آباد تھے مگر ہندو خاصی تعداد میں تھے۔

نذر علی نے جاتے جاتے مجھے سخت تاکید کی تھی کہ اس گاؤں کے ہندو خاصہ کینہ پرور ہیں اور ان سے ہوشیار رہنا میرا نام صداقت علی تھا ہم تین بہن بھائی تھے سب سے بڑا میں تھا پھر بھائی اور پھر بہن تھی والد صاحب کی کریانہ کی دکان تھی۔ مجھے ادھر آئے ہوئے تین ماہ گزر گئے والد صاحب دو دفعہ چکر لگا گئے تھے اس دوران انہوں نے میرے ٹرانسفر کی بے حد کوشش کی مگر ناکام رہے بحرحال بڑے صاحب اور اس بے وقوف مشورہ دینے والی نامراد عورت کا کیا دھرا میں ادھر بھگتتا رہا۔

ایک دن موسم ابر آلود تھا ساون کا مہینہ تھا اس لیے بارش وقفے وقفے بعد ہو جاتی تھی اسٹیشن پر لوگوں کا خاصا رش تھا ٹرین لیٹ تھی اور لوگ اس انتظار میں تھے کہ کب ٹرین آئے اور وہ کب اپنے سفر پر روانہ ہوں اس بے چینی میں مسافر ادھر ادھر

منہ مار رہے تھے کچھ اسٹیشن پر گھوم پھر رہے تھے یا ایک جگہ بیٹھے تھے میں سبز اور لال جھنڈی بغل میں دبائے ٹکٹ گھر کا دروازہ بند کر کے باہر آیا تھوڑی دیر بعد مسافروں میں ہلچل سی ہوئی جس کا مطلب تھا کہ ٹرین آنے والی ہے اسلیے میں ٹکٹ گھر سے باہر آ گیا اور واقعی تھوڑی دیر بعد گاڑی آ کر رکی کچھ لوگ اترے اور باقی سوار ہو گئے میں ٹکٹ دیکھ کر فارغ ہوا گارڈ سے کچھ دیر بات کی اور پھر گاڑی روانہ ہو گئی۔
تھوڑی دیر بعد اسٹیشن ویران ہو چکا تھا وہاں صرف میں اور پریتم تھا۔ چالیس سالہ پریتم ابھی تک غیر شادی شدہ تھا اور اناتھ تھا میں وہاں سے واپس اپنے دفتر آیا اور اندراج کرنے بیٹھ گیا تھوڑی دیر گزری تھی کہ پریتم اندر آیا اس کی آنکھوں میں خاصی چمک تھی اور مجھے لگا کہ وہ مجھے کوئی اہم بات بتانے آیا ہے۔
بابو جی ایک صندوق پڑا ہے۔
کہاں۔ میں نے دریافت کیا۔
نل کے سامنے والی کرسی کے نیچے ہے اس نے مجھے تیزی سے اس انداز میں بتلایا کوئی سواری چھوڑ گئی ہو گی اسے شاید۔۔۔
آؤ اسے دیکھتے ہیں۔ میں یہ کہتے ہوئے کھڑا ہوا اور پریتم کے ساتھ چل پڑا واقعی وہاں درخت کے نیچے ایک صندوق پڑا ہوا تھا آہنی صندوق کے دونوں جانب بڑے بڑے تالے لٹک رہے تھے میں اسے کرسی کے نیچے سے کھینچا تو مجھے خاصا وزنی لگا لگتا تھا کہ سامان سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ نجانے کس کا تھا بہرحال میں نے فوراً اسے اپنے کمرے میں منتقل کرنے کا سوچا اور پریتم سے کہا۔
آؤ اسے اٹھا کر دفتر میں لیے چلتے ہیں۔
ٹھیک ہے بابو جی۔
اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور پھر ہم نے اس صندوق کو بڑی مشکل سے اٹھا کر کمرے میں منتقل کر دیا صندوق واقعی بہت بھاری تھا اور میں اسے بمشکل اٹھا کر لایا تھا یوں لگتا تھا کہ وہ صندوق لوہے سے بھرا ہوا ہے دفتر میں آ کر میں نے سب سے پہلے اس صندوق کا میمو کاٹ دیا نجانے کیوں میرے دل میں یہ مسلسل خیال آ رہا تھا کہ میں اس صندوق کو کھول کر دیکھوں کہ آخر اس کے اندر کیا چیز ہے جو یہ اتنا بھاری ہے مگر میں نے اس خیال کو جھٹک دیا میمو کاٹ کر میں کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا اور پریتم میرے ساتھ دوسری کرسی پر براجمان ہو گیا میں نے پریتم کے چہرے کو دیکھا تو مجھے ایسے محسوس ہوا کہ جیسے وہ مجھ سے کوئی خاص بات کرنا چاہتا ہے مگر وہ نہیں کہہ پا رہا تھا حالانکہ وہ اور میں ایک دوسرے سے بالکل فری تھے مگر شاید وہ حوصلہ نہیں کر پا رہا تھا بہرحال میں نے یہ خیال کیا کہ یہ شاید میری طرح صندوق کے بارے میں سوچ رہا ہے اور شاید یہ بھی صندوق کھولنے کا آرزومند ہے میں نے ٹرین پر چڑھنے والی سواریوں کا خاکہ ذہن میں لانے لگا اور سوچنے لگا کہ یہ کس کا ہو سکتا ہے مگر کافی دیر سوچنے کے بعد بھی میں کسی بھی حتمی نتیجے پر نہ جا سکا۔ بہرحال پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ جس کا بھی ہو گا وہ خود ہی آ کر لے جائے گا مگر چار دن گزر گئے کوئی نہ آیا۔ اور صندوق اسی طرح میرے دفتر میں پڑا رہا پانچویں دن میں نے سوچ لیا تھا کہ اب اسے کوئی لینے نہیں آئے گا لہٰذا اسے اب کھول کر دیکھنا چاہیے۔ شاید کوئی مطلب کی چیز نکل آئے دراصل اس صندوق سے میں تو بالکل لاتعلق تھا مگر پریتم اپنی فطری سوچ کی وجہ سے مجھے ہر وقت صندوق کے بارے میں گمراہ کرتا رہتا۔ اور اسی نے مجھے اس بات پر قائل کیا تھا کہ میں اس صندوق کو کھولوں اور میں راضی ہو گیا تھا میں نے اسے حکم دیا کہ وہ اسے میرے کوارٹر تک لے جائے اور پھر وہیں اسے کھولیں گے تھوڑی دیر میں ٹرین آنے والی تھی میں نے اسے کہا کہ وہ اسے سنبھالے اور میرے

آنے کا انتظار کرے۔ پریتم کے لیے اس صندوق کو اکیلا لے جانا مشکل تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کی نگاہوں میں حرص آ پکا تھا اور وہ کیسے بھی کر کے لے جائے گا۔ اور ہوا بھی یہی اس نے اکیلے ہی اسے کندھوں پر اٹھایا اور چلتا بنا۔

ٹرین نکال کر میں نے اپنا کام مکمل کیا اور کوارٹر کی طرف آ گیا جہاں وہ میرا منتظر تھا میں نے اس کی آنکھوں میں حرصانہ چمک واضح طور پر دیکھی اسنے تالہ توڑنے کا سامان پہلے سے ہی تیار کر رکھا تھا۔ میں نے اسے کھولنے کا کہا تو اس نے جھٹ سے لوہے کی سلاخ تالے میں پھنسائی اور بھرپور زور لگا کر تالہ کھول دیا دوسرا بھی اس نے کھول دیا میں اس کے قریب آیا اور میں نے اسے ڈھکن اٹھانے کو کہا ڈھکن کھولتے ہی ہوا کا ایک بدبودار جھونکا آیا اور پریتم کی ناک سے ٹکرایا بدبو اتنی سخت تھی کہ مجھے ابکائی آ گئی بدبو پورے کمرے میں سرائیت کر گئی اتنی عجیب اور بھدی سی بدبو تھی کہ میرا دماغ چکرا کر رہ گیا۔

ابکائی سے میرا برا حال تھا مگر پریتم پریتم ایسے صندوق کے پاس بیٹھا تھا کہ جیسے وہ بدبو نہ ہو کوئی خوشبو ہو۔ بحر حال جب بدبو باہر نکلی تو میں دوبارہ اندر آیا اور پھر میں صندوق کے پاس گیا صندوق کے ڈھکنے پر اندر والی طرف ایک عجیب زبان میں کوئی عبارت لکھی ہوئی تھی پریتم نے اس عبارت کو دیکھا تو اس کا رنگ پھیکا پڑنے لگا اس کے چہرے پر جیسے خوف سا آ گیا تھا میں نے یہ دیکھ کر بڑی لاپروائی سے پریتم کو مخاطب کیا۔

پریتم کیا یہ بکواس ہے چلو جلدی سے بند کرو اس کو نجانے کیا بلا اندر بھری پڑی تھی جس کی اتنی بدبو آ رہی تھی اور یہ عبارت بھی جانے کون سی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ جانے کس نے ٹونا ٹونکا کیا ہے غضب خدا کا چار دن سے تم نے مجھے کیا اسی بدبو اور اسی اوٹ پٹانگ تحریر پڑھوانے کے لیے مجبور کیا تھا اور میرا سر کھایا تھا بند کرو اسے۔

پریتم نے اسی انداز میں بند کر دیا۔ مگر وہ گہری سوچ میں غرق تھا نجانے کسی خبیث نے ٹونہ کیا ہے جاؤ اس صندوق کو کہیں پھینک آؤ میں اب ایک منٹ بھی اسے برداشت نہیں کر سکتا جاؤ جلدی۔

پریتم نے بنا کچھ بولے صندوق اٹھایا اور چلتا بنا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے تمام کھڑکیاں اور دروازے بند کر دئیے تا کہ وہ بدبو اچھی طرح سے کمرے سے نکل جائے جانے کیا تھی وہ بدبو تھی جس نے میرا دماغ بھی مفلوج کر دیا تھا تھوڑی دیر بعد پریتم بھی آ گیا جس نے بتلایا کہ وہ اس صندوق کو بڑے ڈھابے کے پاس پھینک آیا ہے۔ بحر حال کچھ دن گزر گئے اور میں اس منحوس صندوق کو بھول گیا پریتم بھی اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

کوئی ایک ماہ بعد کا واقعہ ہے کہ رات کی تاریکی میں کسی نامعلوم بلا نے دھوم شالا کے برہم چاری پر عجیب سا حملہ کیا کہ اس کے پورے جسم پر سبز دھبے بن گئے جو چھالوں میں تبدیل ہو گئے اور ان کے سیال مادہ بھی سبز رنگ کا تھا میں نے تو خیر اس کی حالت نہیں دیکھی مگر پریتم کا کہنا تھا کہ اسے کسی اچھا دری ناگن نے کاٹا ہے یا ڈسا ہے اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا ہے اتنی بھیانک موت پر پورا گاؤں ڈر سا گیا اور علاقے میں خوف ہراس پھیل گیا مرنے والے کا کریا کرم کر دیا گیا مگر ہر کوئی اس کی بھیانک موت پر اداس بھی تھا اور خوفزدہ بھی تھا۔

چار دن بعد اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش آ گیا علاقے کا مانا ہوا پہلوان مانو سنگھ جنگل کے قریب اوندھے منہ مرا ہوا ملا اس کے بھی پورے جسم کا وہی حال تھا جو اس برہمچاری کا ہوا تھا اس کے بھی جسم پر بڑے بڑے نیلے سبز رنگ کے چھالے

اور دھبے تھے لوگ خوفزدہ ہو کر اسے بھگوان کا انتقام قرار دینے لگے علاقے میں شدید خوف ہراس پھیل گیا ہر ایک کے منہ پر اس سبز دھبوں والی موت کا تذکرہ تھا لوگوں نے اس سبز موت کے ڈر سے گھروں سے باہر نکلنا بند کر دیا اور محصور ہو کر رہ گئے چوتھے دن ایک خوبرو جوان جو قریبی علاقے سے یہاں پڑھنے آیا تھا وہ بھی اس سبز موت کی نذر ہو گیا۔ وہ ایک مکان میں اکیلا رہتا تھا اور اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے جسم پر ویسے ہی سبز رنگ کے چھالے اور دھبے تھے۔ ان تمام اموات میں ایک بات مشترک تھی کہ مرنے والے تمام لوگ اکیلے ہی رہتے تھے اور جب انکو جلایا جاتا تو انکے جسم سے ایسی ناگوار بدبو اٹھتی کہ وہاں کھڑے رہنا کافی مشکل ہو جاتا تھا۔ مگر لوگ پھر بھی کھڑے رہتے کیونکہ رسم تو بہر حال پوری کرنا ہوتی ہے میں بھی چونکہ اکیلا رہتا تھا اس لیے میرے پاس اسٹیشن کے لوگ آئے اور حکم دیا کہ میں کسی آدمی کو اپنے ہاں ٹھہرا دوں سچی بات تو یہ تھی کہ میں بھی پے درپے ان واقعات سے اتنا خوفزدہ تھا کہ میں نے پریتم کو مستقل اپنے ہاں ٹھہرا دیا لیکن مجھ سمیت تمام لوگوں کا سکون برباد ہو کر رہ گیا تھا اور ایک عجیب سا خوف سرائیت کر گیا تھا اگلے دن گاڑی کے گزرنے کے بعد چند سواریاں گیٹ پر اس انتظار میں تھیں کہ میں جلدی سے ان کے ٹکٹ دیکھ کر انکو روانہ کروں مگر میں بڑے کیکر کے نیچے بیٹھی ہوئی ایک عورت کو دیکھ رہا تھا جو بجائے گیٹ کے ساتھ بیٹھنے کے اس طرف بیٹھی تھی رات کے وقت ایک عورت کا وہاں بیٹھنا خلاف توقع تھا ایک سواری کے بار بار اصرار پر میں نے اس کا خیال ترک کر کے ٹکٹیں دینے لگا تمام ٹکٹیں کو دیکھنے کے بعد جب لوگ چلے گئے اور میں اور پریتم اکیلے رہ گئے تو میں نے اسی نامعلوم عورت کی طرف نگاہ دوڑائی اور وہ مجھے اسی طرح درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی نظر آئی میں نے پریتم کو بھیجا اور کہا۔

جا کر اس عورت سے معلوم کرے کہ آیا وہ گاڑی سے اتری ہے یا جانا چاہتی ہے اور اگر وہ جانا چاہتی ہے وہ اسے یہ بتا آئے کہ اب کوئی گاڑی نہیں آئے گی۔

پریتم سر ہلاتا ہوا درخت کی طرف بڑھا اور میں اس کے آنے کا انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے میں نے پوچھا۔

کیا ہوا ہے۔

وہ تیزی سے بولا۔ بابو جی وہ بیٹھی بس روئے جا رہی ہے اور میرے بار بار اصرار پر بھی اس نے کچھ نہیں بتلایا۔ بابو جی وہ مجھے کوئی معصوم مصیبت میں لگتی ہے آپ جا کر خود اس سے معلوم کر لیں

میں سر ہلاتا ہوا اس کی جانب بڑھا نہ جانے کون تھی اور جانے کیا ماجرہ تھا کہ وہ روئے جا رہی تھی میں نے اس کے قریب جا کر دیکھا واقعی وہ عورت سسکیاں لے کر رو رہی تھی میں نے ازراہ ہمدردی اسے اپنی جانب متوجہ کیا اس جگہ ہلکا ہلکا اندھیرا تھا اس لیے میں اس کا چہرہ واضح نہ دیکھ سکا۔ البتہ میں نے اتنا اندازہ لگا لیا کہ وہ اٹھارہ بیس سال کی لڑکی ہے میں نے ہلکا سا کھنکھارا اور بولا۔

محترمہ میرا نام صداقت ہے میں یہاں کا اسٹیشن ماسٹر ہوں آپ کو میں مسلسل روتے ہوئے دیکھ رہا ہوں مجھے بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے شاید میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔

آپ میری کیا مدد کریں گے میں تو ہوں ہی بدنصیب میرا خاوند مجھے بیاہ کر راتے پور جا رہا تھا مگر مجھے ویران اسٹیشن پر چھوڑ کر خود گاڑی میں روانہ ہو گیا۔ یہ کہتے ہوئے وہ پھر سسکیاں لینے لگی۔

آپ روئیں مت براہ مہربانی سب ٹھیک ہو جائے گا میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

اگر آپ اجازت دیں تو میں ادھر رات بسر کرلوں اس نے روتے ہوئے سوال کیا

کمال کرتی ہیں آپ بھی بھلا اس ویرانے میں آپ اکیلی کیسے رات گزاریں گی میرے ساتھ آئیں اور مجھ پر پورا بھروسہ رکھیں انشاء اللہ آپ مجھے مخلص پائیں گی۔

شکریہ۔ یہ کہتے ہوئے وہ اٹھی اور میں اسے اپنے ہمراہ لاتے ہوئے میرے آفس تک آ گیا میں نے اسے ایک خالی کرسی پر بٹھایا اور جب میں نے اس کا چہرہ دیکھا تو میں نے اس کے خاوند پر لاکھ بار لعنت بھیجی وہ واقعی انتہا درجے کا نہایت بے ہودہ اور جاہل شخص تھا جو اتنی خوبصورت عورت کو اکیلا چھوڑ گیا تھا اس کا حسن دیکھ کر میری آنکھیں ساکت تھیں وہ کیسے ایسا اچھی ہلکے آسمانی رنگ کی ساڑھی میں ملبوس اور چہرے سے لدی ہوئی واقعی نو بیاہتا دلہن تھی دل چاہتا تھا اپنے ہونٹوں سے اس کے آنسو پی لوں اور اسے گلے سے لگا کر اس کے غم کو میں اپنے غم میں سمو لوں۔ وہ پوری جانب سے ناتی تھی مگر واہ ری قسمت جو لوگ ذہین اور خوبصورت ہوتے ہیں یا قابل ہوتے ہیں ان کی قسمت ان کو گلیوں میں رلا رہی ہے مگر جو لوگ بدصورت اور نالائق ہوتے ہیں وہ ہمیشہ قسمت کے دھنی ہوتے ہیں اس کی مانگ میں بھرا سندور مہندی بھرے ہاتھ پاؤں میں زری کی جوتی اس کے دلہن ہونے کا کھلا ثبوت تھی وہ سر جھکائے قسمت پر افسوس کر رہی تھی اور میں اس کے خاوند پر بے شمار لعنت اور اس کے حسن میں کھویا ہوا تھا چند لمحے اسی طرح گزر گئے ماحول میں اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں میں نے ٹھنڈا سانس بھرا اور بولا۔

مجھے حیرت ہے اس شخص پر جو آپ جیسی اک دیوی کو چھوڑ گیا بہرحال آپ بے فکر رہیں آپ کے خاوند کی تلاش کے سلسلے میں مجھ سے جو ہو سکا میں وہ کروں گا میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اس نے

اپنی جھکی ہوئی نگاہیں اٹھا کر میری جانب دیکھا میں نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک دیکھی جیسے سخت سردی میں شدید دھوپ کی تمازت کا احساس ہو لحہ بھر کے نظروں کے تصادم نے مجھے ہلا کر رکھ دیا پریتم دفتر کے باہر کھڑا میرے حکم کا منتظر تھا کہ میں اسے کوئی حکم نامہ جاری کروں اسی احساس کے پیش نظر میں نے اسے جلدی سے چائے اور بسکٹ لانے کا حکم دے دیا۔

آپ کے میاں سے آپ کا جھگڑا ہو گیا تھا کیا۔

نہیں۔ وہ بولی ہم دونوں گاڑی میں سوار تھے جب یہ شہر آیا تو اس نے مجھے گاڑی سے اترنے کا حکم دیا میں اتر گئی اور وہ بھی اترا پھر اس نے اس نے مجھے اس کیکر تلے بٹھا یا اتنی دیر میں گاڑی چلنے لگی تو وہ جا کر اس میں سوار ہو گیا اور میں دیکھتی ہی رہ گئی اس نے ساڑھی کا پلو درست کرتے ہوئے مجھے جواب دیا۔

وہ نہایت ہی بے وقوف انسان تھا جس نے آپ جیسی کوہ نور کو چھوڑ دیا آپ کی عزت نہ کی حالانکہ جتنی آپ حسین ہیں وہ ساری زندگی آپ کی پوجا بھی کرتا تو وہ کم تھی۔

وہ پھیکی سی مسکرائی اور بولی۔ سب قسمت کی بات ہے صاحب جو بھی جس قابل ہوتا ہے اسے یہ قسمت برباد کرتی ہے اگر میں خوبصورت نہ ہوتی تو مجھے یقین ہے کہ میں کسی مالدار گھرانے میں ہوتی مگر اسی حسن نے مجھے ذلیل کیا۔

واقعی سچ کہتی ہو تم سب قسمت کی بات ہے چلو یہ بتلاؤ کہ تم کہاں کی رہنے والی ہو۔

پانڈے پور کی رہنے والی ہوں بابو جی۔

اتنے میں پریتم چنگل میں چائے اور بسکٹ لے آیا میں نے پیالی میں چائے انڈیل کر اس کے سامنے رکھ دی اور بسکٹ بھی اور پھر میں نے اس کا نام

پوچھا۔تو بولی۔

میرا نام پوجا ہے۔

چلیں پوجا جی ایسا ہے کہ آپ چائے وغیرہ پی کر پریتم کے ساتھ میرے کوارٹر میں چلی جائیں اور آرام کریں صبح کچھ حل نکالیں گے اور ہاں پریتم تم انکو چھوڑ کر سیدھا میرے پاس دفتر آنا اور پوجا جی آپ کوارٹر کا دروازہ اندر سے بند کر لینا۔ اور اگر کوئی دروازے پر آئے تو اس وقت تک نہ کھولیں جب تک آپ کو یقین نہ آ جائے کہ وہ آنے والا ہم دونوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ اس نے سر ہلایا اور چائے پی کر وہ پریتم کے ساتھ کوارٹر پر چلی گئی خدا جانے اس کے خاوند نے اسکے ساتھ یہ سلوک کیا تھا یہ تو دل میں بسا کر رکھنے والی چیز تھی کاش یہ میری دلہن ہوتی تو میں اسے آفس میں بھی اپنے ساتھ رکھتا اور ایک پل بھی اسے خود سے جدا نہ کرتا۔ میں نے سوچا وہ ہندو تھی اور اگر میں اپنے ان احساسات کو زبان پر لاتا تو شاید پریشانی بڑھ جاتا اس لیے میں نے خود پر بمشکل کنٹرول کیا لیکن میں ساری رات اس کے خیالوں میں ایسا کھویا کہ خود کو بھول گیا۔

اسکے اگلے دو دن میں نے پانڈے پور اور مضافات میں لڑکی کے والدین یا خاوند دونوں کا مکمل پتہ کروایا فون کیے اور ملازم بھی روانہ کیے۔ مگر سوائے مایوسی کے کچھ نہ ملا اس کے والدین بھی نہ ملے اور نہ ہی اس کا خاوند کا کچھ پتہ چلا مگر میں نے ہمت نہ ہاری اور ریلوے پولیس سے مدد لی انہوں نے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر کچھ نہ آیا پھر میں نے پوجا کے ذریعے مقامی پولیس بھی رپورٹ کرا دی پوجا بے فکری سے میرے کوارٹر میں رہتی رہی اور میں اس کے گھر والوں کی تلاش میں سرگرداں تھا آج اسے رہتے ہوئے پانچواں دن تھا میں دن میں تین چار بار مختلف بہانوں سے اسے ملنے چلا جاتا اور اس سے چند باتیں کرکے واپس آ جاتا میرا دل کرتا تھا کہ میں اس کے پاس گھنٹوں بیٹھوں مگر میں پریتم کی وجہ سے مجبور تھا کیونکہ وہ ایک ہندو تھا اور اگر اسے ذرہ سی بھی بات کی بھنک پڑ جاتی تو مجھے لینے کے دینے پڑ سکتے تھے کیونکہ سارا علاقہ کٹر ہندوؤں کا تھا اس لیے میں اس کے سامنے خاصا محتاط رہتا تھا مگر وہ پری چہرہ میرے دل میں اتر چکا تھا اسے جب تک میں نہ دیکھتا تھا دل کو سکون نہیں ملتا تھا۔

تو ہی تو مجھ کو ایسے ملا ہے جیسے بنجارے کو گھر

اب ایسے ہونے لگا تھا کہ وہ پریتم کے ذریعے سے سودا سلف بازار سے منگواتی اور میرے لیے اور پریتم کے لیے کھانا بناتی چائے وغیرہ اور پھر میرے کپڑے تک دھونے لگی میں اس کی اس نوازش پر خاصا خوش تھا مگر میں نے اک خاص بات نوٹ کی تھی کہ وہ ہمارے لیے تو کافی سارا کا کھانا بناتی تھی مگر وہ بھی کبھار چائے پی جاتی اور اکثر صرف دودھ پر ہی گزارا کرتی میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس نے منت مانی ہے کہ جب تک اس کا خاوند نہیں مل جاتا وہ سوائے دودھ کے اور کچھ بھی نہ کھائے گی نہ پیئے گی میں حیران بھی ہوا اور مطمئن بھی ایک اور بات جو میں نے خاص طور پر نوٹ کی کہ میں جب بھی کوارٹر پر آتا مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں میرے لیے اپنائیت کے آثار پیدا ہو جاتے مجھے دیکھ کر اس کا چہرہ کھل سا جاتا وہ مسکرا مسکرا کر مجھ سے باتیں کرتی اور اشاروں اشاروں سے وہ مجھے باور کراتی کہ وہ کسی طرح سے پریتم کو خود سے دور کر دوں اور پھر وہ مسلمان ہو کر میری ہو جائے گی میں خود بھی اس کے پیار میں گم تھا میں جانتا تھا کہ جس دن اس کے گھر والوں کا پتا چل گیا وہ چلی جائے گی مگر یہ کم بخت دل بھی عجیب شے ہے کسی کی نہیں سنتا۔ بس مجھے بھی اس سے پیار ہو گیا تھا لیکن میں اس خیال سے مطمئن تھا کہ اسے ہر حال میں پالوں گا مگر پینے والی بات پریتم کا پوچھنا

ورنہ حالا میرے خلاف ہوجاتے تھے اور ویسے بھی اس وقت جو شہر کے حالات تھے وہ سو فیصد میرے حق میں تھے کیونکہ جو قیامت اس شہر میں ٹوٹی تھی لوگوں کا مکمل دھیان اسی طرف تھا ہر کوئی اسی آفت میں پریشان تھا اس لیے کسی نے بھی یہ سوچنے یا جاننے کی زحمت ہی نہ کی کہ ایک مسلمان کے گھر ہندو ناری رہتی ہے جس کا سلوک اس کے ساتھ خاوند جیسا ہے بہرحال ایک رات گاڑی گزر جانے کے بعد جی ڈیوٹی پر تم کو گودام کی نگرانی کا کہتا ہوا میں کوارٹر کی طرف چلنے لگا کہ تھوڑا سا اس حسینہ سے ٹائم پاس کرلوں جی گودام میں اکثر سامان زیادہ آتا تھا اسی لیے چور کے ڈر سے میں اکثر پریتم کی وہاں ڈیوٹی لگادیتا کہ وہ اس کی نگرانی کرے اس رات بھی سامان زیادہ تھا اس لیے میں نے پریتم کی ڈیوٹی لگادی کہ وہ حفاظت کرے ٹائم اچھا تھا اس لیے میں آتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ آج اس حسینہ کے سامنے اپنا دل کھول کے رکھ دوں گا اسے یہ باور کرا ہی دوں گا کہ میں اس سے کتنی محبت کرنے لگا ہوں اور اسے پانے کے لیے میں کس قدر بے چین ہوں۔

چاروں طرف خاموش سناٹا اور گہرا اندھیرا پھیلا ہوا تھا اسٹیشن پر نصب لالٹین کی مدھم روشنی کا شعلہ ہوا کے دوش پر رقص کناں تھا اور میں اسی کے خیال میں گم اپنے کوارٹر کی جانب رواں دواں تھا کوارٹر آکر میں نے تیزی سے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے جھٹ سے یوں کھولا کہ جیسے اسے علم تھا کہ میں آرہا ہوں اور وہ میرے انتظار میں دروازے پر کھڑی ہو اس نے مسکرا کر میرا استقبال کیا۔ اور پھر جلدی سے اس نے دروازہ بند کردیا۔

پوجا۔ ابھی تک تیرے کسی بھی رشتہ دار کا اتا پتہ نہیں چلا۔ کیا ہے میں نے چلتے ہوئے کہا۔

بھگوان کرے پتہ نہ ہی چلے۔ اس نے آہستہ سے کہا تو میں نے ناسمجھی سے کہا۔

کیا۔

کچھ نہیں صاحب جی۔

میں نے کہا میری قسمت۔

اس نے جھٹ سے جھوٹ بول کر بات کا رخ بدل دیا تھا مگر میں نے اس کی بات سن لی تھی اور مجھے جتنی خوشی ہوئی تھی میرا دل جانتا تھا۔

آپ بیٹھو میں چائے لاتی ہوں۔

ارے نہیں رہنے دو تکلیف نہ کرو۔

تکلیف کس بات کی صاحب جی چائے تو میں نے بنا رکھی ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے چل دی تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں پیالی تھی۔

اتنی مہربانی نہ کرو اور مجھے کسی کے ہاتھ کی چائے پینے کا عادی مت بناؤ کل کو تم نے چلے جانا ہے اور پھر میں بڑا یاد کروں گا۔

میں نے کہا تو وہ پھیکی سی مسکرائی مگر اس کے چہرے پر مایوسی سی چھا گئی

ابھی تک تو صرف پریتم کو ہی علم ہے اگر کسی اور کو علم ہو گیا تو مسئلہ ہو جائے گا پوجا جی۔

میری اس بات پر وہ پریشان سی ہو گئی اور کسی سوچ میں گم ہو گئی اسے پریشان دیکھ کر میرا دل کڑھنے لگا مجھ سے اس کا یہ اترا ہوا چہرہ برداشت نہ ہوا تو میں نے ہمت کرکے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ ہلکی سی کسمسائی۔

تم فکر مت کرو پوجا جی میں ہوں ناں میں اس مسئلہ کا بھی کوئی حل نکال لوں گا پھر تم اور میں ہمیشہ ایک ساتھ اکٹھے رہیں گے۔

اس کا بازو پکڑتے ہوئے مجھے ایک ملائم سی سراسراہٹ کا احساس ہوا نجانے کیوں مجھے ایسے لگا جیسے میں نے سانپ کو پکڑ رکھا ہوا شاید یہ میرا احساس تھا لیکن میں نے ایک بار ہاتھ سے سانپ پکڑا تھا اور وہ میں نے مارا تھا اور اسے ہاتھ سے پکڑا۔ میں نے

دور پھینکا تھا ابھی میں مزید کچھ اور سوچتا یا وہ مجھے کوئی جواب دیتی اچانک باہر قدموں کی چاپ سنائی دی وہ تیزی سے مجھ سے دور ہوئی اور میں جھٹ سے باہر نکل کر دیکھنے لگا آنے والا پریتم تھا۔

کیوں پریتم کیا ہوا۔ میں نے جلدی سے پوچھا

صاحب جی مال گاڑی آئی ہے

اس وقت کون سی مال گاڑی آئی ہے مجھے تو کوئی علم نہ ہو سکا۔

پتہ نہیں صاحب جی۔

اچھا خیر جلدی چلو۔

میں تیزی سے باہر نکلا اور اسے ساتھ لیتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھا مگر میں دل میں خوب اس کو کوس رہا تھا ساری فلم ہی خراب کر دی تھی کمینے نے بہر حال گاڑی گزار کر میں پریتم کے ساتھ ہی بتی گودام پر بستر ڈال کر سو گیا۔ اور پریتم میرے پاؤں دبانے لگا میرا واپس کوارٹر آنے کا خوب من تھا مگر میں جلد ہی سو گیا پریتم پھر محسوس کر جاتا اس لیے میں دل پر جبر کر کے خاموش رہا۔

بابو جی۔ جلدی سے اس ناری کا کچھ کریں ایسا نہ ہو کہ ہم کہیں پھنس جائیں

ہاں یار۔ واقعی بات تو تیری ٹھیک ہے مگر تم دیکھ رہے ہو کہ میں نے کتنی کوشش کی ہے پولیس میں رپورٹ بھی کرا دی ہے مگر کچھ نہیں بنا بہر حال میں صبح مزید کوشش کروں گا۔

میری اس بات سے وہ مطمئن ہو گیا میں نے باہر سونے کا ارادہ ملتوی کیا اور اندر کمرے میں آ کر سو گیا جبکہ پریتم باہر حقے کے کش لینے لگا۔

رات کی تاریکی مزید بڑھ گئی پوری بستی کے لوگ خوف کے مارے گھروں میں دبکے ہوئے تھے اور خیر کی دعائیں کر رہے تھے ساری بستی میں ہو کا عالم تھا کتے بھی خوفزدہ تھے اور دبکے ہوئے تھے کہیں کوئی اکا دکا ہمت کر کے آواز بلند کرتا پھر وہ بھی خاموش ہو جاتا پوری کی پوری گلیاں سنسان اور ویران تھیں اچانک بستی سے ایک ہیولہ سا نمودار ہوا اس کے ارد گرد سبز غبار سا تھا یوں لگتا تھا کہ جیسے یہ سبز غبار اس کے جسم سے نکل رہا ہو اس کے چلنے کی رفتار بے حد تیز تھی وہ سنسان گلیوں سے ہوتا ہوا اسٹیشن کی طرف بڑھنے لگا بڑھتے بڑھتے اس کا رخ بتی گودام کی جانب ہو گیا جہاں دن بھر کا تھکا ہوا پریتم سو رہا تھا سایہ چلتا ہوا پریتم کے پاس آ کر چارپائی پر جھکا جیسے اس کے سونے یا جاگنے کا یقین کر رہا ہو مگر پریتم شاید جاگ رہا تھا جبھی اس نے تیزی سے آنکھیں کھول کر اس ہیولے کو دیکھا تو خوف کے مارے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اچانک پریتم کے جسم پر سبز غبار کی ایک پھوار سی پڑی جس میں وہ نہلا گیا۔ ابھی وہ اسی کشمکش میں تھا کہ اچانک ہیولے کے جسم میں تیزی سے تبدیلی آنے لگی عضو سکڑنے لگے اور وہاں ایک نیا وجود تخلیق ہونے لگا پریتم کا پورا جسم اس غبار میں گم ہو گیا اچانک وجود سمٹ کر ایک ناگن میں تبدیل ہوا ایک اچھا دری ناگن تھی وہ جو شاید پریتم کو اپنا شکار بنانے آئی تھی اسکی آنکھوں کی کشش نے پریتم کو بے بس سا کر دیا وہ نہ تو چیخ سکا اور نہ ہی اس نے کوئی مزاحمت کی وہ اچانک چارپائی پر چڑھی اور پریتم کے جسم پر رینگنے لگی اچانک اس نے اپنا پھن اٹھایا اور اپنا زہر پریتم کے جسم میں پیوست کر دیا۔ اسکا جسم کانپنے لگا مگر اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی ناگن نے اس پر بس نہ کیا وہ برابر اپنا زہر اس کے جسم میں اتارتی رہی اور اسکا جسم سکڑتا چلا گیا۔

تھوڑا سا سکڑنے کے بعد پھر پریتم کا جسم پھولنے لگا اور پھر اتنا پھولا کہ اس کا پیٹ درمیان سے پھٹا اور سبز مواد سا نکلنے لگا اور پریتم کی آنکھیں بے نور ہو چکی تھیں اس کا ناطہ جسم سے ٹوٹ چکا تھا وہ بھی اس سبز موت کا شکار ہو چکا تھا اس زہریلی ناگن کا شکار ہو چکا تھا۔ پریتم کے مرتے ہی وہ ناگن انسانی

لے میں آئی اور جہاں سے آئی تھی وہاں چلی گئی
ن بھیگ چکی تھی اور پریتم کی لاش بتی گودام کے
پڑی تھی۔ میں یہ منظر اپنی جاگتی ہوئی آنکھوں
دیکھ رہا تھا خوف سے میرا برا حال ہورہا تھا مجھ
ہمت نہ تھی کہ میں جا کر اس زہریلی ناگن کے
ں پریتم کو بچاتا نجانے مجھے کیا ہوگیا تھا میری
ت کیسے جواب دے گئی تھی میں کیوں اتنا خوفزدہ
یا تھا۔ مجھ پر ایک کپکپی طاری تھی جس کی کوئی
انہ تھی۔ میرے سامنے جو کچھ بھی ہورہا تھا میں
سے دیکھ رہا تھا۔

صبح میں اٹھا تو مجھ پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی
ں تیزی سے لاش کے پاس گیا اور ارد گرد لوگوں کا
ہم تھا جو مجھ سے طرح طرح کے سوالات کررہے
نے مگر میرے پاس کوئی جواب نہ تھا پریتم کے جسم پر
ی وہی نشانات تھے جو اس سے پہلے ہونے والی
وات کی لاشوں پر تھے وہی سبز رنگ کے بڑے
ھبے اور بڑے گڑھے جن سے ناقابل برداشت
بو اٹھ رہی تھی میں شدید غمزدہ تھا میرا ساتھی مجھ سے
بچھڑ گیا تھا اس کے بغیر میں بالکل ادھورا ہو چکا تھا
لاش میں رات کو اس کے پاس سوتا اور رونے مرتا
ں خود کو کوستے لگا پولیس آئی اور اسے بھی پراسرار
قعہ قرار دے کر چلتی بنی۔ میں شدید اذیت میں تھا
ش کو جلانے تک میں ساتھ رہا پھر تھکے ہارے
موں سے واپس لوٹا اور چل پڑا ویران اسٹیشن میرا
نظر تھا میں وہاں سے پوجا کی طرف گیا اس نے میرا
خوب بانٹا۔ اور میرا غم ہلکا کرنے میں میری کافی
دکی۔

بحرحال ٹائم گزرا میں نے ہیڈکوارٹر اطلاع دی
س کا کوئی وارث تو تھا نہیں اس لیے وہ بے چارہ
بنام موت مر گیا اگلے تین دن تک پوجا سے میں دل
غم ہلکا کرنے جاتا رہا۔ اور وہ میری ڈھارس
ھاتی رہی پریتم کی جگہ نیا ملازم آ گیا جو ایک عمر
رسیدہ عیسائی تھا اس نے بھی میری خوب خدمت کی
مگر میں پریتم کو نہ بھول سکا۔

جوزف نام کا وہ بوڑھا انتہائی کم گو تھا
اور خدمت گزار آدمی تھا خاموش طبع وہ آدمی کام
بتانے پر کرتا ورنہ اکثر خاموش رہتا۔
اور خلاؤں میں گھورتا رہتا جیسے کچھ تلاش کررہا ہو۔
میں نے کافی سوچ بچار کے بعد بالآخر تمام اسٹاف
کو پوجا کے بارے میں بتلا دیا۔ کہ وہ میری بیوی ہے
میں جانتا تھا کہ یہ جھوٹ ہے مگر سچ کسے معلوم تھا۔ وہ
تو مر چکا تھا ویسے بھی مجھے کوئی نہ کوئی بہانہ تو بتانا تھا
ناں سو اس جھوٹ سے میری پریشانی کافی کم ہوگئی۔
جوزف برابر روز جاتا کوارٹر کی صفائی کرتا اور
بازار سے سودا لے آتا اگلے دن بارہ کی گاڑی
گزارنے کے بعد میں نے حساب کتاب بند کیا اور
کوارٹر کی طرف جانے کا ارادہ کیا اب میں نے پکا
سوچ لیا تھا کہ آج ہر حال میں پوجا سے اظہار محبت
کروں گا۔ اس سے شادی کی درخواست
کروں گا اور اسے مسلمان کر کے نکاح کر کے
والدین کو تحفہ دوں گا۔ مجھے یقین تھا کہ اتنی خوبصورت
لڑکی کو دیکھ کر والدین مجھے داد دیں گے رہا مسئلہ پوجا
کے رشتہ داروں کا تو کسے علم تھا کہ وہ ادھر ہے
اور میں نے سوچ لیا کہ شادی کے بعد اسے والدین
کے پاس ہی کچھ عرصہ رکھوں گا تاکہ اگر کوئی اسے
ڈھونڈنے آ بھی جائے تو اسے نہ ملے راستے
میں آتے ہوئے میں کافی خوش تھا دل میں مختلف
خیالات آرہے تھے کہ اس سے ایسے اظہار کروں گا
وہ ایسے شرمائے گی تو اسے بانہوں میں
بھرلوں گا ساری رات اس سے باتیں کروں گا وہ
کروں گا غرض جو بھی دل میں آیا کر گزروں گا
اور شادی کے بعد اسے اتنا پیار دوں گا کہ وہ ماضی
بھول جائے گی اور وہ مجھ پر ناز کرے گی۔
دروازہ پر آ کر میں نے دستک دی تو اس نے

دروازہ نہ کھولا میں نے کئی بار دستک دی مگر جواب ندارد میں پریشان ہو گیا رات کا ٹائم تھا اور وہ اکیلی کہیں وہ بھی اس ناگن کا شکار۔۔۔ یہ خیال آتے ہی مجھے تخت بھر جھرجھری آئی میں تیزی سے دیوار پھلانگ کر اندر کودا اور دوڑتے ہوئے اسے آوازیں دیتے ہوئے کمرے میں آیا۔ میں نے دیکھا کہ کمرے میں اسکی ساڑھی بکھری ہوئی ہے مگر وہ اندر موجود نہیں ہے کمرے میں تمام چیزیں بکھری پڑی تھیں میرا دل دہل اٹھا یقیناً اس کے ساتھ کوئی حادثہ ہو چکا تھا۔ اور میں بے خبر تھا دل مارے غم کے گونج اٹھا۔ میں نے پورے کوارٹر اور ارد گرد دیکھا وہ مجھے نہ ملی اور میں شدید پریشانی کے عالم میں رونے لگا میں اس کی جدائی سے پاگل ہو گیا تھا میں اسے زندگی کا ساتھی بنانے آیا تھا مگر وہ نجانے کہاں چلی گئی تھی مجھے چھوڑ کر میں کسی پاگل کی طرح اسے ڈھونڈنے لگا اس کے کپڑے سینے سے لگائے ہوئے بار بار چومتا اور روتا جاتا مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نے میری جان نکال لی ہو اس کے بغیر مجھے احساس ہوا تھا کہ میں کتنا ادھورا ہوں جوزف سے میں نے پوچھا۔ تو وہ بولا۔

شام تک تو وہ کوارٹر میں ہی تھی بعد کا نہیں پتہ۔

شاف میری بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر مجھ سے شدید افسوس کیا اور سب نے کہا۔

اسے بھی ہو سکتا ہے کہ اس ناگن نے اچک لیا ہو۔ میں نے ان کی باتیں سنکر ان کو گالیوں سے خوف نواز اور نجانے کیا اول فول بکتا رہا۔ میرا دماغ میرے کنٹرول سے باہر ہو چکا تھا مجھے کسی بھی گاڑی کے آنے جانے کا کوئی خیال نہ رہا ہاں اگر خیال تھا تو پوجا کا ہونہ جانے کدھر تھی میری زندگی خزاں رسیدہ پتے کی طرح ہو چلی تھی سٹاف نے میری حالت دیکھتے ہوئے اسٹیشن کا نظام خود سنبھال لیا۔ اور میری دیکھ بھال میں جت گئے جوزف کسی سائے کی طرح میرے ساتھ رہا اور میرا غم بٹا کرتا رہا۔ مگر میں دیوانہ ہو چکا تھا چند دن کی رفاقت نے مجھے اس کے پیار میں اتنا آگے لا کھڑا کیا تھا جہاں سے واپسی ناممکن تھی میں نے کھانا پینا اور بولنا کم کر دیا تھا بس اس کی یادوں میں کھویا رہتا میں نے جگہ جگہ اسے ڈھونڈا رپورٹ کروائی مگر کچھ نہ بنا۔

: ایک ماہ گزر گیا اس دوران پانچ اموات اس سبز موت یعنی ناگن سے ہوئیں ہر لاش پر میں دھڑکتے دل کے ساتھ شاید وہ پوجا کی ہو مگر وہ کوئی اور ہوتا۔ لیکن وہ غائب تھی اسے نجانے کس نے اغوا کیا تھا یا جانے کیا حادثہ ہوا تھا ڈیڑھ ماہ کے بعد مجھے کچھ ہوش آیا اور میں دفتر گیا سٹاف نے میری پوری دلجوئی کی اور میں بس پھیکی مسکراہٹ لیے بیٹھا رہا ڈیڑھ ماہ کی ان سے رپورٹ لی تو مجھے علم ہوا کہ انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے اور میری غیر موجودگی میں کام کو سنبھالا ہے میں نے سب کا شکریہ ادا کیا رات کو میں گاڑی گزارنے کے بعد اپنے دفتر آیا کوارٹر میں نے جانا چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہاں اس کی یادیں تھیں جن سے میں بھاگتا تھا۔ میں نے جوزف کو تمام بتیاں روشن کر کے بتی گودام کی نگرانی کا کہا اور خود لیٹ گیا ابھی مجھے لیٹے ہوئے منٹ ہی گزرا تھا کہ اچانک میری ناک میں ایک مانوس سی بدبو آئی وہی بدبو جو میں نے اور پریتم نے لوہے کا صندوق کھولتے وقت سونگھی تھی اور مجھے قے آ گئی تھی میں نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا مجھے اس کا ماخذ نظر نہ آیا۔ پھر اچانک مجھے خیال آیا تو میں تیزی سے اٹھا اور کمرے اور کھڑکیاں اچھی طرح بند کر لیں اور دوبارہ سو گیا۔ چند منٹ بعد مجھے دوبارہ وہی بدبو آئی وہیں نے چونک کر ارد گرد دیکھا اس بار یہ بدبو مجھے اپنے قریب سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی میں تیزی سے اٹھا اور میں نے دیکھا کہ کمرے میں سبز رنگ کا غبار سا ابھر رہا تھا جس میں سبز ذرات جل بجھ رہے تھے میں اس منظر سے شدید خوفزدہ ہو گیا سبز

دوں کی جگہ مجھے اپنی موت ناچتی ہوئی دکھائی دی ں تیزی سے بھاگنے کی سوچنے لگا اور مدد کے لیے بارنے ہی والا تھا کہ اچانک مانوس اور سریلی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

صداقت۔ گھبراؤ مت یہ میں ہو پوجا۔ جس کے احساس کی خوشبو نے تمہیں میرا دیوانہ کر رکھا ہے جسے ڈھونڈنے کے لیے تم بے قرار تھے جس کی جدائی میں تم ذہن توازن کھو بیٹھے تھے جس کے کپڑوں کو سینے سے لگا رکھا ہے۔

پھر وہ سبز غبار ایک کونے میں جمع ہو کر اکٹھا ہونے لگا لالٹین کی روشنی میں پوجا کا تمام وجود اپنی پوری رعنائی کے ساتھ میرے سامنے تھا اسے دیکھ کر جیسے میرے اندر بہاری آ گئی تھی سب کچھ بھول کر میں اس کی طرف دوڑا۔ اور اسے بانہوں میں بھر کر زور زور سے رونے لگا۔

کہاں چلی گئی تھی تم مجھے اکیلا چھوڑ کر جانتی ہو مجھ پر کیا گزری میں نے تیری جدائی میں کیسے دن گزارے میں نے تمہیں کتنا ڈھونڈا ایسے جذبات سے اسے گلے سے لگائے بچوں کی طرح بولتا چلا گیا۔

صداقت۔ تم میرے لیے پریشان تھے ناں۔ مجھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو گئے ناں۔ لو میں آ گئی ہوں وہ میرے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔ میں تمہیں اس انتظار کی اذیت سے نکالنے آئی ہوں صداقت۔

میں تو تھے اسے سینے سے لگائے غم ہلکا کرتا رہا پھر جب اچانک میرے ذہن میں سبز غبار اور ذرات اور پوجا کا اچانک ان سے نمودار ہونے کا خیال آیا تو میں تیزی سے پیچھے ہٹا۔ اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ میرا ذہن پڑھ چکی تھی شاید بھی بولی۔

ہاں صداقت میں ہی وہ سبز موت ہوں بستی میں جتنے کی موت ہوئی ہے سب کو میں نے ہی مارا ہے میں انسان نہیں ہوں میں ایک ناگن ہوں ایک سراپا انتقام ہوں انسان کے اندر گردش کرتے گرم خون کا جس نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔

مگر کیوں میں نے تیزی سے پوچھا۔

میں اور میرا ناگ ہم خوشحال تھے ہنسی خوشی جنگل میں رہتے تھے ایک دوسرے سے پیار میں گم تھے مگر ہماری محبت کو ایک ظالم سپیرے نے روند ڈالا اس نے میرے سامنے میرے محبوب کو مار کر اس کا منکا نکال لیا وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا میں اسے نہ بچا سکی مگر اس سے وعدہ لیا کہ انسانوں پر قہر بنکر ٹوٹوں گی اور میں واقعی قہر بن گئی قریب تھا کہ میں ساری بستی کو سبز موت مار دیتی مگر انجانے میں مجھے تم مل گئے۔ تم نے مجھ سے ٹوٹ کر محبت کی اور مجھے احساس دلایا کہ ہر انسان ظالم نہیں ہے ان میں کوئی نہ کوئی تمہاری طرح نیک اور پیار کرنے والا بھی ہے تم نے میرے ناگ کا غم اپنے انمول پیار سے دھو ڈالا تمہاری محبت نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اپنا ناگ سے کیا ہوا وعدہ توڑ دوں اور انتقام چھوڑ دوں اور آج میں اپنا وعدہ توڑ رہی ہوں اور تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ آج کے بعد کوئی بھی انسان سبز موت کا شکار نہیں ہوگا۔

پر تم کو بھی تم نے۔

ہاں اسے بھی میں نے مارا کیونکہ اس نے مجھے دھمکی دی تھی وہ مجھ پر بری نگاہ رکھتا تھا اس نے مجھے کہا کہ میرے ساتھ تعلقات رکھو اگر ایسا نہ کیا تو میں بستی کو بتا دوں گا کہ تم ایک ہندو ناری ہو کر ایک مسلے کے ساتھ تعلق بنا کے رہ رہی ہو۔ بس مجھے اسے بھی مارنا پڑا۔ کیونکہ اس نے تمہارے ساتھ غداری کی تھی مجھ سے برداشت نہ ہوا کہ تمہاری بے عزتی ہو۔

تم جو بھی ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں مجھے اتنا علم ہے کہ میں تم سے دل کی گہرائیوں سے پیار کرتا ہوں اور تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں ہمیشہ کے لیے تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں تیرے بغیر

نہیں رہ سکتا۔ بس اپنے ماضی کو بھول جاؤ اور آؤ ہم مل کر ایک دوسرے کے پیار میں ڈوب جائیں میں نے محبت سے سرشار لہجے میں کہا تو اس کی آنکھوں سے دو موٹے آنسو نکل کر اسکے رخسار سے ڈھلکنے لگے۔

کاش صداقت۔ کاش ایسا ہو سکتا۔ کاش میں اور تم ایک ہو سکتے۔ وہ بے بسی سے بولی تو میں تڑپ کے بولا۔

کیوں نہیں ہو سکتا پوچھا کیوں ہم ایک نہیں ہو سکتے کیوں۔

اس لیے کہ میں ایک ناگن ہوں جو سو سال بعد انسانی روپ میں آئی ہے میرے اندر سبز رنگ کا زہر ہے تم اور میں ایک نہیں ہو سکتے کیونکہ میں ایک ناگن ہوں زہر بھری۔ جنات سے انسانی شادی ہو سکتی ہے ناگنوں سے نہیں۔ اگر ہم ایسا کر بھی لیں تو ہماری شادی محض نام کی ہوگی۔ اور بس تم مجھے جسمانی طور پر حاصل نہیں کر سکتے اگر تم نے کبھی جذبات میں آ کر کیا یا میں نے کر دیا تو وہ تیری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ کیونکہ میرا زہر تم کو ویسے ہی مار دے گا۔ جیسے تمام لوگ مرتے۔

او کے میں صرف تم سے محبت کروں گا بنا تمہارے جسم کو حاصل کیئے بس اب تم بنا نکاح نہیں چلے گا۔

نہیں صداقت میں انسانوں کو جانتی ہوں تم نہیں رہ سکو گے کیونکہ تم میں صبر کی کمی ہے تم لازمی غلطی کر گزرو گے میں ویسے تمکو چھوڑ دوں تو مجھے دکھ ہوگا مگر میری وجہ سے تم مر جاؤ یہ میرے لیے ناقابل قبول ہے اس لیے مجھے جانا ہوگا صداقت۔ مجھے تم بہت یاد آؤ گے میں اپنے دل کو سمجھا لوں گی اور تم بھی کسی اچھی لڑکی سے شادی کر لینا۔

مگر میں کیسے تمہارے بنا۔

جینے کے لیے مجھے مت روکو نہیں ایسا نہ ہو کہ میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنا فیصلہ بدل دوں میں نے جبر کر کے یہ فیصلہ کیا ہے بس اب میں نہیں رک سکتی۔ میں تمکو بہت یاد کروں گی۔ اور ہاں میرے ناگن بنتے وقت میرے منہ سے منکا نکال لینا یہ میری سب سے قیمتی شے ہے جو میں تم کو اپنی نشانی کے طور پر دے رہی ہوں یہ تمہیں میری یاد دلائے گی اور اگر کبھی زندگی میں برا وقت آئے اسے بیچ دینا تمہاری آنے والی نسلیں کھائیں گی مگر دولت نہیں ختم ہوگی۔

میرے جواب دینے سے پہلے ہی اس نے جھک کر میرا ہاتھ پکڑا اور ایک طویل آنسوؤں سے لبریز بوسہ دیا اور ناگن بن گئی اس کے منہ میں واقعی ہیرے کی طرح چمکدار ایک منکا تھا جو میں نے مشکل سے اٹھایا اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے رک کر دیکھا اور تیزی سے رینگتی ہوئی ایک طرف گئی اور وہیں سے سبز ذرات میں تبدیل ہو کر ہمیشہ کے لیے میری زندگی سے چلی گئی اک حسین اور انمٹ یاد بن کر اب مجھے ساری زندگی اسکی یاد کے سہارے بتانا تھی۔

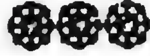
اچانک میں نے اپنے ہاتھ کی پشت کی طرف دیکھا جہاں پوجا نے چوما تھا وہاں ایک سبز نشان چمک رہا تھا میں نے سرد آہ بھرتے ہوئے اپنا ہاتھ آنکھوں سے لگایا میری آنکھوں سے دو موٹے آنسو نکل کر اس سبز نشان تک جذب ہو گئے

یہ کہانی میں نے ایک نزدیکی اور بہترین دوست کے کہنے پر لکھی ہے کیونکہ اس نے مجھ سے کہا کہ عرصہ ہوا خوفناک میں ایک اچھی کہانی پڑھے ہوئے تو وہ یہ کہانی پڑھے اور رائے سے آگاہ کرنے میں منتظر ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ میری ایک قسط وار کہانی مہاراجہ بھی شروع ہے جو بہت جلد سب کے سامنے ہوگی آخر میں خوش رہیں اور خوش رکھیں پریشان ہونا بھی نہیں اور پریشان کرنا بھی نہیں ہمیشہ یاد رکھیں اور رائے سے لازمی نوازیں۔

غزل

بہاریں بھی نہیں دیکھیں صحرا بھی نہیں دیکھا
منزل کو ڈھونڈتے رہے رستہ بھی نہیں دیکھا
کر کے رہے تلاش غموں میں خوشیوں کو
اس زندگی میں خوشیوں کا ستارہ بھی نہیں دیکھا
کسی سپنے کو ڈھونڈنے نکلے تھے سورج کی چھاؤں میں
سر پہ جو کسی اپنے کا سایہ بھی نہیں دیکھا
لوگوں نے مجھے کر دیا جس کے لیے بدنام
اس شخص کا میں نے آج تک چہرہ بھی نہیں دیکھا
کیوں پھرتی ہے ماری ماری چل لوٹ جا کرن
تو نے دنیا میں پیار ملتا ہی نہیں دیکھا

کشور کرن۔ چھوکی



سبز موتی

تحریر: رابعہ ارشد۔ منڈی بہاؤالدین

تو کیا سمجھتی ہے تو بہت طاقتور ہے۔ آ مجھ سے مقابلہ کر۔ شازل نے اسے للکارتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے اپنی تلوار پر گرفت مضبوط کر لی تھی رمپا نے بھی ہاتھ بلند کیا تو اس کے ہاتھ میں بھی تلوار آ گئی شازل اور اس کی لڑائی بڑی سخت تھی۔ دونوں طرف سے ہی بھرپور وار ہو رہے تھے وہ بہت زیادہ زخمی ہو چکا تھا مگر رمپا کو جہاں زخم ہوتا فوراً ہی بھر جاتا شبیر کوشش کر رہا تھا کہ وہ کسی طرح سے رمپا کے بالوں سے موتیے کا پھول اتار لے اپنی اس کوشش میں وہ کافی زخمی بھی ہو گیا تھا آخر کار شازل نے اس کی گردن پر ایسا وار کیا کہ اس کی گردن تن سے جدا ہو کر دور جا گری۔ اور اس کا سر اس کے قدموں میں آ گرا۔ اس نے فوراً سے بیشتر اس کے بالوں سے پھول نکال لیا اس کی گردن اسی لمحے دوبارہ دھڑ سے جڑ گئی اب وہ بے بس ہو کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اور پھر منت بھرے انداز میں بولی۔ دیکھو اس پھول کو کچھ مت کرنا یہ مجھے دے دو یہ تمہارے کسی کام کا نہیں ہے میں تم سے ہر بات کے لیے معافی مانگتی ہوں میں سب چھوڑ دوں گی میں کچھ نہیں کروں گی بس وہ پھول مجھے دے دو وہ خوفزدہ ہو کر چلانے لگی تھی۔ شبیر جلدی سے پھول کو توڑ دو موحد کی کراہتی ہوئی آواز سنائی دی وہ ہوش میں آ چکا تھا موحد کی حالت دیکھ کر اس نے غصے سے پھول کیا لیا کہ ایک پتی توڑنی شروع کر دی۔ نہیں نہیں ایسا مت کرنا۔ رمپا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا مجھے معاف کر دو میں تم لوگوں سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں آج کے بعد کسی کو بھی کچھ نہیں کہوں گی یہاں سے بہت دور چلی جاؤں گی بس یہ پھول مجھے واپس کر دو۔ نہیں شبیر تم نے اسکی باتوں میں مت آنا بلکہ اس پھول کو پوری طرح مسل دو موحد نے ہمت کرتے ہوئے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور شبیر نے ایسا ہی کیا اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پھول کو ہاتھوں میں مسلنا شروع کر دیا اس کی ایک ایک پتی کو بکھیر دیا۔ وہ ایسا کرتا جا رہا تھا جبکہ رمپا کے جسم کے حصے بھی علیحدہ ہو کر گرتے جا رہے تھے۔ اس کے سر بازو ٹانگیں ہر عضو علیحدہ ہو کر گرنے لگا اور ہر طرف رمپا کی چیخیں گونجنے لگیں آخر کار اس نے پھول کو نیچے زمین پر پھینک کر پاؤں سے مسل دیا۔ تو وہاں سبز رنگ کا گہرا دھواں پھیلنے لگا ان کو سانس لینا بھی دشوار ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ ایک دوسرے سے بولے جلدی سے غار سے باہر بھاگو۔ اور پھر وہ غار سے باہر بھاگ نکلے۔ غار ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گئی تھی وہ بیہوش ہو چکے تھے جب انکو ہوش آیا تو وہ درخت کے نیچے پڑے ہوئے تھے۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

انگریز گرمی کی شدت سے گھبرا کر وہ گھر سے باہر نکلا اور گاؤں کے پاس سے گزرتی ہوئی ندی کے کنارے لگے گھنے آم کے درخت کے سائے میں بیٹھ گیا۔

ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی وہ مرے سے آنکھیں موند کر درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا ابھی



تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس کی گود میں کوئی چیز آ گری اس نے ایک دم گھبرا کر آنکھیں کھولیں اور گھبرا کر اپنی گود میں دیکھا اس کے اوسان خطا ہو گئے وہ ایک دم سا اٹھ کھڑا ہوا تو ایک کھوپڑی اس کی گود میں لڑھک کر نیچے جا گری جس کی آنکھیں سلامت تھیں اور لال تھیں ان سے شیطانیت ٹپک رہی تھی وہ پھٹی آنکھوں کے ساتھ اس کھوپڑی کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے درخت پر دیکھا وہ پھٹی آنکھوں سے اس کھوپڑی کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے درخت پر دیکھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا اس نے ڈر کر ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی بھی اس کو دکھائی نہ دیا۔ معا ہی اس پر گرم گرم خون کی بوچھاڑ ہونے لگی ساتھ ہی دل دہلا دینے والی چیخوں کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو گیا اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر تھوڑی دور جا کر ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ دوبارہ جب وہ عالم شعور میں آیا تو اس نے خود کو اپنے گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے پایا۔ چھوٹی بہن تہذیب پاس بیٹھی سورہ یسین پڑھ رہی تھی ماں روتے ہوئے اس کے بال سہلا رہی تھی ساتھ ساتھ کچھ پڑھ کر اس پر پھونکتی جا رہی تھی اس کو ہوش میں آتا دیکھ کر صفینہ بیگم فرط جذبات سے مغلوب ہو کر اس کی طرف بڑھیں تہذیب کے چہرے پر بھی اطمینان چھلکا اس نے دعائیہ انداز سے ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا چھوٹا بھائی شہیر خوشی سے آگے بڑھا اور اس کو اٹھا کر بٹھایا اس کی منگیتر اور چچا زاد مناہل جو جانے کب سے ستون سے ٹیک لگائے اس کو اداس نظروں سے دیکھ رہی تھی اس کو ہوش میں آتا دیکھ کر اس کی طرف دوڑ کر آئی۔

موحی موحی تم ٹھیک ہو۔ وہ بے چینی سے پوچھنے لگی۔ موحد نے صرف اثبات میں سر ہلایا اور پانی مانگا شہیر نے پانی گلاس میں ڈال کر اس کی طرف بڑھایا۔ ذرا حواس بحال ہوئے تو اسے سب کچھ یاد آنے لگا اس نے پوچھا۔

میں گھر کیسے پہنچا۔

شہیر نے کہا۔ میں اسے زبیر شہر سے واپس آ رہے تھے تو آپ راستے میں بے ہوش پڑے تھے تو ہم آپ کو اٹھا کر گھر لے آئے مگر ہوا کیا تھا سب کے ذہن میں کلبلاتا سوال شہیر نے کر دیا۔

موحد نے ساری بات بتا دی جسے سن کر سب کے رونگٹے کھڑے ہوئے کوئی بھی یقین کرنے کو تیار نہ تھا مگر اس کے خون آلود کپڑے دیکھ کر سب کو یقین کرنا پڑا سب نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا۔ کہ موحد زندہ سلامت گھر پہنچ گیا ہے تہذیب بولی۔

چلئے بھائی آپ نہا لیں پھر مولوی صاحب کے پاس جائیں دم کروانے۔

سب نے اس کی تائید کی موحد چارپائی سے اٹھ کر کھڑا ہوا اس کی نظر سامنے کھڑی مناہل کی نظر سے ٹکرائی مناہل کی نظریں جھک گئیں وہ رو رہی تھی موحد کے دل کو کچھ ہوا اس کی تسلی کے لیے وہ مسکرایا تو وہ بھی مسکرا دی پھر شام تک گاؤں والے اس کا پتہ لینے آتے رہے یونہی دن گزر گیا۔

دوسرے دن وہ سب چھت پر بیٹھے تھے اور خوشگوار ماحول میں باتیں کر رہے تھے مناہل نے پوچھا موحی تم وہاں کیوں گئے تھے کیا ضرورت تھی تمہیں وہاں جانے کی۔

موحد نے بے چارگی سے جواب دیا بتایا تو ہے کہ گرمی لگ رہی تھی تو

پھر وہاں خونی بارش انجوائے کرتے ناں۔۔۔ بھاگے کیوں تھے مناہل نے منہ چڑایا سب ہنس پڑے شہیر کہاں پیچھے رہنے والا تھا جھٹ سے بولا۔

نہیں بھائی کو آپ کے بغیر بارش کا مزہ نہیں آ رہا تھا وہ تو آپ کو بلانے آ رہے تھے کہ ملکر بارش کا

مزہ لیں سب ہنسنے لگے۔ دفعتاً گلی میں شور سا ابھر اشہیرن گلی میں جھانکا موحد بھائی تہذیب منائل آپی جلدی سے آئیں سب وہ تینوں بھاگتے ہوئے جنگلے تک آئے اور گلی میں دیکھا چند لوگ ایک نوجوان کو چارپائی پر ڈالے لے جا رہے تھے اس کے جسم پر خون لگا ہوا تھا اور ٹھیک سے پہچانا بھی نہیں جا رہا تھا مگر تہذیب نے فوراً پہچان لیا۔

یہ تو شازل ہے۔

موحد کا رنگ اڑ گیا وہ گھبرا کر بولا۔

تمہیں کیسے پتہ یہ تو پہچانا نہیں جا رہا ہے۔

شہیر نے بھی الجھ کر اس کی طرف دیکھا مگر اسکا جواب سنے بغیر ہی دونوں سیڑھیوں کی طرف بھاگے اور شازل کے گھر پہنچے منائل نے تہذیب کو حوصلہ دیا اور کہا۔

تم پریشان نہ ہو تہذیب اللہ سب بہتر کرے گا

مگر تہذیب روئے جا رہی تھی پھر منائل نے تہذیب کی امی کو ساتھ لیا اور تینوں شازل کے گھر پہنچیں وہاں بہت رش تھا ڈاکٹر بڑی تگ و دو کے بعد بھی اس کے جسم سے زخم ڈھونڈنے میں ناکام رہا مگر خون بہت زیادہ تھا پھر اس کو چارپائی پر لیٹے ہوئے ہی پانی ڈال کر نہلایا گیا یہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے کہ اس کے جسم پر کسی قسم کا کوئی زخم نہیں تھا تب سب کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ اس کے ساتھ بھی موحد والا معاملہ ہوا ہے مولوی صاحب نے آکر اسے دم کیا اور کہا۔

یہ ٹھیک ہو جائیگا۔ پریشان مت ہونا

شازل کی ماں نے پوچھا۔ امام صاحب اس کو ہوا کیا ہے۔

وہ کافی پریشان نظر آرہے تھے بولے اس کا اور موحد کا ایک ہی معاملہ ہے مگر مجھے حقیقت نہیں معلوم چند دن تک میں معلوم کر کے آپ کو بتاؤں گا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔

پھر سب آہستہ آہستہ وہاں سے جانے لگے ہجوم چھٹ گیا شہیر اپنے جگری یار کی یہ حالت دیکھ کر سکتے میں آگیا تھا۔ تہذیب نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا ہوا تھا امام صاحب کی بات سنکر اس کو کافی حوصلہ ہوا تھا پھر مزید ایک گھنٹہ رک کر وہ اپنے گھر لوٹ آئے مگر شہیر وہیں رک گیا تھا منائل کا گھر موحد کے ساتھ ہی تھا وہ اپنے گھر چلی گئی آہستہ آہستہ سب ہی نیند کی وادیوں میں اترتے چلے گئے۔

رحمان اور ارمان دونوں بھائی تھے ان کی کوئی بہن نہ تھی ماں باپ نے ان کو بڑی محبت اور محنت سے پالا تھا پوری نیک نیتی سے انکی تربیت کی مگر رحمان صاحب پر بی اے کرنے کے بعد بیرون ملک جانے کی دھن سوار ہوگئی تھی لہذا والدین نے اسے یورپ بھجوا دیا انکو تین بچے تھے موحد جو انجینئر تک پڑھ رہا تھا اس سے چھوٹا شہیر سیکنڈ ائیر میں اور پھر تہذیب تھی جو فرسٹ ائیر میں تھی دونوں میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہے تھے ان کی خوش قسمتی تھی کہ انکے تینوں بچے بڑے ذہین تھے ارمان صاحب بھی کوئی کم خوش قسمت نہ تھے انکی بھی بڑی بیٹی علینہ سائیکولوجسٹ بن رہی تھی اس سے چھوٹی منائل جو موحد کی کلاس فیلو تھی اس سے چھوٹا ارسل جو ابھی میٹرک میں تھا ارمان صاحب خود پروفیسر تھے اس لیے سب بچوں پر بڑی سختی کرتے تھے اور پڑھائی کے معاملے میں کسی کو کوئی رعایت نہ دیتے تھے سب اپنی اپنی زندگیوں میں مگن تھے کہ اچانک جانے گاؤں کی خوشحالی کو کس کی نظر کھا گئی ہر طرف خوف و ہراس پھیل گیا جو شخص بھی نہر کے کنارے لگے آم کے اس بڑے سے درخت کے نیچے بیٹھتا اس پر خون کی بارش ہونے لگتی پھر ایک دم گاؤں سے نوجوان لڑکیاں غائب ہونے لگیں سب لوگ بہت

پریشان تھے پولیس اپنی ہر کوشش میں تھک ہار کر ناکام ہو چکی تھی اب یہ معاملہ امام صاحب کے سپرد کیا گیا انہوں نے کہا کہ چند دن تک معلوم ہو جائے گا۔

صبح فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سب لوگ مسجد سے نکل رہے تھے کہ شازل موحد اور شبیر وہیں بیٹھ گئے اب شازل کی طبیعت بالکل ٹھیک تھی سب کے چلے جانے کے بعد وہ تینوں امام صاحب کے قریب گئے اور ادب سے سلام کیا انہوں نے شفقت سے مسکرا کر جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ قالین پر دو زانوں بیٹھ گئے۔

امام صاحب کچھ پتہ چلا آپ کو اس مسئلے کے بارے میں وہ اس کا اشارہ سمجھ گئے تھے ہلکے سے سر کو اثبات میں جنبش دیتے ہوئے بولے۔

ہاں بیٹا پتہ تو چل گیا ہے مگر کچھ زیادہ جان کاری نہیں ہو سکی۔

کیا امام صاحب کیا پتہ چلا ہے کون کر رہا ہے یہ سب کچھ موحد کے مزید کچھ پوچھنے سے پہلے ہی شبیر بے چینی سے بولا۔ اسکی بات سن کر امام صاحب بولے۔

یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کے پیچھے ایک عورت ہے جو زبردست کالی قوتوں کی مالک ہے وہ ہر روز گاؤں سے ایک لڑکی غائب کرتی ہے اور اس کی شہ رگ کاٹ کر اس کا خون ایک لڑکے پر ڈالتی ہے

وہ کون ہے اور ایسا کیوں کر رہی ہے

مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون ہے مگر جو کچھ بتا رہا ہوں ایسا ہی ہے۔

مگر امام صاحب پھر ہم اس کو کیسے روکیں گے شازل نے پوچھا۔

ہاں ایک طریقہ ہے اس کو روکنے کا امام صاحب بولے۔

وہ کون سا طریقہ ہے تینوں نے بیک وقت کہا۔

میں تم لوگوں کو ایک پتہ دیتا ہوں اس پتہ پر چلے جاؤ وہاں تمہیں میرے استاد محترم ملیں گے ان کو میرا سلام کہنا اور مسئلہ بتانا اس وقت میری نظر میں وہی ہیں جو تم لوگوں کا وسیلہ بن سکتے ہیں۔ امام صاحب اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے اور منتظر نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔

آپ ہمیں انکا پتہ دیں ہم ان سے ملیں گے موحد نے کہا امام صاحب نے انہیں کاغذ پر ایک پتہ لکھ کر دیا اور دعائیں دے کر ان کو رخصت کیا۔ پھر وہ تینوں مسجد سے باہر نکل کر گھر کی طرف چل دیئے انکا پروگرام تھا کہ ناشتے کے فوراً بعد وہ روانہ ہوں گے شازل شبیر کا بہت گہرا دوست تھا دونوں کے خاندان ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جانتے تھے شبیر نے زبردستی شازل کو ساتھ گھسیٹا اور لیتا گیا شازل اندر داخل ہوا تو تہذیب بڑے مزے سے کرسی پر بیٹھی تھی ایک دوسرے کو دیکھ کر دونوں کی آنکھوں میں چمک بڑھ گئی شازل نے اسے سلام کیا اس نے جواب دے کر ایک نظر اسے دیکھا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

ناشتے کے بعد تینوں نے گھر میں بتایا کہ چند دوستوں کے ساتھ شہر گھومنے کا پروگرام ہے رات تک آ جائیں گے شازل کے گھر بھی یہی جھوٹ بولا گیا پھر وہ تینوں سفر پر روانہ ہو گئے تین گھنٹوں کی مسافت کے بعد وہ منزل مقصود پر جا پہنچے دروازے پر دستک دی وایک نوجوان نے دروازہ کھولا انہوں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا وہ انکو بٹھا کر خود اندر چلا گیا وہ تینوں ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگے جو کہ بہت نفاست سے سجایا گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہی لڑکا ان کے لیے مشروب لے کر آیا موحد نے باباجی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ تھوڑی دیر تک آ جائیں گے پھر وہ چلا گیا تقریباً پانچ

منٹ بعد ایک باریش بزرگ اندر داخل ہوئے تینوں نے کھڑے ہوکر سلام کیا انہوں نے محبت سے جواب دے کر حال احوال پوچھا۔ اور پھر آنے کا مقصد پوچھا۔

انہوں نے تفصیل سے سب کچھ بتادیا اور مولوی صاحب کا حوالہ دیا۔ سارا معاملہ سن کران کے پرنور چہرے پر سختی آگئی پھر وہ کچھ دیر تک آنکھیں بند کیئے زیرلب کچھ پڑھتے رہے انکے ہونٹ بڑے آہستہ آہستہ کانپ رہے تھے قریباً پندرہ منٹ تک ان کی ایسی ہی کیفیت رہی پھر انہوں نے آنکھیں کھولیں اور بولے

بیٹا میں اس بیٹنے والی کہانی کی تمام حقیقت کو جان گیا ہوں اس کا نام رمپا ہے وہ ہندو ہے اور کالے علم کی ماہر ہے اس نے ایک لڑکے پر عمل شروع کیا ہوا ہے جسے وہ اپنی ناقابل تسخیر قوت بنانا چاہتی ہے اس لڑکے پر وہ انچاس لڑکیوں کا خون ڈالے گی تو وہ عفریت کا روپ دھارلے گا اور تباہی مچادے گا۔ وہ ایک گھناؤنا کھیل کھیلنا چاہتی ہے۔

باباجی کی بات سن کران کو جیسے کرنٹ سا لگا ہو تب شازل نے پوچھا

مگر باباجی وہ درخت جو نہر کنارے واقع ہے اس پر سے خون کیوں گرتا ہے

بیٹا تم لوگوں نے شاید غور نہیں کیا اس درخت کے اردگرد جو گھاس اگی ہوئی ہے اس کے اندر ایک موتی ہے جو سبز رنگ کا ہے۔۔۔ اس موتی میں رمپا کی طاقتیں موجود ہیں انکو ہاتھ لگانے سے وہ ساری طاقتیں کمزور ہوجائیں گی اس لیے وہاں خونی بارش ہوتی ہے کہ کوئی اس جگہ بیٹھ نہ جائے یا اس موتی کو چھو نہ سکے۔ وہ کسی بھی طرح اپنی طاقتوں کو کمزور نہیں کرنا چاہتی۔ باباجی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

باباجی اس کو ختم کیسے کیا جاسکتا ہے شبیر نے سوال کیا تو باباجی بولے۔

اسکے لیے تمہیں اس موتی کی دنیا میں جانا پڑے گا۔ باباجی کی اس بات پر تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا انکے دلوں کو جیسے کوئی جھٹکا سا لگا ہو جیسے باباجی نے کوئی انہونی بات کردی ہو پھر شازل بولا۔

باباجی وہ دنیا کہاں ہے۔

وہ دنیا موتی کے اندر ہے۔

کیا کیا موتی کے اندر۔

وہ حیران ہوتے ہوئے بولے بھلا ایک موتی کے اندر پوری دنیا کیسے سما سکتی ہے۔ موحد نے حیرانگی سے کہا۔

بیٹا ایسا ہی ہوتا ہے وہ ایک طلسمی دنیا ہے۔

لیکن باباجی ہم اس دنیا میں جائیں گے کیسے

اس کے لیے تم لوگوں کو وہ سبز موتی تلاش کرنا ہوگا جب تم اس کو تلاش کرلوگے تو اس موتی کو غور سے دیکھنا تم کو اس کے اندر ایک سوراخ دکھائی دے گا۔ تم نے اس سوراخ کو بس غور سے دیکھتے جانا ہے تم کو یوں محسوس ہوگا جیسے تم لوگوں کو چکر آرہے ہیں۔ یہ سب اس موتی کے طلسم کا کمال ہوگا وہ تم کو دھیرے دھیرے اس کے اندر کھینچ لے گا۔ اور تم اس دنیا سے اس دنیا میں چلے جاؤگے۔ مگر جب تم اس موتی کو چھوؤگے تو اس کی آدھی طاقتیں ختم ہوجائیں گی۔ بابا نے موتی کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

باباجی کیا یہ کام ہم آج ہی کرسکتے ہیں۔

ہاں بیٹا بالکل بالکل کیونکہ دن بہت ہی کم رہ گئے ہیں اگر تم آج ہی اس دنیا میں جاؤ تو کل تک واپس بھی لوٹ سکتے ہو کیونکہ ہماری دنیا کا وقت بہت آہستگی سے گزرتا ہے جبکہ اس دنیا میں جب داخل ہوگے تو جس طرف تمہارا منہ ہوا اسی طرف

چلنا شروع کر دینا راستے میں تمہیں دشمن ہی دشمن ملیں گے بس تم نے ان سب کو ختم کرتے جانا ہے کسی کو بھی معاف نہیں کرنا۔ کیونکہ اس دنیا میں کوئی بھی تمہارا اپنا نہیں ہوگا سب ہی اس رمپا کے لوگ ہوں گے ان لوگوں کو ختم کرنے کے بعد تم کو رمپا دکھائی دے گی مگر اس کو زیر کرنے سے پہلے اس کے بالوں میں لگا ہوا سفید موتیے کا پھول تم نے اتار کر توڑنا ہے کیونکہ اگر تم لوگوں نے ایسا نہ کیا تو وہ نہیں مرے گی بابا جی نے کچھ توقف کیا وہ سب دم سادھے انکی باتیں سن رہے تھے تب شازل نے کہا۔

بابا جی ہم اس دنیا کے اتنے سارے لوگوں کو ختم کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور پھر وہ سب کوئی عام لوگ تو نہیں ہوں گے ناں۔

بابا جی اس کی بات کو سنا اور بولے ہاں میں جانتا ہوں کہ تمہارے پاس ان سب کا مقابلہ کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے پھر انہوں نے اس لڑکے کو آواز دی علی میرا سامان لے کر آؤ وہ ایک تھیلا ہاتھ میں لیے کمرے میں داخل ہوا اور بابا جی کے سامنے رکھ دیا انہوں نے اس میں سے تین تلواریں نکال کر ان کو دیں اور تین انگوٹھیاں پہننے کے لیے دیں اور کہا۔

یہ تلواریں دشمنوں سے لڑنے میں تمہیں مدد دیں گی اور یہ انگوٹھیاں تمہیں شیطانی طاقتوں کے شر سے محفوظ رکھیں گی تم جاؤ اور آج سے ہی اپنا کام شروع کر دو کیونکہ صرف دو لڑکیاں ... ہی باقی رہ گئی ہے اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔

شکریہ بابا جی۔ وہ تینوں اتنا کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بابا جی کو خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئے اور گاؤں کی طرف چل دیئے۔۔۔۔ایک لمبی مسافت طے کرنے کے بعد وہ گاؤں میں آ پہنچے۔ گاؤں واپس آ کر انہوں نے گھر جانے کے بجائے نہر کا رخ کیا ارسل وہاں پہلے سے ان کا منتظر تھا۔ جس کو انہوں نے فون کر کے بلا لیا تھا۔

مجھے یہاں کیوں بلایا ہے آپ نے بھائی اس نے موحد سے پوچھا۔ اس نے سا کو ساری بات تفصیلاً سمجھا دی اور کہا کہ گھر میں بتا دینا کہ ہم نے تمہیں اطلاع کر دی تھی کہ وہ رات کو گھر نہیں آ ئیں گے۔

مگر بھائی اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔

ہمیں کچھ نہیں ہوگا پاگل بس تم گھر میں سب کا خیال رکھنا شہیر نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا مگر بھائی میں اکیلا یہ بات دل میں چھپا کر نہیں رکھ سکتا میں گھر میں سب کو بتا دوں گا تا کہ امی اور باقی سب آپ کے لیے دعا کریں۔ اسکی بات سن کر وہ سوچنے لگا پھر بولا۔

ٹھیک ہے بتا دینا سب کو۔ کیوں شازل میں نے ٹھیک کہا ہے۔

ہاں بھائی ٹھیک کہا ہے ماں کی دعا ساتھ ہوگی تو مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔

موحد بولا ٹھیک ہے اب تم جاؤ ہمیں دیر ہو رہی ہے شہیر نے اسے کہا وہ ان کو خدا حافظ کہہ کر گھر چلا گیا شہیر شازل جلدی کرو موتی ڈھونڈو وقت کم ہے شام قریب آ رہی ہے

اوکے ٹھیک ہے اتنا کہہ کر وہ سب موتی تلاش کرنے لگے کبھی کس جگہ کبھی کس جگہ بالآخر موتی شازل نے تلاش کر ہی لیا اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہ اس نے جلدی سے دونوں کو بلایا وہ بھی دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے آتے ہی موحد نے اس موتی کو اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اس کے ایسا کرنے کی دیر تھی کہ یکدم تیز آندھی چلنے لگی آندھی اس قدر تیز تھی کہ ان تینوں کا سنبھلنا مشکل ہو گیا تھا لیکن وہ اس

کے باوجود بھی ثابت قدم رہے لیکن حیران تھے کہ یہ کیا ہوگیا ہے خیر چند منٹ کے بعد وہ آندھی خود بخود کھ گئی تو انہیں نے دیکھا کہ وہ موتی بہت خوبصورت تھا اور چمک رہا تھا اس پر سبز پارہ لگا ہوا تھا موحد نے اس کو نیچے زمین پر رکھ کر باباجی کی ہدایت کے مطابق اس کے سوراخ کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا شہیر اور شازل کے دیکھتے ہی دیکھتے موحد کا سر چکرانے لگا اور اس کا جسم ایک لمبی پتلی لکیر کی صورت میں موتی کے سوراخ میں داخل ہونے لگا وہ سوراخ دوسری طرف سے بند تھا اس کے بعد شہیر اور شازل نے بھی ایسے ہی کیا وہ دونوں بھی ایک لمبی لکیر کی شکل میں سوراخ میں داخل ہوگئے۔

اسمبل نے گھر جا کر سب کو ساری بات بتادی پہلے تو سب ہی پریشان ہوگئے اور غصہ بھی آیا مگر بعد میں اک جاؤ اور باقی سب ان کے لیے دعا گو ہوگئے شازل کی امی اور بہن مہوش بھی انکے لیے دعائیں کررہی تھیں ایک طرح سے یہ انکے لیے باعث فخر بات تھی کہ ان کے بیٹے ایک عظیم مقصد کے لیے گئے ہیں چنانچہ امام مسجد صاحب کو بھی بتایا گیا جنہوں نے سب گاؤں والوں کو بھی دعا کی خواست کی سب بہت خوش بھی تھے اور ان تینوں کے لیے پریشان بھی مگر سب لوگ ان کے لیے دعائیں کررہے تھے۔

دوسری طرف جب ان تینوں کو ہوش آیا تو انہوں نے خود کو ایک عجیب وغریب جگہ پر پایا وہ جگہ نہ تو کوئی عمارت تھی نہ سبزہ زار اور نہ ہی میدان مگر وہاں ہر چیز سبز تھی ان کے چہروں پر حیرت پھیلی ہوئی تھی وہ ادھر ادھر ہر چیز کو بغور دیکھ رہے تھے پھر ان تینوں کے منہ جس طرف تھے وہ اسی طرف چل پڑے وہاں کی زمین بھی سبز تھی یہاں تک کہ انکے ارد گرد سبز رنگ کی دھند سی چھائی ہوئی تھی زیادہ فاصلے سے کچھ نظر نہیں آرہا تھا شازل بولا۔

شہیر تم اور موحد بھائی یہاں آکر کیوں رنگ بدل رہے ہو اس نے ذومعنی بات کی شہیر نے کہا۔

اگر یہی سوال ہم تم سے پوچھیں تو۔

وہ جانتا تھا کہ یہاں پر ہر چیز سبز ہے اس لیے وہ بھی سبز نظر آرہے تھے جواب میں ابھی شازل کچھ کہنے ہی والا تھا کہ موحد بولا۔

وہ۔۔۔وہ سامنے دیکھو۔

ان دونوں نے سامنے کی طرف دیکھا تو انکی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں وہاں سے سیلاب آرہا تھا سبز رنگ کا سیال مادہ تیزی سے بہتا ہوا آرہا تھا اس پر بنتے بلبلے یہ ظاہر کررہے تھے کہ وہ ابل رہا ہے وہ تیزی سے یہ منظر دیکھ کر ایک طرف بھاگے اچانک موحد بولا رک جاؤ باباجی نے کہا تھا کہ جس طرف چلنا شروع کرنا ہے اسی طرف ہی چلتے رہنا ہے اور ویسے بھی ہمارے پاس انگوٹھیاں ہیں ہمیں کچھ نہیں ہوگا۔ اس کی اس بات پر ان دونوں کو بھی حواس بحال ہونے وہ رک گئے اور سیلاب کی طرف دیکھنے لگے سیلاب دھیرے دھیرے ان کے قریب آرہا تھا انہوں نے اپنی انگوٹھیاں آگے کردیں تو ان میں سے سرخ رنگ کی تین شعاعیں نکلیں اور اکٹھی ہوکر سرخ سیلاب کی شکل میں آگے بڑھیں اور جب دونوں آپس میں ٹکرائیں تو دونوں ہی غائب ہوگئے گرمی بہت بڑھ چکی تھی وہ تینوں تیزی سے آگے بڑھے اور اللہ کا شکر ادا کررہے تھے کہ جس نے انہیں اس خوفناک سیلاب سے بچالیا ورنہ ان کی صرف ہڈیاں ہی بچتیں۔ اب وہ اسی کھلے سرسبز میدان میں پہنچ گئے تھے شہیر نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا۔

یار یہاں تو آسمان بھی سبز ہے موحد بڑبڑایا

ساون کے اندھے کو ہرا ہی سوجھتا ہے شہیر تیزی سے بولا

کیا کہا آپ نے وہ لڑنے پر آمادہ نظر آیا

شازل کی ہنسی چھوٹ گئی۔

• یار جب تمہیں پتہ بھی ہے کہ یہاں کی ہر چیز سبز ہے تو پھر یہ بے تکے سوال کر رہے ہو بس یار لڑائی بعد میں بھی ہوتی رہے گی پہلے آگے کا سوچو۔ شازل نے سمجھانے کے انداز میں دونوں سے کہا۔ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور پھر وہ تینوں چوکنے ہو کر آگے کی طرف بڑھنے لگے دفعتاً ان کو سامنے سے پرندے آتے ہوئے دکھائی دیے وہ جسامت میں بہت بڑے تھے اور چیلوں جیسی آوازیں نکال رہے تھے ان کی آوازوں میں قدرتی خوف تھا جسے سن کر وہ تینوں ہی ڈر گئے شہیر کے ماتھے پر پسینہ آ گیا شازل نے بھی گھبرا کر موحد کی طرف دیکھا اور کہا۔

بھائی اب کیا کریں یہ تو ہماری طرف ہی اڑتے ہوئے آ رہے ہیں۔

موحد جو خود بھی کافی ڈرا ہوا تھا مگر اس نے دونوں پر اپنا خوف ظاہر نہ کیا اور بولا کوئی بات نہیں ہم ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں تم اپنی تلواروں پر اپنی گرفت مضبوط کر لو اور ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرنا۔ اس کی بات سن کر ان کے ڈرتے دلوں میں کچھ کمی آئی اور انہوں نے اپنی تلواریں سنبھال لیں اب ان کی نظریں ان پرندوں کی طرف تھیں جو ان کی طرف ہی اڑتے چلے آ رہے تھے ان پرندوں کے جسم بھی دوسری تمام چیزوں کی طرح سبز ہی تھے وہ اپنے پاؤں پر چلتے ہوئے ان کی طرف بڑھنے لگے ورانکی جسامت اور تعداد بہت بڑھ چکی تھی یکا یک ایک پرندہ تھوڑا سا بلند ہوا۔ اور موحد پر حملہ کرنے کے لے اس کی طرف بڑھا موحد اور دونوں ساتھی انکے حملے کو روکنے کے لیے بالکل تیار تھے موحد نے اس کو جب اپنے قریب پایا تو اس پر تلوار سے حملہ کر دیا بس دوسرے ہی لمحے میں وہ پرندہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور زمین پر گر کر ڈھیر ہو گیا یہ دیکھتے ہی باقی پرندے بھی ان پر جھپٹے وہ تینوں پہلے سے ان کے مقابلہ کے لیے تیار تھے اب جو بھی پرندہ ان کی طرف آتا وہ ان کو لمحوں میں ہی مار ڈالتے ان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ان میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی کہ خوفناک قسم کے پرندوں سے وہ جنگ کر رہے تھے زندگی میں پہلی بار وہ ایسی چیزوں کو دیکھ رہے تھے لیکن ڈرنے کے باوجود بھی انکے دلوں میں طاقت تھی بازوؤں میں قوت تھی وہ یہ بات بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ اس کھیل میں ان کا کوئی کمال نہیں ہے یہ سب باباجی کے دیئے تلواروں اور انگوٹھیوں کے کمال ہیں یا پھر ماں کی دعائیں ہیں۔ سب پرندوں کو انہوں نے ایک ایک کر کے ختم کر دیا۔ میدان اب پرندوں سے پاک ہو گیا تھا۔ وہاں ہر طرف پرندوں کا خون بکھرا ہوا تھا یا پھر ان پرندوں کے مردہ جسم جو دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہوتے چلے گئے وہ سب حیرانگی کے ساتھ ساتھ خدا کا شکر ادا کر رہے تھے کہ انہوں نے بلاؤں کا مقابلہ کر کے ان کو واصل جہنم کر دیا ہے۔

مجھے بہت پیاس لگ رہی ہے۔ موحد نے کہا۔

مجھے بھی۔ شازل نے کہا۔

تو پھر دیکھتے کیا ہو اٹھو آؤ پانی کی تلاش میں نکلتے ہیں شہیر نے کہا اور سب ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور پانی کی تلاش شروع کر دی۔ انکے کپڑے ان پرندوں کے سبز خون سے تر ہو گئے تھے۔

بھائی یہاں تو کہیں بھی پانی نظر نہیں آ رہا ہے۔ شازل نے ادھر ادھر پانی کو تلاش کرتے ہوئے مایوسی سے کہا۔

مل جائے گا مجھے یقین ہے کہ پانی ہمیں ضرور مل جائے گا ہم ان پہاڑوں کی طرف جاتے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہاں ہمیں پانی کا کوئی چشمہ مل جائے۔ شہیر نے کہا اور پھر سب ان پہاڑوں کی

طرف چلنے لگے جونہی وہ پہاڑوں پر پہنچے تو ان کو پانی کا شور سنائی دیا۔ پانی کے شور کو سنتے ہی ان کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی وہ تیزی سے اس سمت بھاگے وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ پانی کا ایک چشمہ بہہ رہا ہے انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور خوب جی بھر کر پانی پیا اب انہیں کچھ سکون محسوس ہوا تھا وہ کافی تھک چکے تھے پانی پینے سے انکی تھکاوٹ بھی کم ہوگئی تھی۔ وہ وہاں پانی کے چشمے کے پاس ہی بیٹھ گئے اور کچھ سوچنے لگے کہ یکا یک چشمے نے پانی میں کچھ حرکت سی محسوس ہوئی ان کی نظریں پانی پر جم کر رہ گئیں۔ پانی دھیرے دھیرے ایک شکل اختیار کرنے لگا تھا وہ سب اس پانی کو ہی دیکھ رہے تھے اور ان کے چہروں پر جہاں کچھ دیر قبل سکون تھا اب خوف ابھرنے لگا تھا کیونکہ پانی نے ایک انسانی شکل اختیار کر لی تھی لیکن اس کے نقوش واضح نہ تھے پانی کا بنا ہوا ایک انسان ان کے سامنے کھڑا تھا۔

مجھے یہاں سے نکالو خدا کے لیے میری مدد کرو ورنہ میں مر جاؤں گا پانی کے جسم سے انہیں آواز ابھرتی ہوئی سنائی دی جو بالکل پانی کے شور جیسی تھی وہ تینوں اس نئی افتاد پر خوفزدہ ہونے کے بجائے حیران ہونے لگے۔ شہیر بولا۔

تم کون ہو اور ہم تمہاری مدد کیسے کر سکتے ہیں۔

یہ سب میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا پہلے تم لوگ میری مدد کرو اور رمیا کو ختم کرو جلدی کرو وہ ایک اور بلی دے چکی ہے بس آخری بلی وہ دینے ہی والی ہے اگر اس نے وہ بلی بھی دے دی۔ تو قیامت آ جائے گی اس سبز دنیا میں ہم سب مارے جائیں گے پانی کے انسان کے منہ سے یہ باتیں سن کر وہ ڈر گئے اور موحد نے جلدی سے کہا۔

وہ ہے کہاں۔

سامنے پہاڑ کی طرف چلنا شروع کرو اس پر چڑھ کر دوسری طرف اترنا تو وہاں تمہیں ایک غار دکھائی دیگا۔ وہ اسی میں ہے جلدی جاؤ وقت بہت ہی کم ہے اس کے ساتھ ہی وہ پانی کا ڈھیر بن کر نیچے گر گیا اور پانی کی طرح بہنے لگا وہ تینوں تیزی سے اس پہاڑ کی طرف بھاگے اور اس پر چڑھنے لگے یہ کام گو کہ مشکل تھا لیکن ناممکن نہ تھا وہ پہاڑ پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تھے انہوں نے دیکھا کہ پہاڑ کی دوسری طرف واقعی ایک غار ہے چند لمحوں تک ان تینوں کو پہلے غار کو پھر ایک دوسرے کو دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ وقت بہت کم ہے ہمیں جو بھی کرنا ہے بس جلدی کرنا ہے بس پھر کیا تھا وہ تینوں تیزی سے غار میں داخل ہو گئے۔ ابھی وہ غار میں داخل ہوئے ہی تھے کہ چمگادڑوں کا ایک بہت بڑا غول پھڑ پھڑاتا ہوا ان کے اوپر سے گزرتا ہوا غار سے باہر نکل گیا۔ وہ ایک دم نیچے بیٹھ گئے تھے ورنہ ہوسکتا تھا کہ وہ ان کو زخمی کر دیتیں۔ جب غار میں مکمل خاموشی ہوگئی تو تب انہوں نے پھر سے غار میں چلنا شروع کر دیا۔ غار میں ایک سڑاندسی پھیلی ہوئی تھی مگر وہ تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے کافی آگے جانے کے بعد غار میں ایک ہلکی سے روشنی دکھائی دی اور دفعتاً ایک سایہ ان کی طرف بھاگا۔ اور دیوار ہی میں کہیں غائب ہو گیا۔ موحد سب سے آگے تھا وہ ایک دم رک کر کھڑا ہو گیا۔

بھائی کیا ہوا شہیر نے پوچھا۔

کچھ نہیں۔ بس تم لوگ ہوشیار رہو۔ وہ یہیں کہیں ہے وہ ادھر ادھر نظر میں گھماتے ہوئے بولا وہ تینوں بڑی ہوشیاری سے آگے بڑھنے لگے جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے روشنی بڑھتی جا رہی تھی ایک جگہ وہ ٹھٹھک کر رک گئے سامنے دیکھ کر ان کی سانس حلق میں اٹک گئی وہاں بہت بڑا ہیبت ناک بت تھا جس کا رنگ کالا تھا ہر طرف سبز روشنی میں گھرا ہوا وہ بہت خوفناک لگ رہا تھا اس کے سامنے کوئی

عورت بیٹھی تھی وہ سر جھکائے ہاتھ باندھے بیٹھی ہوئی دکھائی دی پاؤں کی آہٹ سن کر اس نے جھکا ہوا سر اٹھایا اور کھڑی ہوگئی اور پیچھے کی طرف گھوم گئی اس کی شکل دیکھ کر تینوں ایک دوسرے سے چمٹ گئے شہیر باقاعدہ موحد کی گود میں چڑھ گیا اور شازل ان دونوں کے ساتھ چمٹ گیا موحد کا خود سانس سوکھ رہا تھا ان تینوں کی نظریں اسی عورت کی طرف تھیں۔ اسکی رنگت سیاہ تھی اور آنکھوں کا زیادہ تر حصہ سفید تھا ناک چپٹی تھی اور بڑے بڑے کٹے پھٹے ہونٹ تھے بدنما بڑے بڑے دانت تھے اس کے گھونسلہ نما بالوں میں ایک بے حد خوبصورت سفید پھول لگا ہوا تھا اس کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا جیسے گندے تالاب میں کنول کا پھول کھلا ہوا ہو۔ اس کے گندے گندے میلے کچیلے ناخن کافی بڑے بڑے تھے اس نے سبز رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا جو اس کو بڑا بدنما بنا رہا تھا۔

بھائی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے شہیر نے اٹک اٹک کر کہا۔

بھائی یہاں سے چلو بھاگنے کے لیے شازل بھی روہانسا ہو کر بولا۔

موحد نے غصہ سے ان کی طرف دیکھا اور کہا احمقو میرا ساتھ دینے کی بجائے بھاگنے کو کہہ رہے ہو تم بولڑکے ہی ناں اس ڈانٹ پر وہ تڑپ کر اس سے علیحدہ ہوئے۔ شہیر غصہ سے بولا۔

بھائی آپ مجھ پر ہمیشہ یہ شک کیوں کرتے ہیں

اور مجھ پر بھی۔ شازل بھی اپنا حصہ لینے کو آگے بڑھا۔

تمہاری حرکتیں دیکھ کر۔ اس نے دونوں کی جانب گھور کر کہا۔

اے ادھر کیا کر رہے ہو تم لوگ۔ ایک بے ہنگم سی آواز نے ان کی زبان تالو سے چپکا دی۔ انہوں نے اس عورت کی طرف دیکھا وہ اسی کی آواز تھی وہ اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے ان کو دیکھ رہی تھی۔

کچھ بھی نہیں کر رہے ہیں شہیر جلدی سے بولا۔

اپنی بکواس بند رکھو۔ شازل نے اسے گھورا۔ تو شہیر چپ ہوگیا۔ رمپا بولی۔

تم لوگ یہاں تک آ تو گئے ہو مگر بچ کر نہیں جاؤ گے تم نے میری آدھی سے زیادہ طاقتیں ختم کر دی ہیں اب تم تینوں زندہ نہیں بچو گے ابھی میں تم لوگوں کو یہاں آنے کا مزہ چکھاتی ہوں۔۔۔ یہ کہہ کر وہ منہ میں کچھ بڑبڑانے لگی وہ تینوں چوکنے ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے ان کی طرف منہ کر کے پھونک ماری تو آگ کے تین بڑے بڑے گولے انکی طرف بڑھے انہوں نے یہ منظر دیکھ کر وہ تینوں ہی کانپ کر رہ گئے۔ لیکن جلد ہی اپنی انگوٹھیوں والے ہاتھ آگے کر دیئے وہ گولے انکے ہاتھوں سے ٹکراتے ہی ختم ہوگئے۔ یہ سب دیکھ کر اپنے وار کو خالی دیکھ کر رمپا جادوگرنی غصہ سے مزید پاگل ہوگئی۔ وہ اپنی ناکامی پر تڑپ گئی مگر ہمت نہیں ہاری اس نے پھر کچھ پڑھ کر پھونک ماری تو انکے اردگرد سے زمین سے عجیب الخلقت مخلوق نکلنے لگی جس کے قد چھوٹے چھوٹے تھے اور عجیب سی شکلیں تھیں ان کے ہاتھوں میں زنجیریں اور خنجر تھے وہ انکی طرف بڑھ رہے تھے پھر انہوں نے ان تینوں پر حملہ کر دیا وہاں ایک گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔

بالآخر ایک شدید معرکہ کے بعد انہوں نے فتح پالی۔ ایک ایک کر کے زمین سے نکلنے والی تمام مخلوق کو انہوں نے قتل کر دیا وہ خود بھی بری طرح زخمی ہوئے تھے لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری تھی کیونکہ انکی کوشش تھی کہ وہ جس کام کے لیے اس سبز دنیا میں آئے ہیں وہ کام مکمل کر کے ہی جائیں یہ بھی

نتے تھے کہ اگر انہوں نے ہمت ہار دی تو پھر کی لاشیں ہی یہاں گلی سڑی ملیں گی۔ اور وہ بھی گھر واپس نہیں جا سکیں گے یہی وجہ تھی کہ وہ زخمی نے کے باوجود بھی لڑ رہے تھے اور کامیابی ان کا ر بنتی جا رہی تھی۔

رمپا کا سیاہ چہرہ غصہ سے سرخ ہو کر بہت لگ رہا تھا وہ تلملانے لگی اس لڑائی کے بعد وہ خود بہت زخمی ہو چکے تھے موحد کی حالت بہت بری اس کے سر سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا اس کو طرف لٹا کر وہ دونوں غصہ سے اس کی طرف ھے موحد کی بگڑتی ہوئی حالت نے ان کا پاگل دیا تھا۔

تو کیا سمجھتی ہے تو بہت طاقتور ہے۔ آ مجھ سے بلہ کر۔

شازل نے اسے للکارتے ہوئے کہا اور ساتھ اس کی طرف بڑھنے لگا اس نے اپنی تلوار پر فت مضبوط کر لی تھی رمپا نے بھی ہاتھ بلند کیا تو کے ہاتھ میں بھی تلوار آ گئی شازل اور اس کی ی بڑی سخت تھی۔ دونوں طرف سے پور وار ہو رہے تھے وہ بہت زیادہ زخمی ہو چکا تھا رمپا کو جہاں زخم ہوتا فوراً ہی بھر جاتا شبیر کوشش رہا تھا کہ وہ کسی طرح سے رمپا کے بالوں سے تے کا پھول اتار لے اپنی اس کوشش میں وہ کافی بھی ہو گیا تھا آخر کار شازل نے اس کی گردن پر وار کیا کہ اس کی گردن تن سے جدا ہو کر جا گری۔ اور اس کا سر اس کے قدموں میں را۔ اس نے فوراً سے پیشتر اس کے بالوں سے نکال لیا اس کی گردن اسی لمحے دوبارہ دھڑ سے ی اب وہ بے بس ہو کر اس کی طرف دیکھ رہی ۔ اور پھر منت بھرے انداز میں بولی۔

دیکھو اس پھول کو کچھ مت کرنا یہ مجھے دے دو ہمارے کسی کام کا نہیں ہے میں تم سے ہر بات کے لیے معافی مانگتی ہوں میں سب چھوڑ دوں گی میں کچھ نہیں کروں گی بس وہ پھول مجھے دے دو وہ خوفزدہ ہو کر چلانے لگی تھی۔

شبیر جلدی سے پھول کو توڑ دو موحد کی کراہتی ہوئی آواز سنائی دی وہ ہوش میں آ چکا تھا موحد کی حالت دیکھ کر اس نے غصہ سے پھول کیا کا ایک پتی توڑنی شروع کر دی۔

نہیں نہیں ایسا مت کرنا۔ رمپا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا مجھے معاف کر دو میں تم لوگوں سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں آج کے بعد کسی کو بھی کچھ نہیں کہوں گی یہاں سے بہت دور چلی جاؤں گی بس یہ پھول مجھے واپس کر دو۔

نہیں شبیر تم نے اسکی باتوں میں مت آنا۔ بس اس پھول کو پوری طرح مسل دو موحد نے ہمت کرتے ہوئے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور شبیر نے ایسا ہی کیا اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پھول کو ہاتھوں میں مسلنا شروع کر دیا اس کی ایک ایک پتی کو بکھیر دیا۔ وہ ایسا کرتا جا رہا تھا تب رمپا کے جسم سے حصے بھی علیحدہ علیحدہ ہو کر گرتے جا رہے تھے۔ اس کے سر بازو ٹانگیں ہر عضو علیحدہ ہو کر گرنے لگا اور ہر طرف رمپا کی چیخیں گونجنے لگیں آخر کار اس نے پھول کو زمین پر پھینک کر پاؤں سے مسل دیا۔ تو وہاں سبز رنگ کا گہرا دھواں پھیلنے لگا ان کو سانس لینا بھی دشوار ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ ایک دوسرے سے بولے

جلدی سے غار سے باہر بھاگو۔

بس اتنا کہنا تھا کہ تینوں ہی غار سے باہر بھاگے۔ لیکن سبز دھواں ان کے جسموں میں بھر چکا تھا وہ تینوں بے ہوش ہو گئے پھر دوبارہ جب وہ عالم شعور میں لوٹے تو خود کو آم کے درخت کے نیچے پایا صبح کا سورج طلوع ہو رہا تھا جس کی روشنی میں نہر کا پانی چمک رہا تھا پرندوں کا شور ماحول کو اور بھی

خوشبو اڑ رہا تھا سب سے پہلے شہیر ہوش میں آیا پھر اس نے موحد اور شازل کو بھی ہوش میں لایا شازل اٹھتے ساتھ ہی بولا۔

رمپا مر گئی ہے ناں۔

ہاں مر گئی ہے۔ اور ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔

وہ تینوں خوشی سے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے شازل نے موحد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بھائی تمہارے سر سے خون بہہ رہا ہے۔ لیکن اسی اثنا میں ایک ہوا کا ٹھنڈا جھونکا آیا اور ان تینوں کے گرد ایک بار گھوما پھر وہ غائب ہو گیا انہوں نے دیکھا کہ کسی کے جسم پر بھی کوئی بھی زخم نہ تھا سب ہی ٹھیک ہو چکے تھے۔ اسی وقت درخت سے ایک قدرے پکی ہوئی کیری موحد کے سر پر لگی جسے نیچے گرنے سے پہلے شازل نے جھپٹ لیا اور موحد اور شہیر نے اس کی طرف دیکھا تو وہ آرام سے بولا۔

سوری بھائی کھانے کے معاملے میں میں آپ کو نہیں جانتا اس نے کیری کھانی چاہی تو فوراً ہی شہیر نے جھپٹ لی اور کہا۔

واقعی بھوک کے وقت کوئی رشتہ نہیں ہوتا اور اس نے کیری کھانی شروع کر دی۔ اس وقت درخت سے کوئی دھم سے نیچے گرا وہ موحد کی عمر کا نیک لڑکا تھا زمین سے اٹھتے ہوئے بولا۔

شکریہ دوستو تم لوگوں نے میری جان بچائی ہے۔

تم کون ہو۔ شہیر نے پوچھا۔

میں وہی پانی والا انسان ہوں۔ جس کی تم لوگوں نے مدد کی تھی۔

اوہ اچھا وہ تینوں یک زبان ہو کر بولے موحد بولا مگر تم تو بہت خوبصورت ہو میں نے کبھی اتنا خوبصورت انسان نہیں دیکھا

تو اب بھی تم کسی انسان کو نہیں دیکھ رہے ہو۔

کیا مطلب۔ ہم تمہاری بات سمجھ نہیں پائے

نہیں تینوں اسکی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

میں انسان نہیں ہوں ایک جن زادہ ہوں۔

ک۔ ک۔ کیا جن۔

وہ تینوں حیرت میں ڈوبتے ہوئے گویا ہوئے۔

ہاں میں جن زادہ ہوں۔

لیکن اگر تم جن تھے تو پھر وہاں کیوں گئے تھے۔

میں اپنی مرضی سے نہیں گیا تھا۔ وہ جادوگرنی مجھے اٹھا کر لے گئی تھی اس نے مجھ پر دباؤ ڈالا کہ میں اسکے لیے کام کروں جو جو وہ کہے میں وہ سب آنکھیں بند کر کے مانتا جاؤں مگر میں نے ایسا نہ کیا اس کی ایک نہ مانی کیونکہ میں ایک مسلمان جن ہوں۔ ایسے کام نہیں کر سکتا تھا جس میں کسی کا نقصان ہو جو تباہ کا کام ہو۔ میرے انکار پر اس نے مجھے شیشے میں قید کر دیا تھا۔ جو میرے لیے بہت اذیت ناک تھی۔

پھر تم زندہ کیسے رہے۔ شازل نے سوال کیا۔

میرے پاس اپنی کچھ طاقتیں تھیں۔ جسکی وجہ سے میں زندہ رہا۔ میں تم لوگوں کا مشکور ہوں کہ جنہوں نے وہاں پہنچ کر میری مدد کی اور مجھے اس اذیت سے نجات دلائی تم لوگوں نے اس رمپا جادوگرنی کو مار کر دنیا کو تباہی سے بچا لیا ہے۔ جو بہت ہی خوشی کی بات ہے اگر تم ایسا نہ کرتے تو ہو سکتا تھا کہ کل کو تم سمیت کوئی بھی زندہ نہ رہتا آؤ میں اب تم کو کھانا کھلاؤں کیونکہ تم لوگ بہت بھوکے ہو۔ اتنا کہہ کر اس جن نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو ایک دسترخوان وہاں موجود تھا جہاں رنگ برنگے خوشبو دار کھانے موجود تھے۔

آؤ سب ہی مل کر کھاتے ہیں اتنا کہہ کر وہ سب کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ کھانا بہت ہی لذیذ تھا اتنا اچھا کھانا انہوں نے آج سے قبل کبھی بھی

ں کھایا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس نے
پھا۔
اب زخموں پر درد تو نہیں ہو رہا ہے۔
نہیں بالکل بھی نہیں۔ کیا تم نے ہمارے زخم
ب کیے تھے۔
ہاں یہ سب میں نے کیا تھا۔
اسکی اس بات پر وہ سب اس کو ممنون نگاہوں
ند دیکھنے لگے۔
دیکھو ساتھیو تم لوگوں نے مجھے ایک نئی زندگی
ہے اس کے بدلے میں یہ تو ایک بے حد چھوٹا
ہے میں تم پر بہت ہی خوش ہوں۔
آپ کا نام کیا ہے شازل نے پوچھا۔
میرا نام شہباز ہے۔ پھر وہ جن کھڑا ہو گیا۔
بولا اچھا دوستو میں اب چلتا ہوں مجھے اجازت
، میں آج کافی لمبے عرصہ کے اپنے
ر والوں سے ملنے جا رہا ہوں نجانے وہ میرے
ے میں کیا سمجھے ہوں گے کہ میں مر چکا ہوں گا
ں نے مجھے جلا کر مار دیا ہو گا۔ مجھے زندہ دیکھ کر
وہ بہت ہی خوش ہوں گے۔ اور یہ سب کچھ
ری وجہ سے ہوا ہے اگر تم اس سبز دنیا میں
تے تو ہو سکتا تھا کہ میں وہاں ہی اپنی زندگی کی
ی پوری کر رہا ہوتا۔ اچھا اب تم لوگ بھی اپنے
نے گھروں کو جاؤ میں بھی چلتا ہوں اس نے اداس
ں نظروں سے ان سب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ انکا
، دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ جن ان سے
ہو لیکن ایسا ہونا تھا وہ اس کو روک نہیں سکتے تھے
ی اداس ہو گئے تھے۔
اس کا مطلب ہے کہ اب ہم تم کو پھر کبھی بھی
ں دیکھ سکیں گے۔ شازل نے پوچھا۔
نہیں نہیں تم لوگ جب بھی چاہو مجھے بلاؤ میں
ر ہو جاؤں گا۔ میں تم لوگوں کی شادیوں پر ضرور
ں گا۔ پھر وہ شبیر سے مخاطب ہوا۔

تم مہوش بھابھی کو میرا اسلام کہنا۔
اس نے شازل کی بہن کا نام لیا تو شازل کی
آنکھیں حیرت کے مارے ابل پڑیں اس کی خواہش
یوں پوری ہوئی اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔
آپ آنکھیں پھاڑ کر نہ دیکھیں بس تہذیب
بھابھی کو میرا اسلام کہہ دیجیے گا۔ اس نے ساتھ ہی
شازل کا بھی بھانڈا پھوڑ دیا۔ اب حیران ہونے کی
باری شبیر کی تھی مگر موحد بڑے آرام سے کھڑا تھا
اسے سب پہلے سے پتہ تھا۔
اچھا موحد بھائی منابل بھابھی کو بھی میرا اسلام
کہیے گا۔ اب میں چلتا ہوں اور حیران مت ہوں
مجھے ہر چیز کا علم ہو گیا ہے اپنی طاقت سے اب
میں چلتا ہوں آپ لوگ بھی اپنے گھروں کو جائیں
آپ کے گھر والے آپ کی وجہ سے پریشان
ہو رہے ہوں گے اچھا اللہ حافظ اتنا کہہ کر وہ کھڑے
کھڑے ہی غائب ہو گیا۔ وہ تینوں ایک دوسرے
کی طرف دیکھنے لگے اور شبیر شازل شرمندہ شرمندہ
سے ہنس رہے تھے موحد نے ان دونوں کے
کندھوں پر مسکرا کر ہاتھ رکھا اور وہ تینوں گاؤں کی
طرف چل پڑے جہاں زندگی مسکرا رہی تھی خوشیاں
انکی منتظر تھیں۔
قارئین کرام کیسی لگی آپ کو میری کہانی اپنی
رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ میں آپ کی
رائے کی منتظر رہوں گی۔ اس شعر کے ساتھ
اجازت۔

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

وہ میرے شعروں کے ہر لفظ میں ہے
میرے شعروں میں عنوان اس کے
میرے ہاتھ میں جب سے قلم آیا
ہر غزل لکھی ہے نام اس کے

راستہ

۔۔۔تحریر: فلک زاہد۔ لاہور

مجھے راستہ بتاؤ۔ وندی نے جیسے سنا ہی نہیں کہ اس بوڑھے نے اسے کیا کہا وہ تو اس کا چہرہ دیکھ کر ہی کانپ اٹھی تھی بوڑھے آدمی کا چہرہ بہت ہی بدنما اور بدصورت تھا اس کے چہرے کی جلدی جگہ جگہ سے زخموں اور جھریوں سے بھری پڑی تھی اس کے بال گندے بکھرے اور الجھے ہوئے تھے اور آنکھیں خدا کی پناہ یوں پھٹی ہوئی تھیں جیسے ابھی باہر کو ابل پڑیں گی رات کی خوفناک تاریکی میں ایک بدصورت اجنبی بوڑھے کے ساتھ اس تنگ گلی میں وندی اکیلی تھی اس لیے وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی اس کے سینے میں اس کا دل پوری قوت سے دھک دھک کر رہا تھا۔ اسے خود کو سنبھالنے میں کچھ وقت لگا جب ہی اس بوڑھے بدنما آدمی نے اپنی بھاری آواز میں ایک بار پھر وندی سے کہا۔ مجھے راستہ بتاؤ۔ وندی کافی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی اس نے بمشکل تمام اپنے ہمت اور حوصلے کو یکجا کر کے گھبراتے ہوئے بوڑھے آدمی سے کہا۔ او کے کہاں جانا ہے آپ کو۔ وندی کے کہنے پر جب اس بوڑھے نے اسے وہ پتہ بتایا جہاں وہ جانا چاہتا تھا تو وہ پتہ سن کر وندی کی ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی لہر دوڑ گئی کیونکہ وہ پتہ وندی کے اپنے گھر کا تھا وہ اس کی نظروں سے دور ہونے کے لیے بھاگ کھڑی ہوئی لیکن اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کے ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔۔ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

رات نے گہرے سائے چار سو پھیلا چکے تھے یہ دسمبر کی گہری ایک رات تھی جس کے باعث سردی بھی اپنے عروج پر تھی تمام سڑکیں ذی روح سے خالی اور سنسان تھیں چاروں طرف سناٹا سائیں سائیں کر رہا تھا آسمان پر چاند بادلوں کی اوٹ سے مدہم روشنی کے ساتھ جلوہ افروز تھا۔ ستاروں کا قطعی نام و نشان نہیں تھا یہ رات کے کوئی نو یا دس بجے کا وقت ہوگا مگر یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آدھی سے زیادہ رات بیت گئی ہو تمام لوگ اپنے اپنے گھروں میں بند ہو کر مختلف مشاغل میں مصروف تھے جبکہ ایسی گہری تاریک اور سنسان رات میں خوبرو جواں سال وندی وائٹ پینٹ شرٹ میں ملبوس اپنی جیکٹ کی جیبوں میں دونوں ہاتھ ڈالے اور سر پر ٹوپی پہنے اپنے گھر کی جانب چلی جا رہی تھی وندی اٹھارہ سال کی خوبصورت دوشیزہ تھی جو اس وقت اپنی دوست کے گھر سے فلم دیکھنے کے بعد اپنے گھر کی جانب لوٹ رہی تھی وندی کی دوست نے اسے اس سرد رات میں اکیلے گھر جانے سے بہت روکا مگر وندی نے اتنا کہہ کر بات ختم کر دی کہ اس کا گھر زیادہ دور نہیں ہے چنانچہ اب وہ اپنے تمام ہمت اور حوصلے کے ساتھ اپنے گھر کی جانب رواں دواں تھی وندی نے گھر جلدی پہنچنے کے لیے شارٹ کٹ سے جانے کا فیصلہ کیا اور بڑی سڑک سے اتر کر ایک تنگ گلی کے اندر پلٹ گئی ابھی وہ تنگ گلی میں چلتے ہوئے وندی کو گلی کے بیچ و بیچ کوئی ہیولہ کھڑا دکھائی دیا۔ چونکہ گلی تنگ تھی اور جانے کا کوئی اور راستہ بھی نہیں تھا اس لیے وندی اس ہیولے سے کچھ فاصلے پر رک گئی۔ کیونکہ وہ ہیولہ وندی کے راستے میں حائل تھا وندی کے رکتے ہی وہ ہیولہ وندی کی

جانب پیچھے کو پلٹا چاند کی مدھم روشنی میں ونڈی نے اس کا چہرہ دیکھا تو دہشت زدہ ہوگئی وہ کوئی بوڑھا آدمی تھا جو اپنی بھاری آواز میں ونڈی سے مخاطب ہوا۔

مجھے راستہ بتاؤ۔ ونڈی نے جیسے سنا ہی نہیں کہ اس بوڑھے نے اسے کیا کہا وہ تو اس کا چہرہ دیکھ کر ہی کانپ اٹھی تھی بوڑھے آدمی کا چہرہ بہت ہی بدنما اور بدصورت تھا اس کے چہرے کی جلد جگہ جگہ سے زخموں اور جھریوں سے بھری پڑی تھی اس کے بال گندے بکھرے اور الجھے ہوئے تھے اور آنکھیں خدا کی پناہ یوں پھٹی ہوئی تھیں جیسے ابھی باہر کو ابل پڑیں گی رات کی خوفناک تاریکی میں ایک بدصورت اجنبی بوڑھے کے ساتھ اس تنگ گلی میں ونڈی اکیلی تھی اس لیے وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی اس کے سینے میں اس کا دل پوری قوت سے تھک تھک کر رہا تھا۔ اسے خود کو سنبھالنے میں کچھ وقت لگا جب ہی اس بوڑھے بدنما آدمی نے اپنی بھاری آواز میں ایک بار پھر ونڈی سے کہا۔

مجھے راستہ بتاؤ۔

ونڈی کافی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی اس نے بمشکل تمام اپنے ہمت اور حوصلے کو یکجا کر کے گھبراتے ہوئے بوڑھے آدمی سے کہا۔

او کے او کے کہاں جانا ہے آپ کو۔

ونڈی کے کہنے پر جب اس بوڑھے نے اسے وہ پتہ بتایا جہاں وہ جانا چاہتا تھا تو وہ پتہ سن کر ونڈی کی ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی لہر دوڑ گئی کیونکہ وہ پتہ ونڈی کے اپنے گھر کا تھا۔

معاف کیجئے مجھے نہیں پتہ یہ کہاں پر ہے۔

ونڈی نے گھبراتے ہوئے جلدی سے کہا تقریبا بوڑھے آدمی کو دھکا دیتے ہوئے اس کے پاس سے گزر کر تنگ گلی میں بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے ونڈی نے جب تھوڑا سا پیچھے پلٹ کر دیکھا تو وہ بوڑھا بدستور وہیں کھڑا ونڈی کو جاتا ہوا دیکھ رہا تھا ونڈی نے جلدی سے چہرہ آگے پھیر لیا۔ اور اپنے بھاگنے کی رفتار مزید بڑھا دی جس کے باعث وہ جلد ہی تنگ گلی سے نکل کر بڑی سڑک پر بھاگ رہی تھی سڑک کے دونوں اطراف بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں جن کے باہر لگی سٹریٹ لائٹیں بھی بند تھیں ہر طرف ویرانا سناٹا اور خاموشی کنڈلی مارے بیٹھا تھا ونڈی اس قدر دہشت زدہ ہوگئی تھی کہ اس نے ایک پل کے لیے بھی رکنا مناسب نہ سمجھا۔ اور بے تحاشا بھاگتی رہی اس کا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا یہاں تک کہ اس نے اپنے گھر کے باہر آ کر ہی دم لیا ونڈی لمحے کو اپنے گھر کے باہر اپنا سانس بحال کرنے کو رکی اس کا سانس بری طرح پھول چکا تھا وہ لمبی لمبی سانسیں لے کر خود کو پرسکون کرنے لگی ونڈی کا گھر ایک متوسط علاقے میں تھا جو اس وقت پورے کا پورا اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا ونڈی نے ایک سرسری سی نگاہ اپنے گردونواح میں ڈالی یہ دیکھنے کے لیے کہ کہیں اس بوڑھے آدمی نے اس کا پیچھا تو نہیں کیا مگر پوری گلی سنسان اور ویران تھی ونڈی نے سکون کی ایک گہری سانس خارج کی اور اپنی پینٹ کی جیب سے گھر کی چابی نکال کر کی ہول میں ڈالی دروازہ کھل گیا اور ونڈی اندر داخل ہوئی گھر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا ونڈی ابھی دروازہ بند کرنے کو پلٹنے ہی والی تھی کہ جب ہی گھر کے اندر سے گہری خاموشی کو روندتی ہوئی ایک بھاری آواز گونجی

مجھے راستہ بتاؤ۔ وہ بری طرح کانپ گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بوڑھا اس کے نزدیک پہنچا اور اس کے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگا بس وہ مدہوش ہوتی گئی ایسی مدہوش ہوئی کہ وہ اٹھ نہ سکی وہ مدہوشی موت کی مدہوشی تھی۔ ہاں اس کی موت کا راستہ تھا۔

دوستی

--تحریر-کائنات عامر-ڈسکہ-

پشمینہ ساری رات نہیں سوئی تھی ساری رات روتی رہی تھی اور پھر صبح ہونے پر اس کے ابو اس کے اس کو ایک پاگلوں کے ڈاکٹر کے پاس لے گئے اور پھر جب ڈاکٹر نے پوچھا۔ بیٹا کیا ہوا ہے آپ ایسے سب کے ساتھ بات کیوں کرتی ہو اور یہ سب کیا ہے۔ پشمینہ چپ رہی بولی کچھ نہیں وہ بس کبھی مذاق کرتی ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کا نام کیا ہے۔ وہ بولی۔ پشمینہ اور آپ کے ابو کا کیا نام ہے۔ وہ بولی کہ ریاض احمد اور آپ کی امی کا کیا نام ہے وہ بولی کہ رخسانہ ٹھیک ہے آپ تو ٹھیک ٹھاک ہیں پھر کیوں ایسا کہہ رہے ہیں کہ آپ پاگل ہو یہ کہہ کر ڈاکٹر نے کرسی ہلائی ڈاکٹر تھوڑا سا ہلایا تو کرسی بھی ہل گئی تو وہ پھر زور زور سے رونے لگی۔ آمنہ آ گئی آمنہ آ گئی۔ ڈاکٹر نے کہا کوئی نہیں آیا یہاں یہ تو کرسی کی آواز تھی تو وہ چپ ہو گئی تو ڈاکٹر نے اسے پانی دیا یہ لو پی لو تو وہ پانی پی کر اٹھ گئی ڈاکٹر نے کہا جاؤ اب تم باہر انتظار کرو اور اپنے ابو کو بھیج دو اندر تو اس نے بھیج دیا وہ باہر جا رہی تھی کہ راستے میں ایک لاش تھی پشمینہ نے وہ لاش دیکھی اور دو قدم آگے چلی گئی تو لاش نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئی اور رونے لگی تو ایک نرس آپریشن کا سارا سامان لے کر جا رہی تھی پشمینہ نے ہاتھ کھینچا اور پیچھے کے بل گرتے ہوئے وقت اس کی ٹکر اس نرس سے ہوئی نرس بھی گر گئی اور اس کے ہاتھ میں سامان گر گیا نرس سائیڈ پر گری تھی اور پشمینہ بالکل سیدھی گری تھی تو اس آپریشن کے سامان میں قینچی تھی جو کہ پشمینہ کی آنکھ میں گرنے سے کٹ تھی بالکل آنکھ کے اندر لگی تھی کی اچانک جلدی سے پشمینہ سائیڈ پر ہوئی اور بچ گئی پھر جلدی سے اس کے ابو آئے اور آ کر اسے اپنے ساتھ گھر لے گئے جب گھر گئی تو بہت حیران تھی پھر ایسے رات ہو گئی پھر جب رات ہوئی تو میں نے پھر آمنہ کو دیکھا اور ڈر کر اوپر چھت پر بھاگ گئی اور وہ مجھے مارنے کے لیے میری طرف بڑھ رہی تھی اور میں ڈر کے مارے اوپر والی چھت پر چڑھ گئی تھی وہ وہاں آمنہ سے معافی مانگنے لگی اور کہا۔ جب تم چھلانگ لگانے لگی تھی تو ہم نے تمہیں روکنا چاہا مگر ہمارے کہنے سے پہلے ہی تم چھلانگ لگا چکی تھی پلیز مجھے چھوڑ دو میں تمہیں نہیں بچا سکتی تھی۔ پشمینہ کا پاؤں پھسل گیا اور وہ چھت سے گرنے لگی تو آمنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ شاید میری ہی غلطی تھی میں نے تو اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے اپنی جان دے دی تا کہ ہمارے جیسے بہترین دوستوں کا ہاتھ اور ساتھ نہ چھوٹ جائے اور دوستی سے لوگوں کا اعتبار نہ اٹھ جائے۔

تین لڑکے اور تین لڑکیاں آپس میں بہت اچھے دوست تھے آپ میں بہت پیار سے رہتے تھے ان کے کالج کی اک دوست آنسہ کی شادی آ رہی تھی صرف دو ہفتے رہ گئے تھے آنسہ نے بہترین گروپ کو بھی اپنی شادی کی دعوت دی پشمینہ۔ زارا۔ اور شاہزیب اور عابد کے بارے میں سب جانتے تھے کہ یہ آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں لیکن گھر والے نہیں مانتے انہوں نے بہت کوشش کی تھی لیکن سب بے کار تھی آمنہ اور زوہیب نے بولا کہ چلو آنسہ کی شادی کی شاپنگ پر چلتے ہیں آمنہ بہت امیر تھی زارا بھی امیر تھی لیکن آمنہ جیسی نہیں اور پشمینہ امیر نہ تھی سب شاپنگ کرنے کے لیے مان گئے تھے



سوائے پشمینہ کے اس نے بولا
تم لوگ جاؤ میں شاپنگ نہیں کروں گی
باقی سب سمجھ گئے کہ یہ کیوں ایسا کہہ رہی ہے
پھر سب نے پلان بنایا کہ ہم پشمینہ کو سرپرائز دیں گے انہوں نے بولا۔
ٹھیک ہے تم گھر جاؤ ہم لوگ شاپنگ پر جا رہے ہیں تو پشمینہ نے کہا
کیا میں ویسے ہی آپ لوگوں کے ساتھ نہیں جا سکتی تو ان سب نے کہا
نہیں تو ہم نے پشمینہ کو گھر بھیج دیا اور پھر بہت سی شاپنگ کی پشمینہ نے پوچھا۔
تم لوگوں نے کیا کیا خریدہ ہے
سب بولے وائے تمہیں کیوں بتائیں تو پشمینہ پھر اداس ہو گئی کہ یہ مجھ سے اس طرح کیوں بات کر رہے ہیں وہ غصے میں چلی گئی اور پھر کالج کا وقت ختم ہونے والا تھا انہوں نے پشمینہ کو بلایا اور اس کو سب نے اس کے لیے خریدی ہوئی چیزیں دکھائی وہ بہت خوش ہوئی اور سب نے اسے کہا۔
ساری چیزیں شاہزیب نے تمہارے لیے پسند کی ہیں تو وہ شرما سا گئی اور بولی
اچھی ہیں اس نے شکریہ ادا کیا اور آئی لو یو مائی فرینڈ کہا تو پھر سب خوش ہو گئے۔
چلو اب گھر چلیں صبح ملیں گے نسرین کی مہندی پر
پھر وہ مہندی پر ملے اس کے بعد بارات پر ملے اور بارات پر زوہیب نے بھی آمنہ کو پرپوز کیا اور آمنہ نے ہاں کر دی سب نے بولا۔
تم تینوں اکٹھے ہی شادی کریں گے اکٹھے ہی جئیں گے اکٹھے ہی مریں گے
پھر انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب ہم بی اے کے امتحان سے فارغ ہونے والے ہیں اب ہمیں اپنے گھر والوں سے بات کرنی چاہیے کہ اب ہم شادی کریں گے تو سب مل کر پھر آمنہ اور زوہیب کے والدین تو مان گئے پھر ان چاروں میں سے صرف عابد کے گھر والے مانے تھے تو پھر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ہمارے جینے کا کوئی اور مقصد نہیں ہے تو انہوں نے کہ ہم خودکشی کر لیں گے تو پھر زوہیب اور آمنہ نے یاد کروایا۔
آج سے چار سال پہلے ہم نے وعدہ کیا تھا کہ کہ ہم آپ میں ہی جئیں گے اور مریں گے اگر تم لوگ خودکشی کرو گے تو ہم لوگ بھی تمہارے ساتھ خودکشی کریں گے۔
انہوں نے کہا نہیں تمہارے گھر والے تو مان گئے ہیں پھر کیوں۔
انہوں نے کہا یہ ایک وعدہ ہے اور ہمیں پورا کرنا ہے تو پشمینہ نے کہا۔
اگر ہم خودکشی کریں گے تو کہیں یہ نہ ہو کہ ہم مرنے کے بعد الگ ہو جائیں
انہوں نے کہا اوشٹ یار پھر ہم کیا کریں تو
آمنہ نے کہا کہ ایک منٹ میں انٹرنیٹ پر چیک کرتی ہوں کہ ہم مرنے کے بعد اکٹھے کیسے رہیں گے
انہیں بہت کوششوں کے بعد پتہ چلا کہ ایک ہندو مرنے کے بعد اکٹھے رہنے کا وہ اس گوپال سے ملنے چلے گئے انہوں نے گوپال سے کہا۔
ہم لوگ مرنے کے بعد کیسے اکٹھے رہ سکتے ہیں مطلب کہ میری اور ان سب کی آتما میرے ساتھ اور میں ان کے ساتھ پھر بعد میں گوپال منتری نے ہمیں اکٹھا بیٹھنے کو کہا اور ہم ایک ساتھ بیٹھ گئے اور گوپال نے پہلے تو پتہ نہیں کون سے منتر پڑھے اور پھر بعد میں اس نے آگ پر کچھ پھینکا اور آگ بہت زیادہ تیز ہو گئی ہم سب نے جلدی سے اپنے اپنے منہ بچائے اور پھر گوپال منتری سے پوچھا۔
یہ تم کیا کر رہے ہو تو اس نے کہا بس ہو گیا اس نے چھ پیالے ہمارے سامنے رکھے بالکل صاف شیشے کے تھے اس نے بولا۔

سب اس کے آگے ہاتھ رکھ لو ہم نے رکھ لیے اس کے بعد اس نے ایک چاقو رکھا ہوا تھا اپنے پاس اس نے ہاتھ میں پکڑ لیا اور اس نے اتنے اتنے بڑے کاٹ ہمارے ہاتھ پر لگائے اور پھر بہت زیادہ خون نکلنے لگا وہ خون اس پیالے میں ڈال دیا اور چھ کے چھ پیالے ہمارے خون سے بھر گئے پھر اس نے ہم سے کہا۔

کل رات بارہ بجے خودکشی کر لینا پھر میں تم لوگوں کی آتماؤں کو بھی ایک جگہ پر اکٹھی کر دوں گا ہم لوگ جانے لگے اپنے اپنے گھر میں تم لوگ پریشان کیوں ہو

آمنہ نے کہا اور کہا کہ میں تو بہت خوش ہوں ہم مرنے سے پہلے اکٹھے اور مرنے کے بعد بھی اکٹھے رہیں گے

او ماں بولا میں بہت خوش ہوں کہ مجھے تو بہت بے صبری ہو رہی ہے انتظار ہے کہ کب مریں گے اور کب مرنے کے بعد ہماری آتمائیں اکٹھی رہیں گی تو پھر اگلے دن بارہ بجے ہم سب اکٹھے ایک جگہ پہنچے رات کو بہت اندھیرا تھا اور ایک ہوٹل تھا بہت بڑا ہم سارے دوست اس کی ساتویں منزل پر پہنچ گئے اور ہم بہت ڈرے ہوئے تھے کیونکہ اس سے نیچے چھلانگیں لگانے سے خوف آ رہا تھا پھر آمنہ نے بولا۔

چلو میں تین تک گنوں گی اور تم سب میرے ساتھ چھلانگ لگانا ٹھیک ہے۔ اب میں بولتی ہوں اور پھر آمنہ بولی ایک دو تین گو۔ اور وہ چھلانگ لگ گئی ہم سب میں کوئی بھی نہیں چھلانگ لگا اور پھر زوہیب زور زور سے رونے لگا اور وہ بھی چھلانگ لگا گیا ہم ڈر گئے اور ہم پیچھے ہٹ گئے ڈر کے مارے ہمارا برا حال تھا ہم سب لوگ اپنے اپنے گھر میں چلے گئے یہاں تک ہم یہ بھی نہ دیکھ سکے کہ آمنہ اور زوہیب زندہ بھی ہیں یا پھر نہیں نہ جانے روتے روتے کب آنکھ لگ گئی لیکن پشمینہ نہیں سوئی تھی

جب صبح ہوئی تو ہم پھر آمنہ اور زوہیب کے گھر ان کے گھر کے نزدیک نزدیک تھے ان کے گھر میں ماتم مچا ہوا تھا سب کا برا حال ہو رہا تھا اور یہ سب ہماری وجہ سے ہوا تھا

زارا نے سب سے کہا کہ ہمیں اس سب کے بارے میں کسی نے نہیں بتانا چاہئے۔

پھر ہم اندر جا کر بیٹھ گئے اس کے بعد سب رو رہے تھے انہیں دیکھ کر بھی رونے لگے ظاہر بات ہے اگر کسی کا جوان بیٹا مر جائے اور بیٹی گزر جائے تو اس پر کیا بیتتی ہے یہ تو وہی جانتا ہے اور یہ سب ہوا بھی ہماری وجہ سے ہی تھا سب میری غلطی تھی اچانک زارا کے زور سے رونے کی آواز آئی وہ بہت ڈری ہوئی تھی ہم سب نے اس سے پوچھا۔

کیا ہوا ہے

وہ بولی کہ میں نے ابھی ابھی آمنہ کو میری طرف گھورتے ہوئے دیکھا ہے وہ وہ مجھے بہت بہت برے طریقے سے دیکھ رہی تھی اور زارا یہاں سے چلی گئی۔ پھر کچھ ہی دیر بعد اسے مطلب آمنہ اور زوہیب کو دفنا دیا گیا اور ان کی قبریں بھی اکٹھی بنائی تھیں جب ہم لوگ جنازے کے ساتھ جا رہے تھے کہ عابد کو لگا کہ زوہیب نے اس کا ہاتھ پکڑا ہے وہ ڈر گئے کیونکہ شاہ زیب کو بھی لگا تھا کہ جیسے زوہیب نے اس کا ہاتھ پکڑا ہو تو وہ بہت زیادہ ڈر گئے کہ یہ کیا ہو رہا ہے لیکن پشمینہ نہیں مان رہی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے وہ دونوں اب اس دنیا میں نہیں ہیں پھر ہم نے سوچا شاید یہ ہمارا وہم ہو کہ ہمارے ساتھ ایسا بھی ہوا ہے۔

زارا ماننے کو تیار نہیں تھی وہ کہہ رہی تھی کہ وہ مجھے مار دے گی میں اب زندہ نہیں بچوں گی وہ مجھے مار رہی ہے سب نے کہا کہ تمہارے بہت زیادہ سمجھانے کی وجہ سے بھی وہ نہیں مانی پھر ہمیں پتا تھا کہ شاید زارا پاگل ہو رہی ہے لیکن عابد ماننے کو تیار نہیں تھا وہ کہتا ہے کہ اس کی

طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ صدمے میں ہے کیونکہ ایک ساتھ ہمارے دونوں دوست اس دنیا سے چلے گئے ہیں اتنے میں زارا آ گئی اور اس نے کہا۔

ہم بھی اس دنیا میں نہیں رہیں گے وہ ہمیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اب ہمیں کوئی بھی نہیں بچا سکتا

یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور پھر غصہ سے جا رہی تھی کہ اچانک خود بخود پانی گر گیا اور بعد میں اس پانی پر ایک خراب بجلی کی تار گر گئی اور پانی میں کرنٹ آ گیا وہ تین چار قدم ہی دور اس پانی سے تھے کہ عابد اس کے پیچھے آ رہا تھا اور اس نے زارا کو آواز دی۔

زارا رکو

اس نے اس کی آواز سنی تو رک گئی عابد زارا کے لیے ایک رنگ لے کر آیا تھا اس نے بولا

جاؤ زارا پشمینہ اور شاہزیب کے پاس آ گئی میں آتا ہوں ابھی زارا دو قدم اس طرف ہوئی تھی اور عابد دو قدم اس طرف زارا تو ادھر ہی کھڑی رہی اور عابد کو کرنٹ لگ گیا عابد بری طرح سے جھلس گیا اور پھر زارا نے سامنے آمنہ کو دیکھا غصہ ہوتے ہوئے اور آمنہ نے کہا

میں تمہیں مارنا چاہتی تھی عابد کو تو میں تڑپا تڑپا کر مارنا تھا لیکن آپ اسی جگہ تم مرو گی اور وہ غائب ہو گئی

اور پھر زارا نے جلدی سے پشمینہ اور شاہزیب کو رو رو کر آواز دی اور اس کی رونے کی آواز سن کر کالج کے دوسرے لوگ بھی آ گئے اور سب بہت حیران ہوئے یہ سب دیکھ کر شاہزیب نے جلدی ایمبولنس کو فون کیا اور وہ آ گئی پھر عابد کو ہاسپٹل لے گئے ابھی عابد زندہ تھا ڈاکٹروں نے جلدی سے عابد کو میڈیکل ٹریٹمنٹ دیا اور پھر اس کے رہنے کا انتظام کیا اور عابد آہستہ آہستہ ٹھیک ہونے لگا تھا

ابھی عابد ٹھیک تھا کہ ایک رات کو بارہ بجے زوہیب کی آتما آئی اور اس نے عابد کو مار دیا اب عابد بھی اس دنیا سے جا چکا تھا زارا بہت ڈر گئی تھی اس حادثے کے بعد پشمینہ اور شاہزیب بھی ڈرنے لگے تھے۔

ایک دن زارا جا رہی تھی کالج سے چھٹی ہونے والی تھی کہ اچانک زارا کے ہاتھ میں بہت درد ہونے لگا اور جب اس نے درد پھر اپنا ہاتھ دیکھا تو ہاتھ پر کچھ نہیں تھا لیکن درد بہت ہو رہا تھا پھر آمنہ نظر آئی زارا کو اور آمنہ نے کہا۔

کیسا درد ہے درد ہو رہا ہے کہ نہیں یہ کہا اور اس نے کہا کہ صرف ایک دن ہے تمہارے پاس جو کرنا ہے کر لو میں تمہیں مار دوں گی

زارا اور بھی ڈر گئی تھی کسی سے بات نہیں کر رہی تھی اور بات کرتی تو ڈر ڈر کر ایک دن زارا بیٹھی ہوئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ عابد کے بارے میں اور اتنے میں اسے آمنہ زوہیب اور عابد نظر آئے اور ڈر گئی عابد نے زارا سے کہا۔

آ جاؤ میرے پاس میری دنیا میں یہ بہت اچھی دنیا ہے۔۔۔ اور پھر زارا ڈر گئی کیونکہ ان تینوں کے چہرے بگڑے ہوئے تھے زارا یہ دیکھ کر باہر بھاگنے لگی اور بھاگتی ہوئی پتہ نہیں کہاں چلی گئی وہ تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئی اور ابھی بیٹھی تھی کہ اوپر سے بھاری اور بڑے بڑے سانپ گرنے لگے تھے اور زارا وہاں سے اٹھ کر بھاگنے لگی اور ایک سنسان علاقے میں پہنچ گئی۔ وہاں گئی تو دیکھا کچھ بھی نہیں تھا صرف باغ تھا اچانک آگے سے ایک موٹر سائیکل آئی اور زارا نے بولا۔

مجھے باڈر پر چھوڑ دیں تو وہ لڑکا زارا کو باڈر پر چھوڑنے کے لیے تیار ہو گیا اور زارا اس کے پیچھے بیٹھ گئی وہ وہاں پر چلے تو وہ لڑکا اس کے کہنے پر چلنے لگا وہ جا رہے تھے کہ اچانک سامنے آمنہ کھڑی تھی زارا چیخنے لگی وہ لڑکے نے کہا۔

کیا ہوا۔

زارا نے کہا کہ وہ سامنے دیکھو تو وہ لڑکے کو بھی نظر آ گئی لڑکے نے آمنہ کو بچانے کے لیے بائیک دوسری سائیڈ پر کر دی اور وہ بائیک کنٹرول نہ ہو پا رہی تھی وہ گر گئی جس سے وہ لڑکا زخمی ہو گیا اور زارا تڑپ رہی تھی اور اسے زیادہ چوٹ لگی تھی وہ بھی اب اس دنیا سے عابد کی دنیا میں چلی گئی تھی۔ پھر صبح ڈھونڈتے ہوئے پولیس والے وہاں پہنچ گئے وہ لڑکا زخمی حالت میں بے ہوش ملا اور زارا کے بارے میں تو اس لڑکے نے کہا۔

ہاں وہ رات کو بہت ڈری ہوئی تھی اور اس نے مجھے کہا کہ بازار پر چھوڑ دوں تو آگے پھر یہ سب ہو گیا تو پھر وہ زارا کی لاش ڈھونڈنے لگے وہ کافی آگے سے ملی اور اس لاش کا بہت حال تھا پھر لاش کو اس کے گھر والوں کو دے دی پشمینہ نے کہا۔

ہمارے چار دوست اب اس دنیا میں نہیں رہے تو ہم بھی زندہ کب تک رہیں گے ہم زندہ رہ ہی نہیں سکتے اور پشمینہ اور شاہزیب ہر وقت ایک ایک لمحہ خوف کے ساتھ گزار رہے تھے۔ ایک دن پشمینہ کالج کے بعد پانی پینے گئی تھی کہ اسے زارا نظر آئی

اس نے کہا۔ وہ نہ تمہیں یہ بتانے آئی ہوں گی کہ آمنہ شاہزیب کو چار گھنٹوں میں مار دے گی اور تم اور شاہزیب ہماری دنیا میں آ جاؤ گے۔

یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی اور پشمینہ نے جلدی سے شاہزیب کو فون کیا کہا۔

تم کہاں ہو۔

شاہزیب نے کہا۔ میں نے تم سے کہا تو تھا کہ میں شہر سے باہر ہوں اب تو میرا کام ہو گیا ہے اور بس تھوڑی دیر تک نکلوں گا تو پھر ساتھ میں نکلنے سے پہلے تمہیں کال کر کے بتا دوں گا۔

نہیں تم دو گھنٹے میں میرے پاس پہنچ جاؤ

لیکن کیوں شاہزیب نے پوچھا۔

پشمینہ نے اسے کہا تھوڑی دیر پہلے مجھے زارا نظر آئی تھی اس نے کہا۔

چار گھنٹوں میں آمنہ تمہیں مار دے گی اس لیے میں نے تمہیں بتا دیا پلیز جلدی سے کچھ کرو تا کہ وہ تمہیں کچھ نہ کہہ سکے یہ کہہ کر میں اندر گئی تو دعا کر رہی تھی کہ شاہزیب ٹھیک گھر آ جائے میں اندر گئی تو میں نے دیکھا کہ اندر کا نظارہ بہت بھیانک تھا یہ دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میرے کمرے کی ہر چیز بگڑی ہوئی تھی کوئی چیز اپنی جگہ پر نہیں تھی میرا بیڈ الٹا ہوا تھا اور میری کتابیں ہوا میں لہرا رہی تھیں اور ایک کرسی پر آمنہ بیٹھی ہوئی تھی میں ڈر گئی اور ساتھ ہی میرے ہاتھ پر وہ جو گوپال مستری نے کٹ لگایا تھا اس پر درد ہونے لگی یہاں مجھے درد ہو رہا تھا اور میرے آنسو بھی نکل آئے تھے اور وہاں پر شاہزیب کے ہاتھوں پر درد ہو رہا تھا اور پھر جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آمنہ مسکرا کر میری طرف دیکھ رہی تھی اور پھر بولی۔

یہ دوستی ہے ہم دوستوں کی اور اس دوستی کو میں برقرار رکھوں گی مر کر بھی اس دوستی کو کوئی نہیں توڑ سکے گا یہ سن کر مجھے پتہ چل گیا کہ یہ ہم دونوں کو بھی نہیں چھوڑے گی۔

میں نے آمنہ سے بولا کہ آمنہ پلیز تم شاہزیب کو چھوڑ دو چاہے تو میری جان لے لو۔

آمنہ نے کہا بھاری آواز میں میں شاہزیب کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں وہ تو ہم لوگوں کے پاس آ گیا ہے تم بھی آ جاؤ تو یہ سن کر پشمینہ بے ہوش ہو گئی جب ہوش میں آئی تو اس نے دیکھا کہ سب گھر والے پاس بیٹھے ہیں تو اس کا کمرہ صاف ستھرا تھا

اس نے کہا۔ یہ سب کسی نے ٹھیک جگہ پر رکھا ہے تو اس کی ماما نے بولا۔

کون سا سامان اور کہاں سے کہاں۔

اس نے کہا۔ یہ سب چیزیں اپنی جگہ پر نہیں تھی تو یہ آپ نے ہی ٹھیک کی ہوں گی۔

ماما نے کہا نہیں یہ سب ٹھیک تھا کیا ہو گیا پاگل ہو گئی ہو تین ہفتے سے دیکھ رہی ہوں کہ تم پاگلوں جیسی باتیں اور حرکتیں کر رہی ہو۔

بولی نہیں وہ بس ایسے ہی اس نے کہا آپ اپنے کمرے میں چلے جائیں صبح ملیں گے مجھے نیند آئی ہوئی ہے تو سب

تھوڑی دیر میں اپنے کمرے میں چلے گئے تو میں نے جلدی سے اپنا فون ڈھونڈا اور شاہزیب کو فون کیا پہلے تین چار کسی نے اٹھایا ہی نہیں اور پھر بعد میں کسی نے فون اٹھایا تو میں بس بولتی ہی گئی۔

شاہزیب اللہ کا شکر ہے تم ٹھیک ہو تمہیں پتہ ہے میں کب سے فون کر رہی ہوں تم اٹھا کیوں نہیں رہے تھے اتنی زیادہ پریشان کہاں ہو گھر کب پہنچو گے جلدی بتاؤ تو آگے سے پتہ نہیں کون بولا۔

اس نے کہا محترمہ آپ کون بات کر رہی ہو

میں بہت ڈر گئی اور کہا۔ میں ۔۔ میں ۔۔ وہ شاہزیب کی دوست ہوں شاہزیب کہاں ہے اور آپ نے اس کا فون کہاں سے لیا۔

وہ شخص بولا یہ جو شاہزیب ہے اسلام آباد راستے میں اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا تو میں اسے ہسپتال لے آیا تھا اور اس کی ڈیتھ ہو گئی ہے اور میں نے اس کے گھر والوں کو فون کر دیا ہے وہ آ رہے ہوں گے اور وہ اس کی لاش لے جائیں گے اور موبائل میں ان کے دے دوں گا یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

میں زور زور سے رونے بھیانک آوازیں نکال کر رونے لگی پھر سب آ گئے انہوں نے کہا

کیا ہوا ہے تم کیوں رو رہی ہو۔

میں نے کہا کہ وہ آمنہ نے سب کو مار دیا ہے۔

ہاہاہا ۔۔ اب ۔۔ اب میں ۔۔۔ میں بھی مر جاؤں گی اور پھر اپنے دوستوں کے ساتھ اور شاہیب کے ساتھ رہوں گی آپ کو پتہ ہے ابھی مجھے پتہ چلا ہے کہ شاہیب کو ۔۔ شاہیب کو۔ آمنہ نے مار دیا ہے

پشمینہ ساری رات نہیں سوئی تھی ساری رات روتی رہی تھی اور پھر صبح ہونے پر اس کے ابو اس کے اس کو ایک پاگلوں کے ڈاکٹر کے پاس لے گئے اور پھر جب ڈاکٹر نے پوچھا۔

بیٹا کیا ہوا ہے آپ ایسے سب کے ساتھ بات کیوں کرتی ہو اور یہ سب کیا ہے پشمینہ چپ رہی بولی کچھ نہیں وہ بس بھی مذاق کرتی ہوں۔

ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کا نام کیا ہے۔

وہ بولی۔ پشمینہ

اور آپ کے ابو کا کیا نام ہے۔

وہ بولی کہ ریاض احمد

اور آپ کی امی کا کیا نام ہے

وہ بولی کہ رخسانہ

ٹھیک ہے آپ تو ٹھیک ٹھاک ہیں پھر کیوں ایسا کہہ رہے ہیں کہ آپ پاگل ہو یہ کہ کر ڈاکٹر نے کرسی ہلائی ڈاکٹر تھوڑا سا ہلایا تو کرسی بھی ہل گئی تو وہ پھر زور زور سے رونے لگی۔

آمنہ آ گئی آمنہ آ گئی۔

ڈاکٹر نے کہا کوئی نہیں آیا یہاں یہ تو کرسی کی آواز تھی تو وہ چپ ہو گئی تو ڈاکٹر نے اسے پانی دیا یہ لو پی لو تو وہ پانی پی کر باہر گئی ڈاکٹر نے کہا

جاؤ اب تم باہر انتظار کرو اور اپنے ابو کو بھیج دو اندر تو اس نے بھیج دیا وہ باہر جا رہی تھی کہ راستے میں ایک لاش تھی پشمینہ نے وہ لاش دیکھی اور وہ قدم آگے چلی گئی تو لاش نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر وہ ڈر کر بول بھی نہ سکی اور رونے لگی تو ایک نرس آپریشن کا سارا سامان لے کر جا رہی تھی پشمینہ نے ہاتھ کھینچا اور پیچھے کے بل گری گرتے وقت اس کی ٹکر اس نرس سے ہو گئی نرس بھی گر گئی اور اس کے ہاتھ میں سامان گر گیا نرس سائیڈ پر گری تھی اور پشمینہ بالکل سیدھی گری تھی تو اس آپریشن کے سامان میں قینچی تھی جو کہ پشمینہ کی آنکھ میں گرنے سے لگی تھی بالکل آنکھ کے اندر لگی تھی

اچانک جلدی سے پشمینہ سائیڈ پر ہو گئی اور بچ گئی پھر جلدی سے اس کے ابو آئے اور آ کر اسے اپنے ساتھ گھر لے گئے جب گھر گئی تو بہت حیران تھی پھر ایسے رات ہو گئی پھر جب رات ہوئی تو میں نے پھر آمنہ کو دیکھا اور ڈر کر اوپر چھت پر بھاگ گئی اور وہ مجھے مارنے کے لیے میری طرف بڑھ رہی تھی اور میں ڈر کے مارے اوپر والی چھت پر چڑھ گئی تھی وہ وہاں آمنہ سے معافی مانگنے لگی اور کہا۔

جب تم پھلانگنے لگی تھی تو ہم نے تمہیں روکنا چاہا مگر ہمارے کہنے سے پہلے ہی تم پھلانگ گئی تھی پلیز مجھے چھوڑ دو میں تمہیں نہیں بچا سکتی تھی۔

پشمینہ کا پاؤں پھسل گیا اور وہ چھت سے گرنے لگی تو آمنہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ شاید میری ہی غلطی تھی میں نے تو اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے اپنی جان دے دی تا کہ ہمارے جیسے بہترین دوستوں کا ہاتھ اور ساتھ نہ چھوٹ جائے اور دوستی سے لوگوں کا اعتبار نہ اٹھ جائے اس لیے میں نے اور زوہیب نے ایسا کیا۔

یہ کہہ کر اس نے میرے ہاتھ کو اوپر سے کھینچا اور مجھے ٹھیک کھڑا کر کے وہ ایک سائیڈ پر ہو کر کھڑا ہو گیا پھر میں نے سب کو دیکھا میرے سامنے آمنہ، زارا، شاہیب، عابد، اور، زوہیب، کو دیکھا اور انہوں نے سب سے مجھے کہا دو پہر کو ملیں گے یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے۔

پشمینہ نیچے چلی گئی اور پشمینہ صبح اپنے کمرے میں بالکل پاگل حالت میں پائی گئی وہ صحیح طریقے سے پاگل ہو گئی تھی اور اس کو پاگل خانے میں بھجوا دیا گیا تھا اور ایک دن ایک پیر وہاں سے گزر رہے تھے انہوں نے بتایا کہ یہ لڑکی یہاں اکیلی نہیں ہے اس کے ساتھ اس کے پانچ اور دوست ہیں اور وہ ان سے باتیں کرتی رہتی ہے وہ پانچ لوگوں کی آتما اس کے دوستوں کی ہیں۔

دوست کبھی دوست خفا نہیں ہوتے
گل مل کے بھی جدا نہیں ہوتے
بھلا دینا ہماری کمیوں کو
کیونکہ انسان کبھی خدا نہیں ہوتے

ٹوٹ کر چاہنے والے بکھرا نہیں کرتے
سچی محبت کرنے والے کبھی روٹھ کر بھی روٹھا نہیں کرتے
خون کے رشتے بھی زندگی کے کسی موڑ پر چھوٹ جاتے ہیں
لیکن دل کے رشتے چھوٹ کر بھی کبھی چھوٹا نہیں کرتے

---کائنات عامر۔ڈسکہ

غزل

تجھے چاہا ہے میں نے ساری دنیا سے بھی زیادہ
ہاں پر تیری دہلیز پر سر کو جھکا نہ سکا
اوپر والے نے لکھ دی تھی جدائی تو یہ
جدائی کی لکیر میں ہاتھ سے مٹا نہ سکا
تیرے بعد بہت آئیں خوشیاں عمر محسن
ایک بھی خوشی پر میں مسکرا نہ سکا
ایک ہی بات رلاتی ہے صبح شام ناصر
جس کو چاہا تھا اس کو پا نہ سکا

---نوید خان داخھا۔عارفوالہ

☆ محبت سب سے کرو مگر اعتماد چند لوگوں پر کیا جائے

☆ کسی کو اس کی ذات یا پرانے لباس کی وجہ سے حقیر مت سمجھو اس لیے کہ تیرا رب اور اس کا رب ایک ہے

☆ جب تیرا دل گناہوں کے کاموں میں لگنا شروع ہو جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمہارا رب تم سے ناراض ہے

---زعیم عامر۔بیگم پورہ لاہور

ڈر کے آگے جیت ہے

---تحریر: آر اے ریحان خان۔ 0340.6075826۔ قسط نمبر ۵

شام کا وقت ہو گیا ہے وہ تینوں بھی جانوروں کے ساتھ مل گئیں اور جنگ شروع کر دی ادھر ریحان اپنا ہر وار اس بڑے راکشش پر آزما رہا تھا مگر اس کا ہر وار ناکام ہو رہا تھا۔ اچانک اس بڑے راکشش نے ریحان پر آگ اور برف سے بنے ہوئے گولے کا وار کیا جس سے ریحان نے دوسری طرف چھلانگ تو لگا دی مگر وہ کافی زخمی بھی ہو چکا تھا اس پر اس راکشش کے منہ سے قہقہوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں ریحان نے اللہ کا نام لیا اور وہ سمجھ چکا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے وہ سیدھا برف کی بڈی کو ایک کے بعد ایک کو پکڑتے ہوئے اس راکشش کی کمر پر اور پھر اوپری طرف چڑھنے لگے برف سے اس کا ہاتھ ٹھنڈے ہو گئے تھے تبھی اس راکشش نے اپنے جسم کو جھٹکا دیا جس سے ریحان زمین پر گر گیا اس کے بعد ریحان کے دماغ میں ایک سنہری ترکیب آئی اور وہ یہ تھی کہ وہ اپنی تلوار کی مدد سے اس پر سے اس بڑے راکشش کے سر پر چڑھنے لگا وہ اسکے برف کے بڈی میں تلوار گھساتا اور ان کی مدد سے اوپری طرف چڑھتا راکشش نے بہت کوشش کی مگر ریحان کو گرا نہیں پایا۔ ریحان کی تلوار اندھیرے میں چمکتے ہوئے پورے ماحول کو روشن کر رہی تھی جس سے سب نے ریحان کو اس بلا پر چڑھتے ہوئے دیکھا آخر کار ریحان بڑی مشکل سے اس کے سر پر پہنچ گیا اور کہا اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ درد کیا ہوتا ہے اور موت کیا ہوتی ہے ریحان اس کے بڑے سر پر برف کی ساتھ پر چڑھ گیا تھا اور ایک زوردار وار اس کے ایک سینگ پر کیا جس سے اس کا سینگ کٹ کر دور جا گرا جس سے اس بلا کے منہ سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی جو جنگ کے میدان کو چیرتی ہوئی چلی گئی سب نے اس بلا کی طرف دیکھا اب سب ہی جنگ چھوڑ کر اس بلا کو ہی دیکھ رہے تھے اور سب کے ہونٹوں پر مسکان تھی اچانک ریحان نے جمپ لگا کر اس کی دوسری طرف والے سینگ پر بھی ایک زوردار وار کیا جس سے اس کا دوسرا سینگ بھی کٹ کر دور جا گرا اور ریحان تلوار کی مدد سے خود کو سنبھالتا ہوا نیچے زمین پر آ گیا ادھر وہ بلا خوفناک آواز میں زمین پر گری اور اس سے بکھرے دو روشنیاں نکل گئیں ایک ریحان کے جسم میں چلی گئی جبکہ دوسری سیدھا موزرین کے جسم میں چلی گئی اور وہ بلا یعنی وادی مرگ کی دوسری طاقت پانی کی طرح بہہ کر ختم ہو گئی۔ ایک خوفناک اور سنسنی خیز کہانی۔

ریحان سوال سنتے ہی سوچ میں پڑ گیا کہ آخر ایسا کوئی بھی دنیا میں نہیں ہو گا جسے دنیا کی ہر زبان آتی ہے ریحان نے باباجی کی طرف دیکھا تو بابا نے نہیں میں سر ہلایا کہ دنیا میں ہر زبان تو مجھے بھی نہیں آتی ہے ادھر حنا نے کہا تم سب کو کیا لگتا ہے کہ دنیا میں ہر زبان کسی کو آتی ہو گی۔ اس پر عالیہ نے ایک اور سوال کھڑا کرتے ہوئے کہا۔

ہر زبان تو دور کی بات ہے کیا کوئی ہمیں یہ بتا سکتا ہے کہ دنیا میں کل کتنی زبانیں بولی جاتی ہیں اس پر سمرن نے کہا۔

نہیں عالیہ یہ کسی اور چیز کی طرف اشارہ ہے موزرین تمہیں کیا لگتا ہے

موزرین نے سمرن سے کہا ابھی میں بھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچی ہوں



مگر ادھر وقت صرف دس سیکنڈ کا رہ گیا تھا۔ ریحان کو ایک عمدہ جواب مل گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا آپ کا سوال نہایت ہی آسان ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس سے اچھا کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ تو سوال کا جواب ہے کہ پن یعنی قلم۔ قلم ہی وہ چیز ہے جس کو دنیا کی ہر زبان آتی ہے اس سوال کا جواب سنتے ہی ادھر چاروں لڑکیوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ کہ آخر یہ جواب ریحان کو ملا کیسے ادھر دروازے کے اندر سے آواز سنائی دی۔

جواب درست ہے بابابا۔ بوجھو تو جانے۔

اس کے اندر سے ایک قہقہہ بلند ہوا۔ جیسے ہی دروازہ کھلا سب لڑکیوں کے دل زور زور سے دھڑکنے لگے کہ اب تمام اتنے سارے افرادوں کے بیچ کیسے اندر جا سکیں گے۔ وہ سب ہی یہ سوچ رہی تھیں ریحان نے سب سے رخصت لی۔ سب سے سب خوشی کے آنسو رو رہے تھے۔ کیونکہ ریحان نے صدیوں بعد ان سب کو آزادی دلائی تھی خیر ریحان نے بادشاہ و ملکہ اور بابا اور سب ریاست والوں کو ہاتھ کے اشارے سے الوداع کہا اور دروازے کے اندر چلا گیا۔ جیسے ہی وہ دروازے کے اندر گیا چاروں لڑکیاں بھی دروازے کے پاس آ گئیں جسے دیکھ کر سب کے سب حیران رہ گئے کہ اب یہ چاروں انسان کہاں سے آ گئے۔ تبھی یہ ریحان کے دشمن تو نہیں ہیں یہ خیال آتے ہی سب ریاست والے تلواریں اٹھاتے ہوئے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ اس پر حنا اور عالیہ تو ڈر کے کانپ رہی تھیں جبکہ یمرن نے ہمت کرتے ہوئے کہا۔

رکیے۔ میری بات سنیے۔ ہم بھی ریحان کے ساتھ ہی آئی ہیں۔

یمرن کی آواز سن کر سب ہی خاموش ہو گئے بابا ان سے بولے۔

مگر ریحان نے تو ہمیں نہیں بتایا کہ آپ سب بھی اس کے ساتھ ہو وہ تو یہاں اکیلا آیا ہے

یمرن نے کہا بابا اس وقت کم ہے اس لیے میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ریحان کو خود بھی پتہ نہیں ہے کہ ہم اس کے پیچھے پیچھے یہاں تک آئی ہیں بس یہ سمجھیں کہ ریحان میری وجہ سے یہاں پر آیا ہے۔

بابا یہ سن کر نہایت ہی خوش ہوئے اور یمرن کے پاس جاتے ہوئے کہا۔

تو آپ یمرن ہو۔

یمرن حیران رہ گئی کہ بابا کو میرا نام کیسے آتا ہے۔

بیٹی آپ کے ذہن میں یہ ہوگا کہ مجھے آپ کا نام کیسے آتا ہے تو بیٹی مجھے ریحان نے تمہارے بارے میں سب کچھ بتایا ہے وہ اکثر تمہاری باتیں کرتا تھا بیٹی جتنا سنا تھا آپ کے بارے میں آپ ان سے زیادہ حسین ہو اور خوبصورت ہو یمرن نے جیسے ہی یہ سب سنا تو وہ خوشی کے مارے پاگل ہو رہی تھی جیسے اس کو جنت مل گئی ہو ادھر عالیہ نے کہا۔

یمرن اب تو دروازہ بند ہو رہا ہے۔

جاؤ بیٹی اور جتنا جلدی ہو سکے ریحان کو سب کچھ بتا دو۔ یمرن نے خوشی سے بابا سے رخصت لی اور دروازے کے اندر چلی گئیں جبکہ بابا مسکراتے ہوئے ان سب کو دیکھنے لگے کہ دیکھتے ہی دیکھتے دروازہ ایک دھڑام کی آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔ شام ہو چکی تھی اس لیے وہاں کا نظارہ دھندلا دھندلا دکھائی دے رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی ایک ایک ہریالی جو شام کو ان سے بری روشنی مدھم سی نکل رہی تھی یہ ایک خوبصورت ریاست تھی حنا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

یہاں تو ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہے۔
عالیہ بولی۔ ہاں حنا ایسا سرسبز شادابی میں بھی زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی ہوں شام کے سائے چاروں پھیل گئے تھے اور رات بھی ہونے والی تھی اس لیے دور کا نظارہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مگر جتنا دکھائی دے بہت دلچسپ نظارہ تھا۔ ہر طرف ایک ایسی خوشبو تھی جس کو آج سے پہلے انہوں نے کہیں پر بھی نہیں دیکھی وسم بھی نہ زیادہ ٹھنڈا تھا اور نہ ہی زیادہ گرم تھا اس ریاست کا موسم بھی نہایت خوشگوار تھا۔ آج پہلی بار میں ندگی میں اتنی دل کش جگہ دیکھی ہے یمرن نے بھی ایک پھول کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ مگر اگلا منظر جب ں نے دیکھا سب کے ہوش اڑنے کے لیے کافی تھا کیونکہ وہاں ان سے تھوڑے فاصلے پر سرخ رنگ کا ایک ب راکشش تھا جس کے ہاتھوں میں ایک خوبصورت جانور تھا جو بالکل بے بس تھا وہ حد سے بھی زیادہ نا اور جیسے کہ راکشش تھا۔ جس کے لمبے لمبے بال تھے مگر ناخن ان سے بھی زیادہ تیز تھے اس کا سرخ یا رنگ چہرہ جو سب کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھا اس کے بال نہایت ہی گندے اور میلے تھے قد کے سے وہ تقریباً بارہ فٹ کا لگ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ خوفناک چہرہ ان سب نے دیکھا بھی خوف سے کانپ اٹھیں نوجوان کے ہاتھوں میں تھا نہایت ہی بے بس دکھائی دے رہا تھا ان سب کو یہ تو یقین تھا کہ یہ آدم خور ہے اور اس جانور کو کچا چبا جائے گا۔ مگر ایک بات تھی جو ان سب نے اس جانور میں نوٹ کی تھی وہ یہ کہ ں آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے بالکل ایسے جیسے انسان کی آنکھوں سے نکلتے ہیں۔ وہ جانور ایک چھوٹا رنگ کا بچہ تھا جس کے سبز ریشم کی طرح ملائم بال تھے وہ بہت ہی پیارا تھا۔
یمرن مجھے تو اس ننھے سے جانور پر بہت پیار آ رہا ہے عالیہ نے مایوسی سے اس جانور کو دیکھتے ہوئے ۔ جو اس ظالم کے ہاتھوں میں تڑپ رہا ہے۔
موزین کیا ہم اسے اس راکشش سے آزاد نہیں کرا سکتے ہیں۔ حنا نے کہا۔
موزین بولی میں بھی یہی سوچ رہی ہوں مگر ہم اس موٹے اور لمبے قد والے راکشش سے نہیں لڑ سکتے ۔ وہ تو ہم کو چبا جائے گا۔ یمرن نے اس راکشش پر اپنی نظر دوڑاتے ہوئے کہا یمرن نے جیسے ہی یہ کہا تو ی دیر بعد اس راکشش نے اس جانور کو باندھ دیا اور خود کہیں چلا گیا۔ جس پر سب نے سکھ کا سانس لیا اور اس کی طرف بڑھنے لگیں جیسے ہی وہ سب اس جانور کے قریب گئیں سب ہی حیران ہو گئیں۔ وہ نہایت ہی صورت جانور تھا جس کے بال سبز تھے اور نہایت ہی ملائم تھے اس کی آنکھیں مکمل انسانوں کی طرح تھیں ان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس کی آنکھیں انسانوں کی طرح کیوں ہیں اس پر یمرن نے موزین سے سوچتے ہوئے کہا۔
آخر یہ کس قسم کا جانور ہے۔ ہے تو جانور لیکن آنکھیں انسانوں جیسی۔
ہاں یمرن یہ واقعی جانور نہیں ایک عجوبہ ہے۔ جیسے ہی ان سب نے وہ رسی کھولی تو اس نے ... وہ آدم خور شش آ گیا جسے دیکھ کر سب ہی کانپنے لگیں وہ نہایت ہی غضب ناک لگ رہا تھا اس پر موزین نے اپنی تلوار نکالی یمرن سے کہا اب ہمارے اس کو ختم کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے چلو اس کا استعمال کرتے ہیں ن نے بھی اپنے خوف پر قابو پاتے ہوئے اپنی تلوار نکال لی۔ جبکہ عالیہ اور حنا ڈر کے مارے وہیں پر بیٹھ گئیں مگر ہی حنا کی نظر اس جانور پر پڑی تو پتہ نہیں اس کے اندر اتنی طاقت کہاں سے آ گئی کہ انہوں نے بھی اپنی تلوار لی اور کہا۔

اے ظالم بھنے راکشس اب تمہاری خیر نہیں ہے ہم سب ہی تیار ہیں تو اب ہم سے بچ کر نہیں جا پائے گا۔
راکشس نے اپنی زبان نکالی مطلب وہ سب کو کھانا چاہتا تھا مگر جیسے ہی اس راکشس نے ان سب پر حملہ کیا وہ سب ایک طرف ہو گئیں اور چاروں راکشس کے ارد گرد کھڑی ہو گئیں ان سب نے ایک ساتھ ہی اس پر وار کیا جنیا نے اس کی ایک ٹانگ کاٹ دی عالیہ نے اس کی دوسری جگہ۔ سیمرن اور مورزین نے اس کے پیٹ پر وار کر دیا۔ ٹانگیں کٹتے ہی وہ زمین پر گھٹنوں کے بل گر پڑا تو اس کے بعد سیمرن اور مورزین نے اس کی موٹی گردن پر ایک ساتھ وار کیا جس سے اس کا سر دور جا گرا اور سب نے اپنے اپنے ہاتھ آپس میں ملا لیے وہ جانور بھی اس جگہ پر کھڑا تھا جس نے ان کو ایسے حیران کر دیا کہ اس کے منہ سے حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے کیونکہ وہ جانور ہنس رہا تھا وہ بھی انسانوں کی طرح اب یہ حیرانگی کافی نہیں تھی کہ اگلا منظر ان سب کے ہوش اڑا گیا کیونکہ اس جانور نے ان سے کہا۔

آپ سب کا بہت بہت شکریہ کہ آپ سب نے میری جان بچائی جیسے ہی اس جانور کے منہ سے ان سب نے یہ آواز سنی تو ان سب کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

کہیں ہم کیا ہم خواب دیکھ رہے ہیں کیا آپ سب میں بول سکتے ہو۔

جانور بولا۔ کیوں نہیں۔ میں بول سکتا ہوں ویسے آپ ہیں کون۔ اور یہاں کیا کر رہی ہو۔ اور وہ بھی انسان یقین تو مجھے نہیں آ رہا ہے کہ آخر ہماری دنیا میں انسان کیسے۔

اس کی بات سن کر مورزین آگے بڑھی اور کہا۔ یہ بہت لمبی کہانی ہے بعد میں بتاؤں گی پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کیا آپ نے یہاں ایک اور انسان کو دیکھا ہے جو ہم سے تھوڑی دیر پہلے یہاں پر آیا تھا۔ اس کی بات سن کر جانور بولا۔

نہیں میں نے پہلی بار ہی آپ کو دیکھا ہے اس سے پہلے میں نے کوئی انسان یہاں پر نہیں دیکھا صرف میری ماں بتاتی تھی کہ انسان بہت خوبصورت ہوتے ہیں مجھے ہمیشہ سے ہی خواہش تھی کہ میں انسان کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں آج میری یہ خواہش پوری ہوئی ہے اور وہ بھی موت کے منہ میں جا کر مجھے ابھی یقین ہو گیا ہے کہ میں نے جو سب باتیں سنی تھیں وہ غلط نہیں تھیں آپ سب نے میری جان بچا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان واقعی میں اشرف المخلوقات ہیں مگر میری ریاست کے اور جانور انسانوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اس لیے میں ابھی جا کر ان سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ نہیں وہ آپ سب کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں۔

کیا آپ کی طرح اور بھی جانور بول سکتے ہیں سیمرن نے پوچھا۔

ہاں کیوں نہیں وہ بھی میری طرح باتیں کر سکتے ہیں ہماری یہ دنیا اس لیے انسانوں کی دنیا سے الگ ہے۔

وہ آدم خور راکشس کون تھا اور اس نے آپ کو کیسے اور کیوں پکڑ تھا جنیا نے پوچھا۔

وہ ہمارے دشمن ہیں اور یہ جنگل ان کا ہے وہ ہم سے بہت زیادہ طاقتور ہے مگر یہ بھی ایک لمبی داستان ہے اس لیے اب یہاں سے چلو میں تم سب کو ایک محفوظ جگہ پر پہنچا دیتا ہوں اب چلو وہ راکشس آتا ہی ہوگا۔

اس پر عالیہ نے کہا مگر اب ہم ریحان کو کہاں تلاش کریں گے۔

جانور بولا اب آپ اس کو تلاش نہیں کر سکتے وہ صبح ہی پتہ چلے گا پہلے میں اپنی ریاست والوں سے بات کرتا ہوں ایک بار آپ وہاں پر آ گئے تو ہی سب باتیں ہوں گی اب چلو اس جانور کا اتنا کہنا تھا کہ مغرب کی جانب سے لہرانے کی آوازیں آنی لگیں مطلب اور بھی راکشس آ رہے تھے وہ سب جانور کے پیچھے چلنے لگیں اور کئی

منٹوں کی مسافت کے بعد وہ ایک زمین کے نیچے ایک کھوہ میں پہنچ گئے اس جانور نے ان سب کو وہاں پر رکنے کہا اور خود یہ کہہ کر چلا گیا۔ کہ وہ کل صبح پھر آئے گا رات مکمل ہو چکی تھی مگر پھر بھی ہر طرف روشنیاں ہی روشنیاں تھیں جو سبز رنگ کی تھیں وہ ان گھاس سے اس درختوں سے ہر سبز پودے سے وہ روشنی نکل رہی تھی ان سب کو یہ جادوائی دنیا دکھائی دے رہی تھی

عالیہ تم کو نہیں لگتا ہے کہ ہم خواب دیکھ رہے ہیں اور جانور بھی بولتے ہیں بھلا اور بھی گھاس کے پودوں سے بھی روشنی نکلتی ہے۔ ثنا نے عالیہ کو حیران کن نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اس پر موروزین بولی یہ سچ ہے جب انسان پہلی مرتبہ اس دنیا میں آیا تھا تو اس وقت بھی جانور تھے اور اس وقت میں باتیں کر سکتے تھے مطلب بول سکتے تھے تو بعد میں اللہ نے جانوروں کو گونگا کر دیا اور انسان کو اس کی اصل پہچان دکھائی اور یہ جانور بھی ہو سکتا ہے اس کی نسل سے ہو۔ موروزین کی باتیں سن کر سب ہی چپ کر گئیں۔

وہ ایک نرم ملائم جگہ تھی زمین پر سوکھی ہوئی گھاس کافی مقدار میں رکھی ہوئی تھی جس میں سبھی آرام سے لیٹ گئیں اور سو گئیں۔ جبکہ سمرن کو ابھی بھی نیند نہیں آ رہی تھی اس کے دل میں صرف ریحان تھا اور وہ بہت خوش تھی ریحان کی باتیں اسے بار بار یاد آ رہی تھیں جس سے وہ کروٹ بدل دیتی اور مسکراتی یہی سوچوں میں اس کو بھی نیند آ گئی۔ اور وہ سو گئی۔ اسی طرح یہ رات بھی گزر گئی اس نے سب کو اٹھایا اور اپنے ساتھ جانے کو کہا اس کے ساتھ کئی اور جانور بھی تھے جو ان سے بڑے تھے اور جسامت میں بھی مختلف تھے جیسے ہی وہ سب باہر آئے سورج پوری طرح سے چمک رہا تھا۔ [illegible] ریاست کی بات ہی کچھ اور تھی ہر طرف سبز ہریالی شادابی پھول ہی پھول درخت ہی درخت تھے جو ہماری دنیا [illegible] بالکل مختلف تھے ایک ایک پودے کی ہریالی ہماری دنیا سے کئی گنا [illegible] تھے اس کی [illegible] کشش بھی [illegible] کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی مغرب کی جانب جو نظارہ تھا وہ سب کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھا کیونکہ اس طرف آگ اگلتی ہوئی سرخ رنگ کا پہاڑ تھا اور دوسری جانب برفیلا پہاڑ تھا جس پر مکمل برف پڑی ہوئی تھی اس کا ایک حصہ بھی برف سے خالی نہیں تھا۔ ثنا نے اس جانور سے پوچھا۔ ہم تو بھول ہی گئے کہ آپ کا نام کیا ہے۔

میرا نام آوٹی ہے اور یہ میرے رشتہ دار ہیں [illegible] دوسرے جانوروں کا تعارف کروایا۔ وہ سبھی جانور نہایت ہی خوش تھے ان میں سے کچھ اور زبان بولتے تھے [illegible] کی سمجھ سے باہر تھی

آوٹی یہ کون سی زبان بول رہے ہیں سمرن نے آوٹی سے اس زبان کے بارے میں سوال کیا۔

آوٹی نے جواب دیا۔ یہ ہماری علاقائی زبان ہے جو ہم آپس میں بولتے ہیں ہماری ریاست کے سبھی جانوروں کو انسانوں کی زبان نہیں آتی ہے۔

آوٹی کیا آپ کی ریاست والے مان گئے ہیں موروزین نے بھی سوال کیا۔

ہاں میں نے انکو سب کچھ بتایا ہے مگر وہ نہیں مان رہے تھے تو میں نے اپنے ان دوستوں کے ساتھ مل کر ہمارے [illegible] کو وہاں لے گئے جس سے ان سب کو یقین ہو گیا اور انہوں نے آپ سب کو بلایا ہے اور ہم سب آپ کو اپنی ریاست میں لے جا رہے ہیں وہاں پر آپ اپنی داستان سنا دینا کہ آخر ایسی کیا بات ہوئی کہ آپ سب کو یہاں آنا پڑا اس پر سمرن نے ایک اور سوال کر دیا۔

[illegible] ساتھی کا کچھ پتہ چلا۔

نہیں۔ ہم نے اس کی تلاش میں پوری ریاست چھان ماری ہے مگر اس کا کوئی پتہ نہیں چل رہا ہے۔ اس کی

بات سن کر سب ہی لڑکیاں پریشان ہو گئیں۔ عالیہ بولی۔

ہمیں ریحان کو اکیلے نہیں چھوڑنا چاہیے ہمیں ان راکشسوں کی ریاست میں جانا ہوگا ایسا نہ ہو کہ ریحان کوئی مصیبت میں ہو۔

ہاں عالیہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہمیں ریحان کو پہلے تلاش کرنا چاہیے حنا بھی فکر مندی سے کہا۔ راکشسوں کی ریاست میں ہیں وہ ریحان کو کچھ کرنے نہ دیں ہمیں یہاں پر وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اگر آدمی بولا یہ آپ سب کو کیا ہوا ہے جانتے بھی ہو کہ اس راکشسوں کی ریاست میں ہوتا کیا ہے۔ وہ موت ریاست ہے وہ دونوں پہاڑ دیکھ رہے ہو آگ اور برف کے پہاڑ۔ وہ ان کی ریاست ہے اور وہاں جانا موت آواز دینا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ سب کی طاقت انکے مقابلے میں مکھی کی دھوں کے برابر ہے وہ سب کو پلک جھپکتے ہی ختم کر دیں گے۔ ہماری پوری ریاست بھی انکے مقابلے میں کچھ نہیں ہے اگر اپنے دوست تلاش کرنا ہی ہے تو اسکے لیے آپ سب کو میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ اور ان راکشسوں کے بارے میں جاننا ہوگا اور اس کے بعد ہی کوئی قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس کی بات سن کر موزرین بولی۔

میرے خیال میں آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے ہمیں پہلے اس کے ساتھ جا کر ان راکشسوں کے بارے میں اور وادی مرگ کی دوسری طاقت کے بارے میں جاننا ہوگا تو ہی ہم کوئی قدم اٹھا سکتی ہیں۔ اور جہاں تک ریحان کا سوال ہے اسے کچھ نہیں ہوگا۔ وہ ابھی تک اپنی حفاظت خود کرتا آ رہا ہے اور مجھے یقین ہے اب بھی اسے کوئی مشکل نہیں ہوگی۔

موزرین اگر ریحان کو کچھ ہو گیا تو۔ یمرن نے مایوسی سے کہا۔

یمرن [illegible] ریحان کو کچھ نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ تو لوگوں کی دعائیں ہیں خاص کر محبت کی طاقت موزرین مسکراتے ہوئے کہا۔ جس سے یمرن نے شرماتے ہوئے نظریں جھکا لیں۔ اچھا تو [illegible] موزرین نے کہا تو ہم آدمی کے ساتھ جا رہے ہیں تا کہ اس ریاست کا پتہ جان سکیں چلو ہمیں ابھی بہت کچھ [illegible] موزرین نے [illegible] کہا [illegible] لڑکیاں آدمی کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور [illegible] میلوں کے [illegible] بعد [illegible] پہنچ گئیں۔ جہاں پہنچ کر سب حیران رہ گئیں۔ ان سب [illegible] [illegible] ریاست [illegible] طرف [illegible] تھے [illegible] پانی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] استقبال [illegible] [illegible]

[illegible]

میں سرگوشی سے [illegible] دیا۔

[illegible] ریاست کا بادشاہ ہے ادب سے پیش آؤ۔

[illegible] ریاست [illegible] میں خوش آمدید ہے۔ [illegible]

عالیہ بولی۔ یہ تو سیدھا آپ سے تم پر آ گیا ہے

عالیہ پلیز چپ ہو جاؤ اور ادب سے پیش آؤ یہ اس کا بادشاہ ہے موروزین نے عالیہ سے دھیرے سے کہا وہ شیر پھر سے بولا۔ کمال ہے ہم صدیوں سے یہاں پر رہ رہے ہیں مگر آج تک کسی انسان کا سامنا نہیں ہوا مگر آج صدیوں کے بعد ہم سب کو انسان کا بھی سامنا ہوا ہے جس کو ہم اپنے دشمن سمجھتے ہیں مگر رات کے واقعے کے بعد تم چاروں ہمارے مہمان ہو شیر کی بات کرنے کا عجیب ہی انداز تھا اس کی آواز میں عجیب قسم کا رعب تھا جو کسی بادشاہ کی آواز میں نہیں ہوتا۔

موروزین بولی۔ بادشاہ سلامت ہمیں بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے ہم سب کو عزت کے ساتھ یہاں پر بلایا اس پر شیر نے سب جانوروں کو جانے کا حکم دیا تو اس کے حکم پر سب ہی بادشاہ کے دربار سے خاموشی سے نکل گئے صرف چند بوڑھے جانور وہاں پر رہ گئے تھے جس میں ایک ہاتھی جیسی جسامت والا تھا اور دو ٹائیگر کی طرح جانور رہ گئے تھے باقی سب دربار سے باہر کی طرف چلے گئے جس میں آدمی بھی شامل تھا شیر نے پھر سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ اب کہو تم سب یہاں پر کیسے کیوں اور کس لیے آئے ہو اپنی دنیا سے اتنی دور بادشاہ نے ایک ساتھ تین سوال کر ڈالے۔

موروزین نے ان سے کہا ہم یہاں پر وادی مرگ کی دوسری طاقت کو ختم کرنے کے بعد تیسری طاقت تک پہنچنا چاہتے ہیں مگر میرا بھائی جو یہاں پر ہمارے سے پہلے آیا تھا وہ یہیں پھنس گیا ہے اور اس کے بغیر ہم وادی مرگ کی دوسری طاقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ بادشاہ نے جب یہ سنا تو حیران رہ گیا۔ اور ساتھ ساتھ غصہ بھی اور کہا یہ تم سب نیا مذاق کر رہے ہو۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔

ہاں بادشاہ سلامت ہم سچ کہہ رہی ہیں۔ اور ہم نے وادی مرگ کی پہلی طاقت کو ختم کر دیا ہے۔ اور اب دوسری طاقت کی باری ہے۔ اس کے بعد موروزین نے شروع سے لے کر آخر تک کی تمام کہانی سنا دی۔ جسے سننے کے بعد بادشاہ شیر تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر سے بولا

اگر ایسی بات ہے تو وادی مرگ کی دوسری طاقت کو ختم کرنے میں ہم تم سب کی مدد کریں گے کیونکہ وادی مرگ کی دوسری طاقت اور راکشسوں کی ریاست ہمارے بہت بڑے دشمن ہیں جو ہم پر ہمیشہ سے بھاری رہی ہے۔ اور ہم ان کی ریاست کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ مگر جب تک ان سب کے سامنے ہیں ہم برابر ہیں جب تک وادی مرگ کی دوسری طاقت ختم نہیں ہو جاتی۔ اور یہ بہت مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے صدیوں سے ہم یہی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ہم ان کو ختم کر دیں تاکہ ہم آرام سے زندگی بسر کر سکیں مگر یہ صرف ہمارا خواب ہی رہا ہے حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ کہتے ہوئے اس بادشاہ شیر کے چہرے پر مایوسی کے اثرات دکھائی دینے لگے۔

سمران ان سے بولی۔ بادشاہ سلامت آپ آنکھوں میں آنسو لائے آپ نے ہمت ہاری ہے ہم نے تو نہیں ہاری اس لیے ہم سب مل کر وادی مرگ کی دوسری طاقت کو ختم کر سکتے ہیں اگر حوصلہ ہو۔

شیر نے کہا تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ کیا ہم یہ کر پائیں گے۔

ہاں بادشاہ سلامت کیوں نہیں کر سکتے ہیں آپ صرف ہمیں اس کے بارے میں بتا دیجئے کہ آخر ایسی کون سی طاقت ہے جو اتنے سالوں سے آپ سب کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے

اصل میں ہوں تو آج تک ہم نے بھی اس طاقت کو نہیں دیکھا ہے ہمیں صرف اتنا پتہ ہے کہ اس کی ریاست

میں ایک جھیل نما جگہ ہے جس میں کالی ہڈیاں اور کالا محلول جیسی عجیب گندگی ہے ان راکشسوں کی تمام طاقت وہ کالی ہڈیاں اور وہ کالے پانی کی طرح محلول ہے اس جھیل نما جگہ میں اتنی طاقت ہے کہ جن کے ذریعے کوئی بھی ان راکشسوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا جب وہ ان سے طاقت حاصل کرتے ہیں تو وہ کالی ہڈیاں مکمل سرخ ہو جاتی ہیں اور وہ کالا محلول بھی۔

مگر بادشاہ سلامت اگر انکا کوئی وجود ہی نہیں ہے تو ہم اس کو کیسے ختم کر سکتے ہیں۔۔۔ مورزین کی اس بات پر شیر بولا۔

اس کا وجود ہے مگر اس کو پہلے سامنے لانا ہوگا اور اس کے بعد ہی اسے ختم کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کو پہلے سامنے لانا ہوگا اور اس کے بعد ہی اسے ختم کیا جا سکتا ہے۔

مگر بادشاہ اگر وہ کوئی وجود ہے تو سامنے کیسے آئے گا۔ یمرن نے بھی بادشاہ شیر سے سوال کر ڈالا۔ جسکے جواب میں شیر بولا۔

اس کے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے مگر وہ ناممکن ہے۔

حنا بولی۔۔۔ بادشاہ سلامت آپ بتائیں تو سہی وہ کون سا راستہ ہے جس کی مدد سے ہم اس کا وجود سامنے لا سکتے ہیں۔

شیر بولا۔ وہ راستہ یہ ہے کہ تم سب نے وہ دو پہاڑ جو دیکھے ہیں جو اس آدم خور راکشسوں کی ریاست میں ہیں

ہاں دیکھے ہیں پر کیا ہے۔ مالیہ نے بھی سوال کر دیا۔

وہ دو پہاڑ ہی اس کو اپنی اصلی وجود میں لا سکتے ہیں

وہ دو پہاڑ وہ کیسے مورزین نے بھی اپنا سوال کر دیا

وہ ایسے کہ وہ ایک پہاڑ جلتے ہوئے لاوے یعنی آگ کا ہے اور دوسرا پہاڑ برف کا ہے جو نہایت ہی سرد ترین پہاڑ ہے اگر کوئی اس برف کے پہاڑ پر جاتا ہے تو وہ اسی جگہ پر سردی سے برف کا بن جاتا ہے اور اگر کوئی اس گرم پہاڑ پر جاتا ہے تو اس سے نکلتا ہوا لاوا یعنی آگ وہ اتنا گرم ہے کہ سب کو سیکنڈوں میں جلا کر بہتا ہوا لاوا بنا سکتا ہے ان دونوں پہاڑوں سے الگ الگ ندی یعنی دریا آتی ہیں جو خشک ہے برف کے پہاڑ سے الگ ایک دریا یعنی ندی آتی ہے اور اس گرم پہاڑ سے ایک الگ دریا آتا ہے جو دونوں دریا آخر میں اس جھیل نما جگہ یعنی وادی مرگ کی دوسری طاقت پر دونوں ملتی ہیں اب وہ دونوں دریا خشک ہیں یا اگر برف کے پہاڑ سے برف بہتا ہوا اس دریا یعنی ندی میں اس کالے ہڈیوں کی جگہ یعنی وادی مرگ کی دوسری طاقت میں آجائے اور آگ یعنی لاوے کے پہاڑ سے لاوا بہتا ہوا اس جھیل نما جگہ یعنی وادی مرگ کی دوسری طاقت میں آجائے تو پھر یہ دونوں دریا وادی مرگ کی دوسری طاقت اس کالے ہڈیوں اور کالے محلول میں آجائیں گی تو ایک ایسا عجوبہ ظاہر ہوگا جو آج تک کسی نے بھی نہ سنا ہوگا اور دیکھا ہوگا مطلب برف اور آگ کا ملاپ ہوگا جو آج تک ممکن نہیں ہو پایا ہے۔ آج تک آگ اور پانی کا ملاپ نہیں ہو پایا ہے اور جب وہ دونوں دریا اس جگہ پر آئیں گے ایک ہوں گے تو آگ اور پانی کا اس جگہ پر ملاپ ہوگا جس کے ملاپ سے وہ ہڈیاں اور وہ کالا محلول اپنی اصلی حالت میں آجائے گی یعنی وادی مرگ کی دوسری طاقت اپنی اصلی حالت میں آجائیں گی اور تب ہی اسے مارا جا سکتا ہے جس کے ختم ہوتے ہی راکشسوں کی ریاست بھی اپنے آپ ختم ہو جائے گی کیونکہ وہ جھیل نما جگہ ہی اس کی طاقت ہے جس سے ان سب

کا جنم ہوا ہے اور اب بھی وہ جنم لے رہے ہیں۔
سیمرن بولی۔ مطلب آگ اور پانی کے ملاپ سے ہی اس کا وجود ظاہر ہوگا۔
ہاں اور یہ سچائی ہے جو ناممکن ہے کیونکہ آگ اور پانی کا ملاپ کبھی نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہوگا شیرو مایوسی سے بولا تو موروزین مسکراتے ہوئے بولی۔
بادشاہ سلامت اب مجھے سب کچھ سمجھ میں آ چکا ہے کہ آپ کی اس ریاست کا نام ریاست عجوبہ کیوں ہے اگر یہاں پر یہ عجوبہ ہو سکتا ہے کہ یہاں پر جانور بھی بول رہے ہیں باتیں کر رہے ہیں تو آگ اور پانی کے ملاپ کا عجوبہ بھی ضرور ہو سکتا ہے جو ضرور ہوگا۔ اور ہم چاروں آگ اور پانی کے ملاپ کو کر کے دکھائیں گے موروزین کی اس بات پر نہ صرف شیرو حیران ہو کر رہ گیا بلکہ تینوں لڑکیاں بھی حیران ہو کر رہ گئیں کہ آخر ہم آگ اور پانی کا ملاپ کس بنیاد پر کریں گے آخر یہ عجوبہ ہوگا کیسے تینوں لڑکیاں کے ذہن میں یہی بات تھی کیونکہ ایک پہاڑ تو ہمیں سردی سے ٹھنڈا کر کے برف بنا دے گا اور دوسرا پہاڑ ہمیں جلا کر خاک کر دے۔
بادشاہ بولا اگر ایسا ہوگا تو ہم آپ سب کو اسی جگہ پر یعنی ان دونوں پہاڑوں کے پاس لے جائیں گے تب تک کے لیے تم چاروں کچھ منصوبہ تیار کر لو۔ جب سب کچھ ہو جائے تو مجھے بتا دینا ہم روانہ ہو جائیں گے تم سب ہمارے مہمان ہو اگر کسی چیز کی بھی ضرورت پڑے تو حکم کرنا بادشاہ نے ان ٹائیگروں سے کہا کہ ان سب کو مہمان خانے میں لے جاؤ ان سب کو ایک آرام دہ جگہ پر لے جایا گیا۔ اور ان سب کے لیے کھانے کا بندوبست بھی کر لیا گیا کھانا کھانے کے بعد سیمرن بولی۔
موروزین مجھے ریحان کی بہت فکر ہو رہی ہے کہیں وہ ان پہاڑوں پر تو نہیں گیا ہوگا۔
عالیہ بولی۔ ہاں مجھے بھی ریحان کی ہی فکر ہو رہی ہے آدمی نے ابھی ابھی ہم سے کہا کہ ہم نے اپنی پوری ریاست کا چپا چپا چھان مارا ہے مگر ریحان کا کہیں پر بھی پتہ نہیں چلا اب تو ہم سب کو یقین ہو گیا ہے کہ وہ ان راکشسوں کی ریاست میں ہی کہیں پھنس گیا ہے عالیہ کے بعد حنا بھی بول پڑی۔
ہاں مجھے بھی یہی لگتا ہے کیونکہ اس کے بعد نقشہ بھی ہے اور کتاب بھی اسے ان پہاڑوں کے بارے میں ضرور پتہ ہوگا۔ اور وہ بھی برف کی اور لاوے کی ندی کو آپس میں ملانے گیا ہوگا سیمرن نے پھر سے کہا موروزین ہمیں پہلے ریحان کو تلاش کرنا ہے اس کی جان کو خطرہ ہے اگر وہ ان پہاڑوں پر گیا تو پتہ نہیں اس کا کیا ہوگا سیمرن بے حد غمزدہ تھی اس کے لہجے میں درد تھا جو صرف ریحان کے لیے تھا۔ اس نے کھانا بھی ٹھیک طریقے سے نہیں کھایا تھا۔
موروزین اور ویسے بھی ریحان کے بغیر ہم یہ کام نہیں کر سکتے ہیں آگ اور پانی کو ہم ریحان کے بغیر ملا نہیں پائیں گے یہ ممکن نہیں ہے۔
موروزین جو ابھی تک خاموش بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی یکدم بول پڑی۔ مجھے نہیں لگتا تھا کہ تم اتنی جذباتی ہو گی کمال ہے بھائی میرا ہے خون کا رشتہ میرا ہے ان کے ساتھ اور تم تینوں کو کیا لگتا ہے مجھے اپنے بھائی کی کوئی فکر نہیں ہے میں اسے مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ رہی ہوں تو میں تم سب سے کہہ دوں کہ ایسا نہیں ہے میں یہ جو بھی کر رہی ہوں اپنے بھائی کے لیے کر رہی ہوں اور مجھے پتہ ہے کہ اسے تلاش کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ ہم اس دو پہاڑوں کی ندی کو آپس میں ملائیں اس کے ملانے سے ہی نہ صرف دوسری طاقت سامنے آئے گی بلکہ ان راکشسوں کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے اگر ہم اس کے بغیر گئے تو ہم ایک راکشس کو بھی ختم نہیں کر پائیں گے

اس لیے ان سب کا یہی ایک راستہ ہے کہ کسی بھی طرح آگ اور پانی کو ملایا جائے اس کے بعد جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔

یمرن بولی۔ مگر اسے ہم ریحان کے بغیر کیسے ملا پائیں گے۔

مورزین بولی۔ یمرن میں جانتی ہوں کہ یہ مشکل کام ہے مگر ناممکن نہیں ہے دنیا میں ہر چیز کا توڑ ہے تو اس کا بھی ہوگا اور تم سب کو کیا یاد نہیں کہ جب ہم نے یہاں پر آنے کا پلان بنایا تھا تو ہم سب نے کیا کہا تھا ہم نے کہا تھا کہ ہم ریحان اور سب لوگوں کو بتائیں گے کہ عورت بھی مردوں سے کم نہیں ہیں اس لیے ابھی موقع ہے کہ ہم ثابت کر دیں کہ ہم بھی کسی سے کم نہیں اور یہی موقع ہے اگر ہم یہ کر پائے تو ریحان بھی ہمیں معاف کر دے گا مورزین کی باتیں سن کر تینوں لڑکیوں میں جان آ گئی حنا بولی۔

مورزین ٹھیک کہا ہے تم نے یہی موقع ہے سب کچھ کرنے کا۔

عالیہ بولی یہ سب تو ٹھیک ہے مگر کوئی مجھے اب یہ بتا سکتا ہے کہ کسی کے پاس کوئی طریقہ ہے کہ ہم برف اور آگ سے کیسے بچ سکتے ہیں اور وہاں سے آگ اور پانی کو ندی میں کیسے لائیں گے۔ عالیہ کی بات پر مورزین بولی میرے پاس اس کا حل ہے بس اگر ہمیں ان سب جانوروں کی ریاست میں ایسا جانور مل جائے جس کے لمبے لمبے ملائم بال ہوں اور اس کے جسم کی چربی نہایت ہی گرم ہو اور جسامت میں بڑا ہو اگر ہمیں ایسا جانور ملگیا تو سمجھو کہ کام ہو گیا۔

وہ کیسے یمرن یکدم بول پڑی۔

وہ ایسے کہ۔۔۔ پھر مورزین نے آدھے گھنٹے کے بعد ایک زبردست پلان یعنی منصوبہ تیار کر لیا جسے سن کر سبھی لڑکیوں نے خوش ہو کر اپنے اپنے ہاتھ ملائے جیسے اسے پہاڑ کے جانے کا راستہ مل گیا ہو۔ اب اگر اسے ضرورت تھی تو اس جانور کی جو میں پہلے بیان کر چکی ہوں۔ اب سب کو صبح کا انتظار تھا تھوڑی دیر بعد تینوں لڑکیاں سو گئیں مگر یمرن ابھی بھی ریحان کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی مورزین کی باتوں سے وہ ابھی تک مطمئن نہیں تھی ایک دن ہو گیا تھا ریحان کو ان سے دور رہتے ہوئے مگر یمرن کا برا حال تھا ریحان کی جدائی میں اب وہ سمجھ چکی تھی کہ مجھے ریحان سے محبت ہو گئی ہے اب اسے انتظار تھا تو صرف ریحان کا کہ ان سے ملنے کے بعد اگر موقع ملا تو میں یہ ثابت کر دوں گی کہ میں ان سے محبت کرتی ہوں یا نہیں یہ تو وقت ہی بتائے گا مگر اتنی بے چینی آخر کیوں ہے مجھے کیوں بار بار ریحان کا چہرہ میرے سامنے آ جاتا ہے یہی سب باتیں اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھیں آخر کار اس پر بھی نیند کی دیوی مہربان ہو گئی اور وہ میٹھی نیند سو گئی۔ صبح سب نے اٹھ کر پہلی بار وادی مرگ میں آ کر اس سب نے نماز فجر پڑھی اور اللہ سے اپنی کامیابی اور ریحان کی زندگی کی سلامتی کی دعائیں مانگیں۔ جب سورج طلوع ہو گیا تو مورزین نے آدمی سے کہا۔

ہم بادشاہ سلامت سے ملنا چاہتی ہیں

اس پر آدمی نے ان سب کو شیر کے پاس لے گیا۔ شیر نے سب سے سوال کیا۔

تم سب کو یہاں پر کسی چیز کی تکلیف تو نہیں ہے۔

مورزین بولی۔ بادشاہ سلامت ہمیں یہاں کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔

یمرن بولی بادشاہ سلامت ہم نے سب تیاری کر لی ہے ہمیں بس اب ایک جانور کی ضرورت ہے۔

کیا جانور کی۔ شیر حیران ہوا۔

ہاں بادشاہ سلامت ہمیں آپ کی ریاست میں ایک ایسے جانور کی ضرورت ہے جس کے نہایت گھنے لمبے لمبے بال ہوں اور اس کے جسم کی چربی نہایت ہی گرم ہو اگر ہمیں ایسا جانور مل جائے تو سمجھو ہم نے آگ اور پانی کو ملا دیا ہے اس پر شیر نے پھر سے سوال کر دیا۔

وہ کیسے۔

وہ ایسے کہ اگر آپ کی ریاست میں ایسا کوئی جانور ہے جس میں یہ سب خوبیاں ہوں اور یہ ایک اور خوبی وہ جسامت میں بھی بڑا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں چار گھوڑے بھی چاہیئے تو اس کے بعد مورزین نے اپنا تیار کردا پلان بادشاہ سلامت کو بتایا جسے سنکر شیر بولا۔

اگر ایسا ہو جائے تو بیچ میں وہ ندیاں آپس میں ضرور ملیں گی۔ مگر وہ جانور مل تو جائے گا مگر ابھی وہ یہاں سے دور چلا گیا ہے ہم سے وہ ناراض تھا اس لیے یہاں سے وہ بہت دور چلا گیا ہے مگر فکر نہ کرو تم لوگ ہم اسے چند دنوں میں ہی منا کر یہاں پر لے آتے ہیں اس لیے تم سب کو کچھ دنوں کے لیے اس کا انتظار کرنا ہوگا۔ اور تھوڑے سے تو یہاں پر بہت ہیں اس پر سیمرن کچھ کہنے ہی والی تھی مورزین نے کہا۔

ٹھیک ہے بادشاہ سلامت مگر جتنی جلدی ہو سکتا ہے اسے یہاں پر لے آؤ ہمیں مزید دیر نہیں کرنی چاہیے ہمیں اپنے بھائی کی فکر ہو رہی ہے وہ ان راکشسوں کی دنیا میں پتہ نہیں کیا کر رہا ہوگا۔

بادشاہ بولا ہم سمجھتے ہیں تم سب کے درد کو ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کریں گے وہ جلد ہی یہاں ہوگا۔ میں خود جاؤں گا اس کو لینے کے لیے۔

شکریہ بادشاہ سلامت مورزین نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

نہیں نہیں تم مجھے شکریہ کہہ کر شرمندہ کر رہی ہو۔ شکریہ تو ہم تم سب کا ادا کرتے ہیں کہ اب ہمیں امید کی ایک کرن تو نظر آنے لگی اس کے بعد سب نے بادشاہ سے رخصت لی اور بادشاہ سلامت نے آج ہی اعلان کر دیا ہے کہ وہ اس جانور کو لانے کے لیے خود جائے گا اور اسے تین چار دن لگ سکتے ہیں۔ بادشاہ نے اپنی مکمل تیاری کی اور سفر پر روانہ ہو گیا۔

ادھر سیمرن نے کہا میں تو سوچا تھا کہ آج ہی روانہ ہوں گے مگر قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا اس پر مورزین بولی سیمرن تم فکر مت کرو میں ریحان کی بہن ہوں اور میں اسے بچپن سے جانتی ہوں وہ اپنی حفاظت ہمیشہ کرتا آ رہا ہے اور میری بھی اور اب تو اس کے بعد دو اور طاقتیں آ گئی ہیں کرشمائی تلوار اور آتشی طاقت جس وہ اور بھی زیادہ مضبوط ہو گیا ہے اسلیے ہمیں تین چار دن رکنا ہی چاہیے۔

حنا بولی۔ ہاں مورزین ہو سکتا ہے وہ اس چار دنوں میں یہاں پر آ بھی جائے۔ یا ہم سے پہلے وہ اپنے عمل کے ذریعے اس دونوں دریاؤں کو بھی ملا دے۔

عالیہ بولی۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو اس طرح وقت اپنی رفتار سے جاری تھا ادھر ریحان کی تلاش بھی جاری تھی سب کا ریحان کی جدائی میں برا حال تھا مگر سیمرن دن بدن کمزور ہو جاتی جا رہی تھی ریحان کی یاد میں وہ نہ ٹھیک طریقے سے کھانا کھاتی اور نہ ہی پانی پیتی۔ حنا اور مورزین کو بھی پتہ چل چکا تھا کہ سیمرن ریحان کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہے ایک دن مورزین حنا سے بولی۔

حنا کیا تم سیمرن کی صحت پر غور کر رہی ہو وہ دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہے لگتا ہے کہ اب وہ دن دور نہیں جب وہ میری بھابھی اور ریحان کی دلہن بنکر ہمارے گھر آئے گی حنا تمہاری ماں کو تو کوئی انکار نہیں ہوگا ناں۔

اس کی بات سن کر حنا بولی۔
میں خود بھی یہی چاہتی ہوں کہ یمرن ریحان کی دلہن بن جائے اور جہاں تک ماں کا سوال ہے تو میرے ابو کے مرنے کے بعد وہ ہمارے لیے سب کچھ ہے۔اور میں جانتی ہوں کہ وہ ہم دونوں کو خوش دیکھنا چاہتی ہیں اور ریحان جیسا لڑکا اس کے لیے تمہیں اس سے پوچھنا ہی نہیں چاہیے میں اپنی ماں کو جانتی ہوں مگر مجھے اگر دکھ ہے تو اس بات کا کہ کیا ریحان بھی یمرن سے محبت کرتا ہوگا اور اگر کرتا ہوگا۔اور میں جانتی ہوں کہ وہ ہم دونوں کو خوش دیکھنا چاہتی ہیں اور ریحان جیسا لڑکا اس کے لیے تمہیں اس سے پوچھنا ہی نہیں چاہیے میں اپنی ماں کو جانتی ہوں مگر مجھے اگر دکھ ہے تو اس بات کا کہ کیا ہم ریحان بھی یمرن سے محبت کرتا ہوگا۔اور اگر کرتا ہوگا تو کیا وہ دونوں وادی مرگ کے ساتوں طاقتوں کو ختم کر پائیں گے یا ہم سب ہی یہی پر حنا اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ موزین بول پڑی۔
حنا یہ کیا تم نے ابھی سے ہار مان لی ابھی تو ہمیں بہت کچھ کرنا ہے اور جہاں تک زندگی اور موت کا سوال ہے تو وہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور ریحان اس کو تو میں جانتی ہوں وہ حد سے بھی زیادہ یمرن سے محبت کرتا ہے میں نے اس کی آنکھوں میں یمرن کے لیے محبت دیکھی ہے اب ہمیں وادی مرگ کے ساتھ ساتھ یمرن اور ریحان کی محبت کو بھی پورا کرنا ہے ہمیں ہی ان دونوں کو ملانا ہوگا۔اس کی بات سن کر حنا نے مسکراتے ہوئے موزین سے کہا۔
موزین آج تم نے مجھے بہت خوشی دی ہے میں تو سمجھی تھی کہ میں اکیلے کیسے یمرن اور ریحان کو ملاؤں گی مگر اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ تمہارے ساتھ مل کر میں یہ کام آسانی سے کر پاؤں گی اسی طرح یہ دن بھی گزر گیا اور رات کو موزین نے یمرن کو باہر بلایا اور اس سے بہت سی باتیں ریحان کے بارے میں بتائیں اس کے بچپن سے لے کر جوانی تک کی جسے سن کر یمرن کی جان میں جان آ گئی اور کسی حد تک وہ سنبھل گئی صبح ہوتے ہی بادشاہ اس جانور کے ساتھ اپنی ریاست میں موجود تھا جیسے ہی سب کو پتہ چلا تو سبھی وہاں پر پہنچ گئے جسے دیکھ کر چاروں لڑکیاں خوش ہو گئیں۔
بادشاہ سلامت آپ اسے لے آئے موزین نے اس جانور پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔
ہاں میں بہت مشکل سے اسے منا کر لایا ہوں اور میں نے اس کو سب کچھ سمجھا دیا ہے وہ بالکل اسی طرح جانور تھا لمبے لمبے بالوں والا جسامت میں حد سے بھی زیادہ موٹا اور لمبا اور چربی اس طرح گرم تھی جس طرح کے اس کے جسم میں آگ جلا دی گئی ہو۔موزین نے اسے ہر طریقے سے دیکھا اور شیر سے کہا۔
بادشاہ سلامت کیا اس کو ہماری زبان آتی ہے۔
ہاں آتی ہے آپ بات کر لیں۔
یمرن بولی۔تمہارا نام کیا ہے۔
جی میرا نام راجو ہے۔
بہت پیارا نام ہے۔آپ کو کیا لگتا ہے کہ اس برف کے پہاڑ پر آپ کتنی دیر تک رک سکتے ہو۔
وہ بولا تقریباً پانچ منٹ۔اور اس کے بعد برف کا ہو جاؤں گا۔
موزین بادشاہ سے بولی اب ہمیں لوہے کا مضبوط برتن چاہیے۔
شیر بولا لوہے کا برتن تو یہاں نہیں ہے۔مگر پتھر کا ہے۔

وہ بھی چلے گا۔ یمیرن نے کہا۔

شیر بولا۔ ہم بہت دور سے سفر کرتے ہوئے آئے ہیں اس لیے آج اسے آرام کرنے دو صبح ہی جائیں گے اس پر موزین نے کہا ضرور آج تو ایسے آرام کرنا ہوگا کل صبح اس کا امتحان جو ہے۔ یمرن نے مسکراتے ہوئے راجو کو دیکھتے ہوئے کہا اس طرح یہ دن بھی گزر گیا اور صبح وہ دن بھی آ گیا جس کا سب کو بے چینی سے انتظار تھا موروزین نے بادشاہ سلامت سے کہا ان گھوڑوں کو سمجھاؤ کہ وہ لاوے یعنی اس گرم آگ کے پہاڑ سے اتنے فاصلہ پر کھڑے ہو جائیں کہ اس کی جانوں کو ان سے خطرہ نہ ہو اور ارد گرد بھی نظریں رکھیں تا کہ راکشس کے حملہ سے محفوظ رہیں اور راجو تم جب کام ہو جائے تو آپ اور ہاں پر رکنا مت جتنی جلدی ہو سکے تمہیں ہمیں اس گرم پہاڑ پر پہنچانا ہوگا۔ جس سے آپ کے جسم سے برف کا اثر ختم ہو جائے۔ اور اس کے بعد آپ کا وہاں ٹھہرنا خطرناک ہے اس لیے تم وہاں سے یہاں پر آجانا اور ہم وہاں کام ختم کر کے گھوڑوں کی مدد لیں گے۔ اس کے بعد چاروں لڑکیوں نے ریاست والوں سے رخصت لی اور روانہ ہو گئیں۔ چاروں راجو کی کمر پر سوار ہوئیں ان سب کو ایسا لگا کہ وہ چاروں آگ پر بیٹھ گئی ہوں۔ اس پر سب نے راجو سے کہا ہمیں لگتا ہے کہ ہمیں پہاڑ پر گھوڑوں پر ہی جانا چاہیے۔ آپ کے جسم کی حرارت نے تو ہمیں پسینے میں نہلا دیا ہے اس پر راجو نے ان سے کہا اچھا ٹھیک ہے تم چاروں گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ اور میرے پیچھے پیچھے آؤ اس پر چاروں لڑکیاں گھوڑوں پر بیٹھ گئیں اور راجو کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئیں بہت دیر سفر کرنے کے بعد وہ راکشسوں کی ریاست میں پہنچ گئیں راجو نے وہاں سے ایک اور راستہ اختیار کیا جس سے وہ ان راکشسوں کی نظروں سے دور ہو گئے راجو نے کہا۔ ایک بار ہم ان پہاڑوں کے نزدیک پہنچ جائیں تو وہاں پر ہمیں راکشسوں سے کوئی ڈر نہیں ہوگا۔ ویسے ان راکشسوں کو میں جانور خود راکشس کہتا ہوں جس نے ہماری آدمی ریاست کے جانوروں کو کھا لیا ہے راجو کی اس بات پر بھی ہنس پڑے جانور خود سب نے مسکراتے ہوئے کہا پہاڑ ابھی بھی بہت دور تھے دیکھنے میں تو وہ نہایت ہی نزدیک دکھائی دے رہے تھے مگر ایک بات تھی ان راکشسوں کی ریاست میں اس میں زرخیزی نام کی کوئی چیز بھی نہیں تھی اس کے ہر چیز آگ کی طرح لال تھی اور جگہ جگہ پر ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں۔ ابھی تھوڑا ہی فاصلہ ہوا تھا کہ ان سب کا سامنا وہاں پر دو بڑے بڑے سینگوں والے راکشسوں سے ہوا جو اپنی خونخوار نظروں سے سب کو دیکھ رہے تھے ان راکشسوں نے آگے بڑھتے ہوئے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اپنی زبان میں راجو اور ان گھوڑوں سے کچھ کہا جس پر راجو غصہ ہو کر اس نے بھی جواب دیا تو موروزین راجو سے بولی راجو یہ کیا کہہ رہے ہیں یہ کہہ رہے ہو ہیں کہ خود تو ہم سے جیت نہیں سکتے تو اب یہ کیسی مخلوق کا تم بے وقوف جانوروں نے سہارا لیا ہے۔ اس پر چاروں لڑکیوں نے اپنے گھوڑوں سے کہا۔

سب تیار ہو جاؤ ہم اسے سبق دیتے ہیں۔ کہ ہم کیسی مخلوق ہیں اور آپ سب بے وقوف نہیں ہیں اس پر ان کے گھوڑے لہرانے لگے چاروں لڑکیوں نے اپنی اپنی تلواریں نکالیں اور ہوا میں لہرانے لگے وہ دو راکشس بھی قہقہہ لگاتے ہوئے ان سب کی طرف بڑھنے لگے جیسے ہی وہ آپس میں نزدیک آئے تو یمرن اور عالیہ نے دائیں بائیں کے راکشس پر حملہ کر دیا اور موروزین اور حنا نے بائیں جانب کے راکشس پر حملہ کر دیا جس سے وہ دونوں راکشس کافی زخمی ہو گئے اور جس سے وہ نہایت غصہ ہو گئے اور اپنی پوری قوت سے ان سب لڑکیوں پر وار کر دیا۔ جس سے عالیہ اور یمیرن گھوڑوں سے گر پڑیں اب وہ دونوں راکشس یمرن اور عالیہ کی طرف بڑھے ہی تھے کہ پیچھے سے حنا اور موروزین نے اس کی گردنوں پر زبردست وار کیا جس سے وہ دونوں زمین پر گرتے ہی

تڑپنے لگے۔ راجو اس کے پاس گیا اور ان سے اپنی زبان سے کہا دیکھا ان مخلوق اور ہم بے وقوفوں کا کمال اب موت کا ذائقہ چکھو۔ اس کے بعد راجو نے ان دونوں کے سروں پر اپنے بڑے بڑے پاؤں رکھے جس سے ان دونوں کے سر زمین پر چمٹ گئے۔ مورزین اور حنا اور عالیہ کے پاس گئی اور ان سے کہا۔

تم دونوں ٹھیک تو ہو ناں۔

ہاں ہم ٹھیک ہیں اب چلیں ہمیں اور دیر نہیں کرنی چاہیے سیمرن نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا۔ انکا سفر پھر سے شروع ہو گیا اور آخر کار وہ برف کے پہاڑ کے نزدیک پہنچے ہی ان سب کے جسم سردی سے کانپ اٹھے سیمرن نے تھرتھراتی ہوئی آواز میں کہا۔

ابھی تو ہم پہاڑ پر بھی نہیں پہنچے کہ ہمارے جسم تو ابھی سے تھرتھرانے لگے ہیں۔

مورزین نے کہا۔ اے گھوڑ و تو یہاں ہی رکو اور ہمارا انتظار کرو۔ ہم وہاں پر جلد ہی پہنچ جائیں گے وہ گھوڑے چلے گئے تو چاروں راجو پر سوار ہو گئیں اور برف کے پہاڑ پر چڑھنے لگیں۔ راجو اپنی پوری رفتار کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ رہا تھا آخر کار مورزین کو وہ ندی بھی دکھائی دی جو خشک تھی وہ سیدھا برف کے پہاڑ سے نیچے اترتے ہوئے دور چلی گئی تھی۔ راجو پر سوار ہوتے ہی ان سب کو سردی سے تھوڑی راحت مل گئی تھی مگر جوں جوں وہ پہاڑ پر اوپر کی طرف چڑھتے جا رہے تھے توں توں راجو کا جسم بھی سرد پڑتا جا رہا تھا ابھی وہ آدھے سے پہاڑ پر ہی چڑھے تھے کہ ان سب کے جسموں میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔

حنا نے کہا۔ مجھے تو نہیں لگتا کہ ہم اوپر کی طرف چڑھ پائیں گے۔

سیمرن نے راجو سے کہا راجو کیا تم اوپر چڑھ پاؤ گے۔

راجو بولا ہاں میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں مجھے لگتا ہے کہ میں چڑھ پاؤں گا بس اگر اس ندی کے آثار دکھائی دیئے تو ٹھیک ہے ورنہ ہمیں واپس جانا ہوگا۔ میں زیادہ دیر تک اس برف کو یعنی سردی پر قابو نہیں کر پاؤں گا۔ اسی طرح چڑھتے چڑھتے آخر کار وہ پہاڑ کے اوپر پہنچ گئے وہاں ہر طرف برف کی دھول تھی سب کے چہرے سردی سے برف کی طرح مکمل سفید ہو چکے تھے ان سب کے جسموں میں خوف سردی کی وجہ سے جم چکا تھا ادھر راجو کا جسم بھی سرد پڑنے لگا تھا مورزین نے جیسے ہی وہ ندی جہاں سے شروع ہوتی تھی وہ جگہ دیکھی تو راجو سے بولی۔

راجو اس طرف وہ دیکھو ہمیں ندی کا اوپر والا حصہ مل گیا ہے۔

راجو تیزی سے اس طرف بڑھا جیسے ہی وہ نزدیک پہنچا وہاں برفانی ہوائیں بھی شروع ہو گئیں سب کے دانت سردی سے تھرتھرانے لگے۔ طوفان اتنا تیز ہو گیا تھا کہ سب کو پیچھے کی طرف دھکیلنے لگا ایک طرف تو برف کی دھول کی وجہ سے کچھ دکھائی ہی دے رہا تھا اوپر سے یہ برفانی طوفانی ہوا میں سب کو اپنی اپنی موت یقینی دکھائی دینے لگی اچانک حنا کی نظر اس ندی میں ایک کالی ہڈی پر پڑی جو ندی کے سرے پر تھی۔

مورزین۔ وہ۔ وہ۔۔۔ دیکھو۔۔۔ دیکھو وہ۔ وہ کالی ہڈی۔ اسی نے ندی کو بند کیا ہوا تھا حنا کی آواز اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی وہ سردی سے تھرتھراتے ہوئے کہہ رہی تھی مورزین نے جیسے ہی اس کالی ہڈی کو دیکھا تو راجو سے کہا۔

راجو تھوڑا زور لگاؤ میں اس ہڈی کو اس ندی سے ہٹانا چاہتی ہوں۔

جیسے ہی راجو ان کے نزدیک پہنچا تو سیمرن نے آواز دی تم تینوں میں جو کوئی اپنے آپ کو سنبھال سکتا ہے وہ

اس پتھر کے برتن میں برف ڈال دے اور میں وہ ہنڈی نکالتی ہوں۔
مورزین تو تھوڑی سنبھل گئی تھی کیونکہ ایک بات جوان سے وہ ابھی تک انجان تھی جس سے اس کا جسم ابھی ابھی گرم تھا مگر وہ تینوں مکمل سردی سے بے ہوش ہو چکی تھیں اور اس کے جسم مکمل سرف پڑ گئے تھے۔
راجو نے آواز دی۔ مورزین اب جو بھی کرنا ہے تمہیں ہی کرنا ہے کیونکہ یہ سب بے ہوش ہو چکی ہیں اس پر مورزین نے ان سے کہا۔
راجو تم ان سب کو اپنے بالوں میں چھپا لو۔ میں کچھ کرتی ہوں۔
مورزین اس ہنڈی کے پاس گئی اور وہ نہایت ہی بڑی اور موٹی ہنڈی تھی جس کو اٹھانا مورزین کے بس میں نہ تھا اس نے اپنی تلوار نکالی تو وہ بھی برف کی بن گئی تھی اس نے ایک زوردار وار اس ہنڈی پر کیا جس سے وہ دو حصوں میں پھٹ گئی اس کے بعد ایک دھماکہ ہوا جس سے اس ندی میں برف نکلنے لگی۔ اور پانی کی طرح بہہ کر اس ندی میں نیچے کی طرف تیزی سے جانے لگا مورزین نے سکھ کا سانس لیا اور پتھر کے برتن کو اٹھا کر اس کو مکمل برف سے بھر دیا۔ اور راجو پر سوار ہو گئی مورزین کی حالت بھی غیر ہو چکی تھی مگر اس نے پھر بھی خود کو سنبھالا ہوا تھا ادھر راجو بھی آنکھیں بند کر رہا تھا۔
راجو تیزی سے نیچے کی طرف بڑھو۔ جس سے آپ کے جسم کو حرارت مل گئی۔
مورزین کے سوار ہوتے ہی راجو نے اپنی پوری قوت لگا دی اور نیچے کی طرف دوڑ لگا دی ادھر ادھر طوفان اور برف بھی ان کے پیچھے جو رکتے ہی سب کو ختم کر سکتے تھے اسی طرح بڑی مشکل سے راجو نیچے پہنچ گیا مورزین نے ان سے کہا۔
راجو بس اب آخری امتحان ہے اب جتنا جلدی ہو سکے ہمیں گرم پہاڑ یعنی لاوے پہاڑ پر پہنچا دو جس سے ہمارے جسموں میں سردی کا زور بھی ختم ہو جائے گا اور ان سب کے جسموں میں جو خون جم چکا تھا وہ بھی دور ہو جائیگا۔
راجو نے کہا میں کوشش کرتا ہوں یہ میرے لیے آسان ہے کیونکہ میرا جسم بھی مکمل سرد ہو چکا ہے اور میرے لیے وہاں جانا آسان کام ہے۔
اس کے بعد راجو نے گرم پہاڑ کی طرف دوڑ لگا دی۔ جوں جوں وہ اس کے نزدیک پہنچتا رہا۔ توں توں جسموں سے برف کا اثر ختم ہوتا رہا تھوڑا نزدیک پہنچنے کے بعد اس نے ان گھوڑوں کو بھی دیکھا جو انہیں دیکھ کر مسکرا رہے تھے وہ بہت خوش تھے کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ برف کی ندی کھل گئی ہے اب آگ کے ندی کی باری ہے اس طرح آخر کار راجو نے ان سب کو اس گرم یعنی اس لاوے کے پہاڑ کے نیچے پہنچا دیا جس سے دھیرے دھیرے تینوں لڑکیوں کو ہوش آ گیا جیسے ہی ان سب کو ہوش آیا وہ بھی اٹھ گئیں۔ جو آگ اور لاوے کے پہاڑ کو دیکھ کر کانپ گئی تھیں وہ ایک دہکتی ہوئی آگ اور لاوے کی پہاڑ تھی جس کے اوپر ابلتا ہوا لاوا نظر آ رہا تھا جن سے آگ کے شعلے اوپر اٹھ رہے تھے۔
مورزین ہم یہاں پر کیسے کیا وہ برف ہی ندی کھل گئی ہے۔
مورزین نے کہا۔ ہاں وہ سب بعد میں بتاؤں گی اب تمہیں آگ یعنی لاوے کی ندی کھولنی ہے راجو کیا آپ ہمیں اوپر کی طرف لے جا سکتے ہیں۔
ہاں مورزین۔ میرا جسم ابھی بھی ٹھنڈا ہے اور یہ کام میں کر سکتا ہوں مگر وہاں پر رک نہیں سکتا۔ اس کے بعد

مجھے تیزی سے یہاں سے نیچے آ کر پانی میں جانا ہوگا اوپر سے تمکو خود ہی نیچے آ جانا۔

موروزین نے کہا بس وہ وہ کر پائیں گے آپ صرف ہمیں اوپر تک پہنچا دو

ٹھیک ہے چلو راجو نے پھر سے اوپر کی طرف دوڑ لگا دی۔ جوں جوں وہ اوپر کی طرف جا رہا تھا اس کے جسم سے برف کا اثر ختم ہو رہا تھا چاروں لڑکیاں بھی اب سردی کی بجائے گرمی محسوس کرنے لگیں۔ ابھی تھوڑا ہی فاصلہ رہ گیا تھا کہ سب کے جسموں سے پسینے پانی کی طرح بہنے لگے اور راجو کا جسم بھی مکمل گرم ہو چکا تھا جس سے اس کے سفید بال گرمی کی وجہ سے آگ کی طرح لال ہو چکے تھے اور چاروں کو اب اس پر سوار ہو کر رہنا مشکل ہو رہا تھا ان سب کو ایسا لگ رہا تھا جیسے ان سب کے جسموں کے گوشت جل رہے ہوں وہ مکمل اس کے سر پر پہنچ چکے تھے وہ دہکتا ہوا گرم لاوا اب ان کی نظروں کے سامنے تھا جس کو دیکھ کر سب کے ہوش اڑ گئے ان سب کو یہ سما جہنم کی طرح لگا ان سب کو ایسا لگا جیسے وہ جیتے جی جہنم میں پہنچ چکے ہیں۔ ادھر سیمرن نے ندی کو دیکھا اور کہا۔

وہ وہی ندی اس لاوے کی نزدیک ہے

جیسے ہی موروزین نے اس کو دیکھا تو اس نے راجو سے کہا۔ اب تم جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نیچے چلے جاؤ تمہاری جان کو خطرہ ہے مگر راجو کی حالت بولنے کی نہیں تھی اس کے جسم سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ جسے دیکھ کر سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ موروزین نے تیزی سے وہ پتھر والا برتن کھولا جس کے کھولتے ہی ان سے سرد دھواں اٹھ گیا جس سے سب کی جان میں جان آ گئی۔ موروزین نے کچھ برف راجو کے جسم پر لگا دی۔ جس سے راجو کو تھوڑی راحت مل گئی اور اس قابل ہو گیا کہ نیچے کی طرف چلا گیا۔ سب نے سکھ کر سانس لیا موروزین کا پلان یعنی منصوبہ کام کر گیا تھا جس طرح اس نے سوچا تھا اس طرح ہی ہوا۔ اسکا یہی پلان تھا کہ ہم اپنے ساتھ برف لے آئیں گے اور جس کو ہم اس وقت کھولیں گے جب ہمیں لگے گا کہ ہمارے جسم جل رہے ہیں موروزین دیکھو یہ برف پگل رہی ہے ہمیں جلدی سے اس ندی کو کھولنا ہوگا مگر جب وہ سب اس کے نزدیک پہنچے تو ندی کے سرے پر ایک سرخ پتھر رکھا ہوا تھا جو مکمل آگ سے بنا ہوا تھا۔ سب نے بہت کوشش کی مگر اس کو تھوڑے میں ناکامیاب نہ ہوئے اس پر سیمرن نے کہا کیوں نہ ہم ابھی سے آگ اور پانی کو ملا کر دیکھ لیتے ہیں۔ اس پر موروزین نے کہا تمہاری بات تو واقعی تعریف کرنے کے قابل ہے تو دیر کس بات کی ابھی میں اس پر برف ڈالتی ہوں جیسے ہی موروزین نے اس آگ کے پتھر پر تھوڑی سی برف ڈالی تو یکدم سے وہ پانی کی طرح پگل گیا اور اب وہ ندی کھول چکی تھی جس سے ابلتا ہوا لاوا نیچے کی طرف تیزی سے جانے لگا ادھر برف بھی مکمل اس پتھر کے برتن میں پگل چکی تھی بس تھوڑا ہی باقی تھا جس کے اثر سے وہ بھی ابھی تک زندہ تھے ورنہ کب کا وہ خاک بن جاتیں۔ وہ بھی تیزی سے نیچے کی طرف آنے لگے ابھی وہ تھوڑے ہی باقی رہ گئے تھے کہ اس کا برف مکمل پگل گیا تھا۔ اور بھی کے جسم گرم ہونے لگے اور سب کو پسینے نے اپنی گرفت میں لے لیا ان سب کو ایسا لگا جیسے ان سب کے جسموں میں آگ لگ گئی ہو اور بھی جل رہے ہوں موروزین تو یہ حرارت برداشت نہ کر سکی اور ادھر ہی بے ہوش ہو گئی کیونکہ اس کے جسم میں پہلے سے ہی آتشی طاقت تھی خیر سب نے موروزین کو اٹھایا اور بہت مشکل سے نیچے کی طرف آنے لگے مگر اب وہ سب بھی ہمت ہار چکے تھے انہیں چلنا اب مشکل ہو گیا تھا کہ اسی وقت وہ چاروں گھوڑے اس کی طرف بڑھنے لگے اور وہاں پر پہنچ گئے۔ وہ سب ہی اس پر سوار ہو گئے سیمرن نے موروزین کو اپنے گھوڑے پر بیٹھا دیا اور اسے پکڑ کر خود بھی سوار ہو گئی۔ گھوڑ تیزی سے اپنی ریاست کی طرف بڑھ رہے تھے مگر ریاست والے اور بادشاہ پہلے ہی سے وہاں پر پہنچ چکے تھے اب سب پہاڑ سے دور ہو گئے تھے مگر اب بھی وہ سب راکشسوں کے ریاست

میں تھے شیر تیزی سے مورزین کو دیکھنے کے لیے اس کے پاس پہنچا۔
یہ ٹھیک تو ہے
سمرن بولی ہاں بادشاہ سلامت بس صرف بے ہوش ہے جلدی ہی ہوش میں آ جائے گی۔
اور ہاں تم سب کے لیے ایک خوشخبری ہے۔
کیسی خوشخبری۔ سمرن بولی۔

تمہارا دوست مل چکا ہے۔ اور اس نے ہی ہم کو یہاں پر ٹھہرنے کے لیے کہا تھا اس کے پاس ایک کتاب ہے جس میں یہ لکھا تھا۔ کہ ابھی تھوڑی دیر میں وادی مرگ کی دوسری طاقت اپنے اصل روپ میں آ جائے گی جس سے ہم سب ہی دور رہیں گے۔

اس پر سمرن نے خوشی کے مارے پاگل ہو رہی تھی اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ لوگ خوش ہو کر بولی بادشاہ سلامت وہ وہ کیسے ہیں۔ اور وہ ٹھیک تو ہیں کیا اس کو پتہ چل چکا ہے کہ ہم یہاں پر ہیں سمرن کی خوشی کے مارے زبان پھسل رہی تھی۔

ہاں وہ ٹھیک ہے بس صرف اس کے سر پر تھوڑی شاید چھوٹ لگی تھی جس کو اس نے پٹی سے باندھا ہوا تھا۔
کیا تو آپ سب نے اسے وہاں پر جانے کیوں دیا عالیہ نے بھی سوال کر دیا۔
حنا بھی بولی ابھی تو اس نے ہم نے ٹھیک طریقہ سے بھی دیکھا بھی نہیں ہے اور وہ دوسری طاقت کو ختم کرنے چلا گیا۔

سمرن بولی بادشاہ سلامت کیا اس نے بتایا کہ ہم یہاں پر ہیں۔
شیر نے کہا نہیں وہ اس لیے کہ مورزین نے مجھ سے جاتے ہوئے وعدہ لیا تھا کہ اگر ریحان دیکھے تو ہم اسے کچھ نہیں بتائیں گے۔ تو وہ بھی ہمارے پیچھے پیچھے پہاڑوں پر موت کے منہ میں آ جائے گا اس پر
سمرن بولی مگر بادشاہ سلامت کیا انہوں نے یہ سوال نہیں کیا آپ سے کہ آگ اور پانی کو کس نے ملایا ہے وہ تو ناممکن بات ہے

بادشاہ نے کہا۔ ہاں ضرور پوچھا تھا اس نے مگر ہم نے اس کو ایک لمبی داستان سنا دی جس سے وہ چپ ہو گیا مگر یقین اسے اب بھی نہیں آ رہا تھا وہ پہاڑوں پر خود جانا چاہتا تھا مگر ہم نے اس کو بڑی مشکل سے روکے رکھا تھا اور جب آگ اور پانی کا ملن ہوا تو ہی اس کو یقین ہو گیا تو اس نے اپنی کتاب کھولی اور ہم سب سے وعدہ لیا کہ ہم میں سے کوئی بھی دوسری طاقت کے پاس نہیں جائے گا۔ وہ خود اسے ختم کرے گا۔

حنا نے مایوسی سے کہا اب تو ہم ریحان سے مل بھی نہیں سکتے کیونکہ اگر ریحان نے مورزین کو اس حالت میں دیکھ لیا تو اس پر کیا گزرے گی کوئی نہیں جانتا۔ اور اسے ہم سب سے نفرت ہو جائے گی حنا کی اس بات پر سمرن نے کہا۔

حنا تم نے جو بھی کہا ٹھیک کہا ہے ہم ریحان سے ابھی نہیں مل سکتے یہ بات بھی سچ ہے کہ اگر ریحان نے اپنی بہن مورزین کو اس حال میں دیکھ لیا تو اس کو ہم سب سے نفرت ہو جائے گی اور وہ ہمیں بھی معاف نہیں کرے گا وہ ہمیں اسی طرح اس سے چھپے رہنا ہوگا جس طرح ہم پہلے رہ رہے ہیں اور جب مورزین ٹھیک ہو جائے گی تو اس کے مشورے کے مطابق ہم اگلا قدم اٹھائیں گے وہ بھی یہی باتیں کر رہے تھے کہ ادھر اس جھیل نما ندیوں اور کالے محلول کی جگہ پر ایک زوردار دھماکہ ہوا جس سے سب کی زبان پر یہی بات تھی کہ آگ اور پانی کا ملن

ہو گیا ہے اچانک زمین پھٹنے لگی اور ہر طرف چیخوں کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو گیا وہ بھی ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر یہ منظر دیکھنے لگے ان سب نے دور سے ہی ریحان کو دیکھا جس کے چاروں طرف راکشش ہی راکشس تھے جیسے ہی ان سب نے ریحان کو دیکھا تو سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے آج اتنے دنوں بعد وہ تینوں ریحان کو دیکھ رہے تھے یمرن کے آنسو تو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

شیر بولا جنگ شروع ہو چکی ہے سب تیار رہو اگر ہم دوسری طاقت کے پاس نہیں جا سکتے ہیں مگر ان راکششوں کا مقابلہ تو کر سکتے ہیں ان سب آدم خور راکششوں نے ریحان پر حملہ کر دیا ہے جس پر یمرن کے منہ سے بے اختیار نکلا ریحان سنبھل کر اچانک ریحان نے آتشی منتر پڑھا جس سے اس کے ہاتھوں سے آگ نکلنے لگی۔ جوان راکششوں کو جلا کر خاک کر ڈالتی اور ایک طرف سے اس کی کرشمائی تلوار زور شور پر تھی جو راکششوں کے ہاتھ پاؤں الگ کرنے میں اہم کردار ادا کر رہی تھی ادھر سب ہی ریاست والوں نے نعرے لگانے شروع کر دیئے اور تینوں لڑکیاں بھی یہ دیکھ کر حیران تھیں کہ آخر ریحان میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی ادھر آگ اور پانی کے ٹکراؤ سے وہ ہڈیاں اپنا وجود بنانے لگیں اور وہ کالا محلول سرخ اور سفید محلول میں بدلنے لگا اسی طرح دیکھتے ہی دیکھتے ان سے ایک بھیانک وجود سامنے آیا جسے دیکھ کر سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے آدھا برف اور آدھا آگ سے بنا ہوا وہ وجود سب کے وجود میں اس نے خوف کی ایک سر دلہر دوڑا دی اس کی ہڈیاں برف کی ہو گئی تھیں اور اس کا گوشت آگ سے اس کے سر پر دو سینگ تھے جو ایک برف کا تھا اور ایک آگ کا وہ نہایت ہی بڑا اور لمبا تھا ریحان اس کے نیچے ایک چونٹی کی طرح دکھائی دے رہا تھا ان سب راکششوں نے ان کے سامنے سجدہ کیا مطلب یہ اس کا اپنا خدا سمجھتے تھے ریحان نے دل ہی دل میں کہا اور اپنے آپ کو ان سے مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار کر لیا ادھر بادشاہ نے اپنے سب جانوروں کو حکم دیا کہ حملہ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور ان پر نوٹ پڑو بادشاہ کے حکم کی دیر تھی کہ سبھی جانور میدان جنگ میں اتر چکے تھے اور ہر طرف ایک بھیانک اور دہشت ناک جنگ شروع ہو گئی تھی شام بھی ہونے والی تھی مگر ہر طرف آگ کے شعلے تھے جس سے ماحول میں اندھیروں کا نام و نشان نہ تھا ادھر یمرن نے بادشاہ سے کہا۔

بادشاہ سلامت آپ یہاں پر ہی رکیئے ہم بھی وہاں جا رہے ہیں شام کا وقت ہو گیا ہے اب ریحان ہمیں نہیں دیکھ پائے گا اور ویسے بھی اس کا دھیان صرف دوسری طاقت اس بلا کی طرف ہے بادشاہ سلامت جب مورزین کو ہوش آ جائے تو ان کو روکنے کے لیے کہنا اس کے بعد وہ تینوں بھی جانوروں کے ساتھ مل گئیں اور جنگ شروع کر دی ادھر ریحان اپنا ہر وار اس بڑے راکشش پر آزما رہا تھا مگر اس کا ہر وار ناکام ہو رہا تھا۔ اچانک اس بڑے راکشش نے ریحان پر آگ اور برف سے بنے ہوئے گولے کا وار کیا جس سے ریحان نے دوسری طرف چھلانگ تو لگا دی مگر وہ کافی زخمی بھی ہو چکا تھا اس پر اس راکشش کے منہ سے قہقہوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں ریحان نے اللہ کا نام لیا اور وہ سمجھ چکا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے وہ سیدھا برف کی ہڈی کو ایک کے بعد ایک کو پکڑتے ہوئے اس راکشش کی کمر پر اور پر کی طرف چڑھنے لگے برف سے اس کا ہاتھ ٹھنڈے ہو گئے تھے جیسے ہی اس راکشش نے اپنے جسم کو جھٹکا دیا جس سے ریحان زمین پر گر گیا اس کے بعد ریحان کے دماغ میں ایک سنہری ترکیب آئی اور وہ یہ تھی کہ وہ اپنی تلوار کی مدد سے اس بڑے راکشش کے سر پر چڑھنے لگا وہ اسکے برف کے ہڈی میں تلوار گھساتا اور ان کی مدد سے اوپر کی طرف چڑھتا راکشش نے بہت کوشش کی مگر ریحان کو گرا نہیں پایا ریحان کی تلوار اندھیرے میں چمکتے ہوئے پورے ماحول کو روشن کر رہی تھی جس سے سب نے

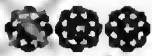
یحان کو اس بلا پر چڑتے ہوئے دیکھا آخر کار ریحان بڑی مشکل سے اس کے سر پر پہنچ گیا اور کہا اب
ں تمہیں بتاتا ہوں کہ درد کیا ہوتا ہے اور موت کیا ہوتی ہے ریحان اس کے بڑے سر پر برف کی سائیڈ پر کھڑا تھا
ایک زوردار وار اس کے ایک سینگ پر کیا جس سے اس کا سینگ کٹ کر دور جا گرا جس سے اس بلا کے منہ سے
ک بھیانک چیخ بلند ہوئی جو جنگ کے میدان کو چیرتی ہوئی چلی گئی سب نے اس بلا کی طرف دیکھا اب سب ہی
ب چھوڑ کر اس بلا کو ہی دیکھ رہے تھے اور سب کے ہونٹوں پر مسکان تھی اچانک ریحان نے جمپ لگا کر اس کی
سری آگ والے سینگ پر بھی ایک زوردار وار کیا جس سے اس کا دوسرا سینگ بھی کٹ کر دور جا گرا اور ریحان
وار کی مدد سے کود کا سنبھالتا ہوا نیچے زمین پر آ گیا ادھر وہ بلا خوفناک آواز میں زمین پر گر گئی اور اس سے پھر سے
روشنیاں نکل گئیں ایک ریحان کے جسم میں چلی گئی جبکہ دوسری سیدھا موورزین کے جسم میں چلی گئی اور وہ بلا
ی وادی مرگ کی دوسری طاقت پانی کی طرح بہہ کر ختم ہو گئی جن کے ختم ہوتے ہی اس کے سب راکشش بھی ختم
گئے سمرن حنا اور عالیہ تیزی سے وہاں سے نکل کر موورزین کے پاس چلی گئیں موورزین ابھی بھی بے ہوش تھی
ر نے ان سے کہا۔
میں ریحان کے پاس جاتا ہوں تم ہیں وہ یہاں آ جائے۔ اور تم موورزین کو لے کر پیچھے پیچھے چلے آؤ کیونکہ
سری ریاست کا دروازہ بھی وہی پر ہے شیر تیزی سے ریحان کے پاس پہنچ اور اس کو مبارک باد بھی دی اس کا
ر یہ بھی ادا کیا بھی ریاست والے جانور بہت ہی خوش تھے کہ اس کو آزادی مل چکی تھی اب وہ سب یہاں پر
رام کی ... ی بسر کر سکتے ہیں۔
ریحان تم چند دنوں کے لیے یہاں پر ٹھہر جاؤ شیر نے ریحان کو ٹھہرتے ہوئے کہا۔
ریحان نے کہا نہیں بادشاہ سلامت میں بہت خوش ہوں کہ آپ سب کی وجہ سے مجھے دوسری طاقت کو
نے کا موقع ملا ہے ورنہ میں تو اب بھی ان پہاڑوں پر ہوتا آپ سب نے میری مشکل آسان کر کے مجھ پر بڑا
سان کیا ہے۔
نہیں ریحان اس میں احسان کی کوئی بات نہیں ہے احسان تو ہم تمہارا نہیں بھول سکتے تمہاری وجہ سے
یں آزادی ملی ہے شیر نے دل ہی دل میں کہا ہم نے کچھ نہیں کیا ہے یہ سب آپ کی بہن اور آپ کی
ں دوستوں نے کیا ہے کاش میں آپ کو یہ سب بتا سکتا تو مجھے بہت خوشی ہوتی مگر میں مجبور ہوں ریحان نے
ب سے رخصت لی اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا جو اسی جگہ پہ ہی تھا جس جگہ اس نے وادی مرگ کی دوسری
قت کو ختم کر دیا تھا ریحان نے دروازے کے پاس جا کر کہا مجھے اندر جانے کا راستہ دو آگ اور برف کے اس
واز ے کے اندر سے آواز آئی ضرور ضرور مگر پہلے وادی مرگ کے قانون کے مطابق مجھے اس سوال کا جواب دو
ں پر ریحان بولا۔
کیا ہے آپ کا سوال۔
تو میرا یہ ہے کہ وہ کیا ہے جسے انسان دیکھ سکتا ہے مگر خدا نہیں دیکھ سکتا ہے۔ میرا سوال پھر سے سن لو کہ وہ کیا
ے جس کو انسان دیکھ سکتا ہے مگر خدا نہیں دیکھ سکتا جبکہ آپ سب کو پتہ بھی ہے کہ خدا ہر چیز دیکھ سکتا ہے۔ تو بی ہی
یا۔ بوجھو تو جانیں۔
تو اس سوال کا جواب کیا ہے آپ قارئین بھی مہینہ پورا ہونے سے پہلے ہی دے سکتے ہیں اس کے بعد
یا ہوا ریحان نے سوال کا جواب درست دیا یا۔ یہ سب جاننے کے لیے ڈائجسٹ کا اگلا شمارہ ضرور پڑھیں۔

خوفناک قبر

---تحریر: فروا اختر خان۔ملتان---

رات کی گہری تاریکی میں وہ قبرستان میں داخل ہوتے ہر طرف خوفناک سناٹا تھا اتنے میں اندھیرے میں اس قبر کو تلاش کرنا بڑا مسئلہ تھا اس قبر کی خاص نشانی یہ تھی کہ اس کے گرد سیاہ دائرہ بنا ہوا تھا کامران نے ٹارچ روشن کی اور قبر تلاش کرنے لگا کافی کوشش کے باوجود انہیں وہ قبر نہ ملی وہ تھک ہار کر بیٹھ گئے پتہ نہیں وہ قبر کہاں ہے بابا جی نے تو اسی قبرستان کا بتایا تھا کامران پریشانی سے بولا کامران وہ دیکھیں وہ کیا ہے فضا نے ایک طرف اشارہ کیا چلو چل کر دیکھتے ہیں کامران اور فضا اٹھ کر اس طرف بڑھے وہ ایک قبر تھی بہت زیادہ پرانی لگ رہی تھی کامران نے ٹارچ کی روشنی میں غور سے اس قبر کے ارد گرد دیکھا فضا یہ دیکھو یہ وہی قبر ہے جس کی ہمیں تلاش تھی اس کے گرد سیاہ دائرہ بنا ہوا تھا کامران بولا ہاں کامران یہ وہی قبر ہے چلو اب جلدی سے ہمیں اپنا عمل شروع کرنا چاہیے فضا جلدی سے بولی دونوں قبر کے ایک طرف بیٹھ گئے اور عمل شروع کر دیا شروع شروع میں تو کچھ نہ ہوا پھر اچانک ایک زبردست طوفان آ گیا طوفان کی شدت اس قدر زوردار تھی کہ ان کا بیٹھنا دوبھر ہو گیا بہت مشکل سے وہ خود پر قابو کر کے بیٹھے تھے بہت دیر بعد آہستہ آہستہ طوفان رکنا شروع ہوا اور پھر بالکل ختم ہو گیا عمل کے ختم ہوتے ہی دونوں نے بیک وقت قبر پر پھونک ماری تقریباً دس سیکنڈ کے بعد زبردست گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ قبر کھلنے لگی فضا نے خوفزدہ ہو کر کامران کا بازو پکڑ لیا کامران نے اسے تسلی دی اور اسے قبر سے چلنے کا کہا۔دونوں ڈرتے ڈرتے قبر میں اتر گئے ۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

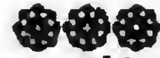
کامران پارک میں اپنے دوستوں کے ساتھ گپیوں میں معروف تھا باتیں کرتے کرتے اچانک اس کا دل زور سے دھڑکا اور نبض تیز ہو گئی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں آج پھر کچھ ہونے والا ہے کامران ہولے سے بڑبڑایا مگر کیا اور کس کیساتھ یہ جاننے کے لیے اس نے آنکھیں بند کیں اور دل میں ہونے والے واقعہ کا تصور کرنے لگا آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں کے پردے کے پیچھے ایک منظر روشن ہوا یہ منظر شہر کی بڑی مارکیٹ کا تھا جہاں بہت سے لوگ تھے لیکن ان میں سے کسی کا چہرہ واضح نہ تھا پھر اچانک اس ہجوم میں سے ایک چہرہ نمودار ہوا بہت واضح اور خوبصورت یہ چہرہ کسی لڑکی کا تھا کامران نے اس چہرے کو دماغ میں محفوظ کیا اور آنکھیں کھول دیں اس کے دوست اس کے گرد پریشان بیٹھے تھے کامران نے انہیں تسلی دی اور سر درد کا بہانہ بنا کر ٹال دیا اب اس کی حالت نارمل ہو چکی تھی وہ جلدی سے اٹھا اور دوستوں سے اجازت لے کر گاڑی کی طرف بھاگا گاڑی میں بیٹھ کر اس نے گاڑی کو مارکیٹ کے راستے پر ڈال دیا۔



اف آج تو بہت گرمی ہے اور اوپر سے اس شاپنگ نے تھکا دیا ہے فضا بڑبڑاتے ہوئے چلی جا رہی تھی اس کے دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگز تھے سامان زیادہ ہونے کی وجہ سے چلنا دوبھر ہو رہا تھا بہت مشکل سے وہ روڈ تک پہنچی دائیں بائیں دیکھا نزدیک کہیں کوئی گاڑی نہ تھی وہ مطمئن ہو کر سڑک کراس کرنے لگی

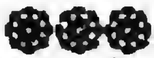


ابھی وہ سڑک کے درمیان میں پہنچی تھی کہ اس کے ہاتھ سے شاپنگ بیگ چھوٹ کر نیچے گر گیا وہ اسے اٹھانے کے لیے نیچے جھکی ٹھیک اسی وقت سڑک پر ایک ٹرک نمودار ہوا وہ تیزی سے فضا کی طرف آ رہا تھا فضا کو اپنی موت بہت قریب نظر آنے لگی اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اٹھ کر بھاگتی اس نے خوفزدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں اور دل میں آخری بار اللہ کو یاد کرنے لگی اچانک کسی نے اسے دھکا دیا اور وہ سڑک کے دوسری طرف جا کر گری۔



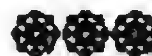
کامران پارکیٹ پہنچ کر ادھر ادھر نگاہیں گھمائیں لیکن اسے وہ چہرہ کہیں نظر نہ آیا وہ تیزی سے آگے بڑھا کافی دیر ڈھونڈنے کے بعد بھی اسے وہ چہرہ کہیں نظر نہ آیا وہ مایوس ہو کر پلٹا۔ اور فٹ پاتھ پر چلنے لگا وہ دل میں سوچ رہا تھا کہ شاید وہ اسے نہیں بچا پایا کاش میں اسے بچا سکتا کامران نے بے بسی سے آسمان کی طرف دیکھا پھر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا راستے میں آئے پتھر کو اس نے زور سے ٹھوکر ماری پتھر کافی دور لڑھک گیا کامران کی نظروں نے پتھر کا تعاقب کیا پتھر کے پاس سے کوئی گزر رہا تھا وہی چہرہ وہ روڈ کراس کر رہی تھی کامران جلدی سے اس کی طرف بڑھا سڑک کراس کرتے وقت اس کا شاپنگ بیگ گرا کامران رکا وہ بیگ اٹھانے کے لیے جھکی پھر ایک بہت بڑے ٹرک کو اس کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر کامران کو ہوش آ گیا وہ پوری قوت سے دوڑا اس کے قریب پہنچ کر کامران نے اسے سڑک ایک طرف دھکا دیا اور خود تیزی سے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ فضا کپڑے جھاڑتی ہوئی اٹھا اور اس فرشتہ صفت انسان کی طرف بڑھی جس نے اس کی جان بچائی تھی تھینک یو سوچ آپ نے میری جان بچا کر مجھ پر جو احسان کیا ہے وہ شاید میں کبھی نہ چکا سکوں فضا نے اس کے قریب پہنچ کر کہا ارے نہیں اس میں احسان کی کیا بات ہے یہ تو میرا فرض تھا وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

ویسے مجھے سمجھ نہیں آئی جب میں سڑک کراس کرنے لگی تھی تو ارد گرد نزدیک کہیں کوئی بھی گاڑی نہیں تھی پھر یہ اچانک ٹرک پتہ نہیں کہاں سے آ گیا فضا حیران ہوتے ہوئے بولی شاید آپ نے دھیان سے نہ دیکھا ہو خیر یہ شکر کریں کہ آپ کی جان بچ گئی وہ بولا۔ میرا نام فضا ہے ادھر میں یہیں ایک ہاسٹل میں رہتی ہوں اور آپ فضا نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا میرا نام کامران ہے میں ایک بھی ایک ہوسٹل میں رہتا ہوں کامران نے مسکراتے ہوئے کہا اچھا اب میں چلتا ہوں آپ اپنا خیال رکھئے گا اور سڑک کراس کرنے سے پہلے ادھر ادھر اچھی طرح سے دیکھ ضرور لیجئے گا وہ خدا حافظ کہتا ہوا چلا گیا فضا بھی مسکراتے ہوئے ہوسٹل کی طرف چل دی۔

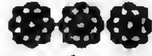


کامران اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا جب وہ اٹھ سال کا تھا تب اس کی ماں انتقال کر گئی تھیں پھر اس کے باپ نے دوسری شادی کر لی کامران تو شروع سے ہی پڑھائی کی وجہ سے ہاسٹل میں رہتا تھا اور جب اس نے اپنے باپ کی دوسری شادی کی خبر سنی تو اس نے ان سے ہر رشتہ توڑ لیا شروع شروع میں اس کا باپ اسے منانے آیا اس کی سوتیلی ماں بھی ساتھ تھی ان دونوں نے بہت منتیں کیں لیکن وہ نہ مانا آخر کار اس کے باپ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا کامران جیسے جیسے بڑا ہوتا جا رہا تھا اس پر اس کے اندر چھپی بہت سی حقیقتیں آشکارہ ہوتی جا رہی تھی اسے آنے والے وقت کا پتہ چل جاتا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے پہلے تو اسے یہ سب بہت عجیب لگتا کچھ سمجھ نہیں آتی تھی کہ کیا ہو رہا ہے پھر ایک دن اس کی ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی انہوں نے اسے بتایا کہ تمہارے اندر ایک بڑی طاقت ہے تمہیں آنے والے وقت کے بارے میں پہلے سے معلوم ہو جاتا ہے اگر تمہیں ایسی طاقت اللہ تعالیٰ نے دی ہے تو بیٹا اسے انسانیت کی مدد کے لیے استعمال کرو لیکن بابا جی میں کیا کروں کامران الجھتے ہوئے بولا۔

دیکھو جب تمہاری اچانک دل کی دھڑکنیں تیز ہو جائیں اور نبض رکنے لگے تم سمجھ جایا کرو کہ کچھ ہونے والا ہے پھر تم جب اپنی آنکھیں بند کر کے اس بات کا تصور کرو گے کہ کیا ہونے والا ہے تو تمہیں وہ منظر نظر آئے گا جو کچھ بھی جس کے ساتھ ہونے والا ہو گا پھر اس سے پہلے کہ وہ حادثہ ہو جائے اسے تمہیں بچانا ہو گا جو کسی بھی حادثے کا شکار ہونے والا ہو گا بابا جی نے سمجھاتے ہوئے کہا اس کے بعد کامران نے ایسا ہی کیا جیسا بابا نے بتایا وہ کئی بے گناہ جانیں اور ہونے والے نقصانات سے کئی لوگوں کو بچا چکا تھا لیکن بابا کے کہنے پر اس نے اپنی یہ خوبی کسی پر بھی ظاہر نہیں ہونے دی تھی سوائے ایسے شخص کے جس کے پاس پہلے سے طاقتیں ہوں۔

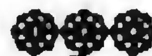


رات گہری ہو رہی تھی فضا اپنے کمرے میں بیٹھی مطالعہ کرنے میں مصروف تھی کہ اچانک لائٹ چلی گئی اس نے موم بتی جلانی چاہی لیکن نجانے کیوں وہ جل ہی نہیں رہی تھی ایکدم سے اسے محسوس ہوا جیسے کمرہ ہل رہا ہو پھر کمرے میں جیسے طوفان آ گیا تمام چیزیں نیچے گر کر ٹوٹنے لگیں فضا زور زور سے چیخنے لگی وہ مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن حیرت انگیز طور پر باہر کسی کو اس کی آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں سب اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے کافی دیر تک کمرے میں طوفان برپا رہا پھر آہستہ آہستہ تھمنا شروع ہو گیا فضا کا چیخ چیخ کر برا حال ہو چکا تھا ڈر کے مارے اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی وہ کمرے کے کونے میں بیٹھی رو رہی تھی پھر نجانے کس پہر روتے روتے اسے نیند آ گئی وہ وہیں سو گئی صبح جب اس کی آنکھ کھلی و اس نے کمرے کا جائزہ لیا ہر چیز اپنی جگہ پر ترتیب سے پڑی تھی وہ اٹھی اور کالج کی تیاری کرنے لگی فضا کے ماں باپ بچپن سے فوت ہو گئے تھے کوئی رشتہ دار تھا سو وہ ہوسٹل میں رہنے لگی۔ ایسے خوفناک واقعات بچپن سے اس کے ساتھ ہو رہے تھے لیکن ابھی تک اسے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا پھر بھی وہ یہ سوچنے پر مجبور تھی کہ اس کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے وہ اپنی دوستوں کو اس بارے میں بتاتی تو وہ یقین نہیں کرتی تھیں سو اب اس نے بتانا ہی چھوڑ دیا۔



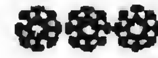
کامران لانگ ڈرائیو کی غرض سے گھر سے نکلا تھا گاڑی آہستہ سپیڈ سے چل رہی تھی تبھی اس نے فضا کو سڑک کے کنارے کھڑے دیکھا تو گاڑی اس کے قریب جا کر روک دی السلام علیکم فضا نے اسے دیکھتے ہی سلام کیا وعلیکم سلام آپ یہاں کیا کر رہی ہیں کامران نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا وہ میں گاڑی کا انتظار کر رہی تھی فضا بولی آیئے میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں کامران نے آفر کی ۔۔لیکن۔۔ وہ فضا ابھی اتنا ہی بولی تھی کہ کامران نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا لیکن ویکن کچھ نہیں آیئے میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں گاڑی نجانے کس وقت آئے یا پھر سے گاڑی کے نیچے آنے کا ارادہ ہے فضا نے زیادہ بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی لگتا ہے قدرت ہمیں کسی خاص مقصد کے لیے بار بار ملا رہی ہے کامران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسے فضا پہلی ہی نظر میں اچھی لگی تھی فضا کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ ہاں شاید۔ فضا دھیرے سے مسکرا دی تھوڑی دیر بعد فضا کو اس کے ہاسٹل ڈراپ کرنے کے بعد وہ اس سے اس کا موبائل نمبر لے چکا تھا وہ دونوں تیزی سے ایک دوسرے کے قریب ہوتے چلے گئے اور اب تو دونوں کا یہ حال تھا کہ وہ دونوں کے بغیر جینا محال تھا۔



گرمی اپنے جوبن پر تھی فضا کالج سے آتے ہی نہانے گھس جاتی حسب معمول آج بھی وہ کالج سے آتے ہی سیدھا واش روم کی طرف بڑھی اندر جا کر اس نے دروازہ بند کیا اور پہلی نظر سیدھی شیشے پر پڑی تو خوف سے اس کی چیخ نکل گئی شیشے پر تازہ خون کے بہت

سے کھینچتے تھے وہ جلدی سے باہر جانے کے لیے آگے بڑھی لیکن ایک انجانی طاقت نے اسے جکڑ لیا قدم زمین کے ساتھ جڑ گئے اور ہاتھ خود بخود اوپر اٹھے اور پیچھے لگی کھونٹی کے ساتھ چپک گئے فضا بری طرح چیخ رہی تھی اور اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی آخر تھک کر خاموش ہوگئی اور دل ہی دل میں اپنی قسمت پر آنسو بہانے لگی کتنی ہی دیر اس کی یہی حالت رہی پھر آہستہ آہستہ نارمل ہونے لگی اس نے جلدی سے دروازہ کھولا اور باہر بھاگی وہ بہت خوفزدہ تھی باہر جس نے بھی اسے بھاگتے ہوئے دیکھا روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے پرواہ نہ کی کیونکہ اس کی باتوں پر تو کسی نے یقین نہیں کرنا تھا پھر بھینس کے آگے بین بجانے کا فائدہ۔ اسے کچھ ہوش نہ تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے فی الحال وہ وہاں سے دور جانا چاہ رہی تھی اسے اپنی زندگی کا کوئی مقصد نظر نہیں آرہا تھا وہ خود کو ختم کرنا چاہتی تھی بھاگتے بھاگتے وہ اچانک رک مڑ کر دیکھا تو وہ چاقو تھا جس کی چمک اس کے چہرے پر پڑی تو ایک خیال تیزی سے اس کے ذہن میں آیا اور اس نے بھاگ کر چاقو اٹھا لیا اور زور سے اپنے سینے میں دے مارا ایک دو تین کتنے لمحے گزر گئے لیکن نہ تو کوئی درد محسوس ہوا اور نہ ہوں خون نکلا اسے محسوس ہوا کہ چاقو کسی کی جگہ پر ہے فوراً سے پہلے اس نے آنکھیں کھولیں تو حیران رہ گئی۔



کامران اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا کتاب پڑھ رہا تھا اچانک اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا نبض تیزی سے چلنے لگی سانسیں بے ترتیب ہوگئیں اس نے آنکھیں بند کیں اور دل میں ہونے والے واقعہ کا تصور کیا تھوڑی دیر بعد اس کے سامنے ایک منظر تھا ان میں سب سے واضح چہرہ فضا کا تھا کامران نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں فضا کی جان کو خطرہ ہے کامران بڑبڑایا اور تیزی سے بھاگا کچھ ہی دیر بعد وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں اس نے فضا کو دیکھا تھا لیکن وہاں کوئی نہ تھا کچھ دیر انتظار کے بعد وہ واپس پلٹا اچانک اسے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی وہ تیزی سے مڑا وہ فضا تھی جو اندھادھند بھاگتی جارہی تھی پھر اچانک رکی پلٹی اور سڑک سے اچھا اٹھایا چاقو فوراً سے پہلے کامران کے دماغ نے کام کیا اور وہ فضا کی طرف دوڑا اس سے پہلے کی فضا چاقو اپنے سینے میں اتارتی کامران نے الٹی سائیڈ سے چاقو کی تیز دھار نوک پر ہاتھ رکھ دیا۔

کامران آپ فضا آنکھیں کھولتے ہوئے حیرانگی سے بولی پھر اس کی نظر کامران کے ہاتھ پر پڑی جہاں تیز دھار چاقو نے اپنا کام دکھایا تھا اور کامران کا ہاتھ خون سے تر ہوگیا فضا نے جلدی سے چاقو نیچے پھینک دیا اور جلدی سے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر اس کے پر باندھ دیا یہ کیا کیا آپ نے دیکھیں کتنا خون نکل رہا ہے کیا ضرورت تھی آپ کو ایسا کرنے کی فضا نے پریشانی سے روتے ہوئے کہا ارے آپ روئیں نہیں دیکھیں لوگ دیکھ رہے ہیں اچھا چلیں آئیں اس طرف بیٹھ کر بات کرتے ہیں کامران اسے قریبی پارک میں لے آیا۔

اب بتائیں کیوں مارنا چاہتی تھی آپ اپنے آپ کو کامران بینچ پر بیٹھتے ہوئے بولا فضا نے روتے ہوئے اسے ساری بات بتادی آخر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے وہ کون ہے میرے پیچھے کیوں پڑی ہے میں نہیں جانتی اس نے میرا جینا مشکل کردیا ہے میں اپنی دوستوں کو بتاتی ہوں تو وہ میرا مذاق اڑاتی ہیں میں تنگ آگئی تھی اسی زندگی سے فضا روتے ہوئے بولی جارہی تھی دیکھو فضا موت ہر مسئلے کا حل نہیں ہوتی ہے ہم دونوں مل کر اس مسئلے کا حل نکال لیں گے میرے ایک جاننے والے بزرگ ہیں وہ بہت ہی پہنچے ہوئے ہیں چلو ابھی ان کے پاس چلتے ہیں کامران سمجھاتے ہوئے بولا۔ٹھیک ہے پھر مجھے ان کے پاس لے چلو فضا کھڑے ہوتے ہوئے بولی ہاں چلو دونوں باباجی کے پاس چل دیئے۔

باباجی پلیز میری مدد کریں ورنہ وہ مجھے مار دے

کی فضا روتے ہوئے بولی اس نے بابا جی کو ساری بات بتادی تھی بابا جی کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے بیٹا مجھے آج کچھ عمل کرنا ہوگا پھر ہی میں ساری بات جان سکوں گا تم لوگ کل میرے پاس آنا پھر میں تمہیں ساری حقیقت بتاؤں گا ٹھیک ہے بابا جی جیسے آپ کی مرضی فضا اور کامران اٹھ کر چلے گئے اگلے دن وہ پھر بابا جی کے پاس موجود تھے بیٹا میرا شک ٹھیک نکلا ہے کل میں نے جب تمہیں دیکھا تھا تو مجھے ایسا لگا تھا کہ جیسے تم میں کوئی غیر معمولی طاقت ہے اور رات جب میں نے عمل کیا تو میرا شک ٹھیک نکلا تم میں واقعی طاقتیں چھپی ہوئی ہیں جن کے بارے میں تمہیں شاید معلوم نہیں ہے تمہیں کوئی طلسمی طاقت نہیں مار سکتی ہے سوائے کسی حادثے کے آج سے تقریباً بیس سال پہلے یہاں ایک چڑیل نے خون کی ہولی کھیلی تھی وہ ساری دنیا کی طاقتیں حاصل کرنا چاہتی تھی بہت مشکل سے جب اس نے اپنے شیطان آقا کی تمام شرائط پوری کر دیں تو شیطان اسے طاقتیں دینے پر راضی ہو گیا اتنا کہہ کر بابا جی نے ایک گہری سانس لی اور پھر بولے

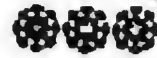
پھر جس دن اسے وہ طاقتیں ملنی تھیں اس دن تم پیدا ہوئی تمہارے اندر قدرتی طور پر طاقتیں تھیں تمہارے بارے میں شیطان کو جب پتہ چلا تو اس نے چڑیل سے کہا کہ جب تک وہ تمہارے اندر موجود طاقتیں حاصل نہیں کرے گی تب تک اسے کوئی طاقت نہیں ملے گی اور وہ خود سے تمہیں مار کر طاقتیں حاصل نہیں کر سکتی تھی کیونکہ تمہاری طاقت حاصل کرنے کے لیے یہ بہت شرط تھی کہ جو تمہاری طاقت حاصل کرنا چاہتا تھا وہ کسی حادثے سے مرتیں تو اس چڑیل کو ایک عمل کرنا پڑتا اس کے بعد تمہاری طاقتیں اسے مل جاتیں پھر اس چڑیل نے کئی دفعہ ایسے حالات پیدا کئے کہ تم حادثاتی موت مرتیں لیکن خدا کی قدرت کہ تم ہر دفعہ بچ جاتیں یہ سب شیطان نے اس لیے چڑیل سے کہا تھا کہ کیونکہ اس نے تمہارے ہاتھ میں اس چڑیل کی موت کی لکیر دیکھ لی تھی وہ چاہتا تھا کہ تمہاری طاقتیں اس چڑیل کو مل جائیں پھر وہ آسانی سے تمہیں مار دیں گے اور ایک بات اور اس چڑیل کے پاس صرف تیس سال کا وقت تھا کہ وہ اس عرصہ میں تمہیں ختم کر دے ورنہ بیس سال کے بعد تم اس کی موت بن جاؤ لیکن وہ اس عرصہ میں ایسا نہ کر سکی اور اب بیس سال پورے ہونے کے بعد وہ وقت آگیا ہے کہ تم اسے ختم کر سکو بابا یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

لیکن بابا جی ہم اسے کیسے ختم کریں گے جبکہ ہمیں معلوم بھی نہیں کہ وہ کہاں رہتی ہے کامران نے پوچھا دیکھو بیٹا تم دونوں میں طاقتیں چھپی ہیں اور ان کا استعمال تب ممکن ہے جب تم دونوں ایک ہو جاؤ بابا جی نے کہا کیا مطلب بابا جی کامران نے نا سمجھتے ہوئے کہا بیٹا تم دونوں شادی کر لو اس طرح سے تم ایک ہو جاؤ گے اور اپنی طاقتوں کو استعمال میں لا سکو گے کیا تمہیں منظور ہے بابا جی نے پوچھا کامران اور فضا کے لیے اس سے بڑی کیا بات ہو سکتی تھی کہ وہ دونوں ایک ہو جائیں سو انہوں نے جھٹ سے ہاں کر دی اس طرح بابا جی کی موجودگی میں ان کا نکاح ہو گیا لو بیٹا اب میں تمہیں تمہاری طاقتوں کا استعمال اور اس چڑیل کی موت کا راز بتاتا ہوں اس کے بعد بابا جی انہیں سمجھانے لگے۔



جو کچھ بابا جی نے انہیں بتایا وہ بہت خوفناک تھا اس عمل میں انہیں ہر قدم احتیاط سے اٹھانا تھا ورنہ اس کا انجام بہت ہی برا ہوتا اس چڑیل کو ختم کرنے کے لیے انہیں خوفناک قبر میں اترنا تھا قبر کے نیچے ایک عجیب و غریب دنیا تھا جہاں چڑیل کا طلسم پھیلا تھا کسی نہ کسی طرح انہیں یہ طلسم توڑنا تھا طلسم کے ٹوٹتے ہی وہ لوگ خود بخود سیاہ محل میں پہنچ جاتے جہاں انہوں نے چڑیل کی زندگی کا دیا گل کرنا تھا جیسے ہی وہ دیا بجھتا انہیں فوراً وہاں سے قبر والے راستے کے ذریعے باہر آنا تھا کیونکہ چڑیل کے مرتے ہی قبر بند ہو جاتی اور اگر ذرا بھی دیر ہو جاتی تو وہ طاقتیں ہونے کے باوجود اس قبر سے کبھی

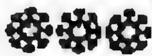
باہر نہ آ سکتے تھے قبر کے بند ہوتے ہی وہاں زمین ایسے برابر ہو جاتی جیسے پہلے وہاں کبھی کوئی قبر ہی نہ پھر ان کا نام ونشان تک مٹ جاتا۔



رات کی گہری تاریک میں وہ قبرستان میں داخل ہوتے ہر طرف خوفناک سناٹا تھا اتنے میں اندھیرے میں اس قبر کو تلاش کرنا بڑا مسئلہ تھا اس قبر کی خاص نشانی یہ تھی کہ اس کے گرد سیاہ دائرہ بنا ہوا تھا کامران نے ٹارچ روشن کی اور قبر تلاش کرنے لگا کافی کوشش کے باوجود انہیں وہ قبر نہ ملی وہ تھک ہار کر بیٹھ گئے پتہ نہیں وہ قبر کہاں ہے بابا جی نے تو اسی قبرستان کا بتایا تھا کامران پریشانی سے بولا کامران وہ دیکھیں وہ کیا ہے فضا نے ایک طرف اشارہ کیا چلو چل کر دیکھتے ہیں کامران اور فضا اٹھ کر اس طرف بڑھے وہ ایک قبر تھی بہت زیادہ پرانی لگ رہی تھی کامران نے ٹارچ کی روشنی میں غور سے اس قبر کے اردگرد دیکھا فضا یہ دیکھو یہ وہی قبر ہے جس کی ہمیں تلاش تھی اس کے گرد سیاہ دائرہ بنا ہوا تھا کامران بولا ہاں کامران یہ وہی قبر ہے چلو اب جلدی سے ہمیں اپنا عمل شروع کرنا چاہیے فضا جلدی سے بولی

دونوں قبر کے ایک طرف بیٹھ گئے اور عمل شروع کر دیا شروع شروع میں تو کچھ نہ ہوا لیکن اچانک ایک زبردست طوفان آ گیا طوفان کی شدت اتنی زیادہ زوردار تھی کہ ان کا بیٹھنا دوبھر ہو گیا بہت مشکل سے وہ خود پہ قابو کر کے بیٹھے تھے بہت دیر بعد آہستہ آہستہ طوفان رکنا شروع ہوا اور پھر بالکل ختم ہو گیا عمل کے ختم ہوتے ہی دونوں نے بیک وقت قبر پر پھونک ماری تقریباً دس سیکنڈ کے بعد زبردست گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ قبر کھلنے لگی فضا نے خوفزدہ ہو کر کامران کا بازو پکڑ لیا کامران نے اسے تسلی دی اور اسے قبر سے چلنے کا کہا۔ دونوں ڈرتے ڈرتے قبر میں اتر گئے یہ ایک سرنگ نما راستہ تھا جس میں سے بمشکل ایک بندہ گزر سکتا تھا دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے جا رہے تھے کافی مسافت کے بعد سرنگ ختم ہوئی لیکن وہ کسی عجیب ہی دنیا میں آ گئے یہاں دور دور تک صحرا ہی صحرا تھا کامران یہاں تو ہر طرف صحرا ہی صحرا ہے فضا گھبرائے ہوئے انداز میں بولی تسلی رکھو فضا انشاء اللہ ہم اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے چلو آگے چلتے ہیں شاید کوئی سراغ مل ہی جائے اس صحرا سے نکلنے کا کامران سمجھاتے ہوئے بولا وہ دونوں چلتے جا رہے تھے لیکن صحرا ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا فضا بہت تھک چکی تھی چلتے چلتے وہ گر پڑی۔

بس کامران مجھ سے اور نہیں چلا جا رہا ہے فضا کراہتے ہوئے بولا ہمت کرو فضا اگر اس طرح ہمت ہار گئیں تو ہم اپنی منزل تک کیسے پہنچیں گے کامران بولا اچانک ایک طرف سے مٹی ایک ایک بہت بڑا ریلا ان کی طرف بڑھتا آیا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے طوفان نے اپنے زور پر انہیں اٹھایا اور اڑا کر لے جانے لگا کافی دیر وہ طوفان کے زیر اثر اڑتے رہے پھر ایک جگہ طوفان نے انہیں پھینک دیا نیچے گرنے کی وجہ سے وہ درد کی شدت سے بے ہوش ہو گئے۔



یہ۔ یہ ہم کہاں آ گئے فضا فضا کہاں ہو تم مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے کامران نے چلاتے ہوئے کہا اس نے فضا کو بلند آواز میں کہا اس سے کچھ فاصلے پر پڑی فضا کو اچانک ہوش آ گیا کامران میں یہاں ہوں فضا بولی فضا ہم کہاں ہیں کامران اس طرف منہ کرتے ہوئے بولا جہاں سے فضا کی آواز آئی تھی فضا کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی اس طوفان نے ہمیں اندھے کنوئیں میں پھینک دیا ہے اب کیا ہوگا فضا مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے کامران بولا ایک منٹ کامران میں اپنی طاقت کے ذریعے روشنی کرتی ہوں فضا بولی کچھ دیر خاموشی رہی صرف فضا کے ہونٹ ہل رہے تھے تھوڑی دیر بعد کنواں روشنی سے نہا گیا کامران چلو ہم اس راستے پر چلتے ہیں دیکھتے ہیں کہ یہ کہاں جا کر نکلتا ہے فضا غار میں بنے ہوئے سرنگ نما راستے کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے بولی درنوں اس راستے پر چل پڑے اچانک کامران بولا فضا مجھے لگ رہا ہے ہمارے ساتھ کچھ ہونے والا ہے کامران بابا جی نے کہا تھا یہاں قدم قدم پر موت ہے ہمیں حوصلے ہمت او ہوش سے کام لینا ہوگا۔

فضا چلتے ہوئے بولی وہ دونوں تیز تیز چلتے جا رہے تھے کہ اچانک انہیں ٹھٹک کر رک جانا پڑا سامنے ایک خوفناک اژدھا موجود تھا اژدھا تیزی سے کامران کی طرف بڑھا اور اس کے جسم کے گرد لپٹ گیا فضا کچھ کرو میرا دم گھٹ رہا ہے یہ مجھے مار دے گا کامران بمشکل بولا اژدھا مکمل طور پر اسے جکڑ چکا تھا اس سے پہلے کہ وہ کامران کو نقصان پہنچاتا فضا نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر اس کی طرف پھونکا اگلے ہی لمحے وہ غائب ہو گیا کامران گھبرے گھبرے سانس لینے لگا کامران تم ٹھیک تو ہو ناں فضا بے تابی سے بولی ہاں میں ٹھیک ہوں چلو جلدی آگے چلتے ہیں کہیں پھر کوئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے ابھی وہ دو چار قدم ہی چلے تھے کہ سامنے کا منظر دیکھ کر ان کے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے بچھوؤں کی بہت بڑی فوج ان کی طرف بڑھ رہی تھی ان سب سے آگے ایک بہت ہی بڑا بچھو تھا جو ان کا سردار تھا یہ خوفناک منظر دیکھ کر انہیں اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی کچھ دیر کے لیے وہ سب کچھ بھول گئے۔

فضا خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹی اور اس کا پیچھے ہٹنا ہی اس کے لیے بڑی غلطی ثابت ہوا سینکڑوں کی تعداد میں بچھو اڑ کر فضا کے جسم سے چمٹ گئے فضا کی دردناک چیخیں بلند ہوئیں کامران اچانک ہوش میں آیا اس نے جلدی سے کچھ پڑھا اور نظریں اس بڑے بچھو پر جمادیں جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا کچھ لمحوں بعد اس بچھو کے جسم میں آگ لگ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ جل کر راکھ ہو گیا اس کے جلتے ہی تمام بچھو غائب ہو گئے کامران تیزی سے فضا کی طرف بڑھا جو زخموں کی شدت سے بے ہوش ہو گئی تھی فضا فضا کامران اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا کافی دیر بعد فضا کو بالآخر ہوش آ گیا کامران فضا نے کراہتے ہوئے کہا فضا تم فکر مت کرو یہ معمولی سے زخم ہیں ابھی ٹھیک ہو جائیں گے بس تم وہ بابا جی کا بتایا ہوا ورد پڑھ کر خود پر پھونک لو کامران بولا فضا آہستہ آہستہ وہ ورد پڑھنے لگی پھر اس نے اپنے اوپر پھونک ماری کچھ دیر بعد وہ آہستہ سے اٹھی اور پھر خوشی سے بولی کامران مجھے اب بالکل بھی درد محسوس نہیں ہو رہا ہے ایسا بالکل نہیں لگ رہا ہے کہ ابھی مجھے بچھوؤں نے کاٹا ہے ہاں فضا یہ بابا جی کے ورد کا کمال ہے چلو اب جلدی سے اٹھو ہمیں آگے بھی جانا ہے کامران اٹھتے ہوئے بولا دونوں پھر سے آگے چل پڑے۔

اس دفعہ وہ کافی احتیاط سے چل رہے تھے سرنگ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی بہت دیر بعد آخر کار وہ سرنگ کے آخری سرے پر پہنچے تو دیکھا کہ آگے ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ اور پتھر ہی پتھر ہیں یہ ہم کہاں آ گئے ہیں کامران یہاں سے نکلنے کا تو کوئی بھی راستہ نہیں ہے فضا گھبرا کر بولی لگتا ہے یہ اس چڑیل کا کوئی طلسم ہے جس میں ہم پھنس گئے ہیں کامران بھی پریشان ہو گیا ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ انہیں ٹک ٹک کی آوازیں سنائی دیں انہوں نے آواز کی سمت دیکھا تو خوف کے مارے ان کے حلق خشک ہو گئے کیونکہ سینکڑوں کی تعداد میں ڈھانچے ان کی طرف آ رہے تھے۔

وہ گھبرا کر دوسری طرف بھاگے کامران نے فضا کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا بھاگتے بھاگتے ایک پتھر سے کامران کا پاؤں الجھا اور وہ اوندھے منہ گرا فضا بھی اس کے ساتھ ہی گری اس سے پہلے کہ وہ لوگ اٹھتے ڈھانچے ان کے سروں پر پہنچ چکے تھے فضا نے گھبرا کر پاس پڑا ہوا پتھر اٹھایا اور ڈھانچوں کی طرف پھینک دیا اور ایک دھماکہ ہوا اور ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیل گیا۔



جیسے ہی دونوں کو ہوش آیا انہوں نے اپنے آپ

کو سیاہ محل میں موجود پایا کامران ہم سیاہ محل میں پہنچ گئے ہیں دیکھ فضا خوشی سے چیخی لیکن فضا وہ ڈھانچے کہاں گئے ہم یہاں کیسے پہنچ گئے کامران نے حیرانگی سے پوچھا ارے بھول گئے بابا جی نے کہا تھا کہ سیاہ محل پہنچنے کے کچھ شرائط ہیں اور وہ ہیں ان طلسموں کو توڑنا جن سے ہم گزر کر آئے ہیں انہوں نے کہا تھا کہ اگر ہم ان طلسموں کو توڑنے میں کامیاب ہو گئے تو خود بخود سیاہ محل میں پہنچ جائیں گے جو وہ ڈھانچے تھے وہ بھی اسی چڑیل کا طلسم تھا جو پتھر میں نے اٹھا کر انجانے میں ان ڈھانچوں کو مارا وہ حقیقت میں اس طلسم کا توڑ تھا طلسم ٹوٹتے ہی ہم لوگ سیاہ محل میں پہنچ گئے فضا تفصیل سے بتاتے ہوئے بولی ہاں یاد آیا اس کا مطلب ہے ہم کامیاب ہو گئے ہماری منزل اب قریب ہے اب ہم اس چڑیل کو جلدی ہی ختم کر دیں گے کامران بولا ہاں اب آجاؤ چلو ہمیں جلدی سے اس چڑیل کی زندگی کا دیا بھی ڈھونڈنا ہے جو کہ ایک مشکل مرحلہ ہے فضا جلدی سے بولی۔

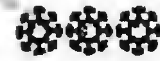
پھر دونوں دیا تلاش کرنے لگے انہوں نے سارا محل چھان مارا لیکن دیا کہیں نہ ملا آخر وہ دیا گیا کہاں بابا جی نے تو ہمیں بتایا تھا کہ وہ دیا اسی محل میں ہی کہیں رکھا ہے لیکن ہمیں ملا کیوں نہیں ہے کامران جھنجھلاتے ہوئے بولا۔ اور ساتھ ہی ادھر ادھر کا جائزہ لیا آ۔ آ۔ آ دھڑام کی آواز کے ساتھ ہی فضا کی چیخ بلند ہوئی کامران تیزی سے فضا کی طرف بڑھا لیکن فضا وہاں موجود نہ تھی وہ اس جگہ کی طرف بڑھا جہاں فضا کھڑی تھی وہاں اب ایک بڑا چوکور سوراخ تھا سوراخ کی دونوں سائیڈوں پہ پٹ جھول رہے تھے دیکھنے میں یہ بالکل کھڑکی سے مشابہ تھا وہ اسے غور سے دیکھنے لگا۔

کامران کامران۔۔ سوراخ کے اندر سے فضا کی آواز سنائی دی تو کامران نے بھی اندر چھلانگ لگا دی یہ ایک تہہ خانہ تھا نہایت بدبودار اس کے ایک کونے میں دیا جل رہا تھا کامران وہ دیکھو وہ دیا یہاں ہے فضا خوشی سے بھرپور لہجے میں بولی ہاں یہ تو وہی دیا ہے جو بابا جی بتایا تھا فضا اب جلدی سے اس پر اپنا خون ڈال دو نہیں کوئی اور مصیبت نہ آجائے کامران تیزی سے بولا فضا نے اپنے بازو پر زور سے کاٹا شدید درد محسوس ہوا لیکن اس نے نظر انداز کر دیا اور جلدی سے اپنا ہاتھ دیئے کے اوپر کر دیا خون دیئے پر گرنے لگا آگ ایک دم سے بھڑکی اور اور پھر بجھ گئی محل میں ایک دم سے زلزلہ آگیا اور خوفناک آوازیں گونجنے لگیں فضا بھاگو ہمیں جلدی یہاں سے نکلنا ہے اگر قبر بند ہو گئی تو ہمیں کبھی نہیں نکل پائیں گے کامران نے فضا کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے بھاگا ہر طرف تباہی پھیلتی جارہی تھی وہ جلدی سے سرنگ کے ذریعے باہر کی طرف بھاگنے لگے زوردار گڑگڑاہٹ کے ساتھ سرنگ ہلنا شروع ہو گئی فضا لگتا ہے قبر بند ہو رہی ہے جلدی کرو کامران چیخا کچھ لمحوں بعد وہ سرنگ کے باہری سرے پر پہنچ گئے کامران نے تیزی سے باہر چھلانگ لگا دیا اور فضا کو باہر نکالنے لگا لیکن فضا کا پاؤں کسی چیز میں پھنس گیا تھا وہ پاؤں چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن نکل ہی نہیں رہا تھا قبر بند ہونے ہی والی تھی فضا کامران چیخا کامران مجھے بچاؤ فضا روتے ہوئے بولی۔

کامران نے ہاتھ پکڑ کر باہر کھینچنا چاہا لیکن وہ پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے اپنا ہاتھ کامران کے ہاتھ میں نہ دے رہی تھی فضا کی آخری چیخ بلند ہوئی اور قبر خوفناک آواز کے ساتھ ہی بند ہو گئی نہیں یہ نہیں ہو سکتا ہے میری فضا مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی فضا فضا تم کہاں ہو کامران دھاڑیں مار مار کر رونے لگا قبر زمین میں دھنستی چلی گئی کچھ دیر بعد وہاں قبر کا نام و نشان تک نہ تھا کامران روتے ہوئے بے ہوش ہو گیا جب اسے ہوش آیا تو بابا جی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے بابا جی یہ کیا ہو گیا میری فضا مجھے چھوڑ کر چلی گئی کامران بری طرح روتے ہوئے بولا۔

صبر کرو بیٹا جو خدا کو منظور تھا وہی ہونا تھا تم اٹھو اور

وضو کر کے خدا سے فضا کی مغفرت کے لیے دعا کرو باباجی افسردہ لہجے میں بولے کاش میں اسے بچا سکتا کامران کا رو رو کر برا حال تھا خیر وقت کے ساتھ ساتھ زخم بھر ہی جاتے ہیں کامران کو بھی آخر کار صبر آ گیا لیکن اس نے دوسری شادی نہیں کی بلکہ اس نے اس قبر والی جگہ پر ایک مزار بنوایا اور وہاں بہت سے لوگ آتے اور دعائیں کر کے چلے جاتے ہیں کامران بھی مزار کے دروازے پر بیٹھا رہتا ہے اور آتے جاتے ہوئے لوگوں کو دیکھتا رہتا ہے اور ہر گزرنے والے سے یہی کہتا ہے کہ میری فضا کے لیے دعا کرنا کہ اللہ اسے جنت الفردوس میں جگہ دے۔ قارئین کرام کیسی لگی میری یہ کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔



اقوال زریں

C جھوٹ سے بچیے کیونکہ جھوٹ بولنے کی عادت انسان کو برائی کے راستے میں ڈال دیتی ہے۔

C یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی جھوٹی بات کرو جبکہ وہ تم کو اس بیان میں سچا سمجھتا ہو۔

C برے ساتھی کی ہم نشینی سے اکیلے رہنا بہتر ہے اور اچھے ساتھی کے ساتھ بیٹھنا تنہائی سے بہتر ہے۔

C جس شخص نے مریض کی عیادت کی اس نے خدا کی رضا حاصل کی۔

C حرص بخل اور ایمان کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

C آنکھیں بغیر کاجل کے بھی خوبصورت ہو سکتی ہیں اگر ان میں حیا و شرم ہو۔

C خون کی ندیاں بہانے سے وہ شہرت حاصل نہیں ہو سکتی جو ایک آنسو پونچھنے سے ہوتی ہے۔

C کسی کی تعریف نہ کرو بلکہ اس کے طریقہ کو اپناؤ تاکہ تعریف کے قابل بن جاؤ۔

C ایک عالم کی طاقت ایک لاکھ جاہلوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

C خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔

☆ ... محمد صفدر دھمی - کراچی

قابل عمل باتیں

C اچھے کام کرنے کی کوشش کرو کیونکہ اچھے کام کرنے سے خدا اسے پسند کرتا ہے اور جس کو خدا پسند کرے دنیا اور آخرت دونوں پھر اس کے ہوئے۔

C دوسروں کے کام آنے کی کوشش کرو۔

C دوسروں کی خوشیوں کو اپنی خوشی محسوس کرو۔

C دوسروں کے ساتھ پیار سے پیش آؤ۔

C دوسروں کی ضرورت کو اگر ہو سکے تو پورا کرنے کی کوشش کرو۔

☆ آفتاب احمد عباسی - سعودی عرب

ہنسیں مسکرائیں

m مالک: ابھی تم نے مچھر نہیں مارے میرے کان میں گنگنا رہے ہیں۔ نوکر بولا: صاحب! مچھر تو مار دیئے ہیں یہ تو ان کی بیوائیں ہیں جو غم سے رو رہی ہیں۔

m ڈاکٹر نے نرس سے پوچھا جب تم قریب ہو کر کسی نوجوان لڑکے کی دل کی دھڑکنیں گننے کے آلے کو فٹ ہو تو حساب کیسے لگاتی ہو؟ نرس مسکرا کر بولی: جتنی رفتار آتی ہے اس سے پچاس فیصد کم کر کے درج کر لیتی ہوں۔

☆ پرنس افضل شاہین - بہاولنگر

انمول باتیں

C مردوں کو گالی نہ دو۔ (بخاری شریف)

C اپنے مردوں کی نیکیوں کا چرچا کرو اور ان کی برائیوں سے چشم پوشی کرو۔ (ترمذی شریف)

C جو شخص مر گیا اور جہاد نہ کیا نہ جہاد کا خیال دل میں لایا تو اس کی موت نفاق کی ایک قسم پر ہوئی۔ (مسلم شریف)

C نصیحت کے لئے موت ہی کافی ہے۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

C موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔ (حضرت علیؓ)

خونی تتلیاں

---تحریر: رانی خان۔ پشاور---

جیتو میری بات مانو تم آج سے آزاد ہو اپنے دیس چلی جاؤ کوہ قاف کیونکہ وہ لوگ یہاں پہنچنے والے ہیں اور خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ آج وہ ہمیں شکست سے دوچار کریں گے میں یہ خوفناک طاقت یہاں ان کے پہنچتے ہی ان پر استعمال کر دوں گی جیتو کے آنکھوں میں آنسو آ گئے چلی جاؤ میں کہتی ہوں جاؤ گیت چلائی نہیں گیت نہیں میں تمہارے ساتھ مروں گی جیتو تم فضول میں وقت میں ضائع مت کرو میں جو تمہیں کہہ رہی ہوں وہی کرو ورنہ میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی گیت نے جیتو سے کہا ٹھیک ہے گیت میں جا رہی ہوں مگر میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی اور اپنی اگلی نسلوں کو تمہاری کہانی ضرور سناؤں گی کیونکہ کوہ قاف کے بچے بہادر انسانوں کی کہانیاں سن کر بہت خوش ہوتے ہیں جیتو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ گیت کے گلے لگ گئی اس کے بعد جیتو وہاں سے غائب ہو گئی اس کے جانے کے کچھ دیر بعد اچانک سوہا گندیشن اور فارمہ کے ساتھ گیت کے گھر پر نمودار ہو گئے اور ہر چیز کو آگ لگا دی گیت نے شیشے کے صندوق کو کھولا اور وہ ہیرا فرش پر زور سے مار دیا وہ ہیرے کے ٹوٹتے ہی پورے گھر میں دھواں بھر گیا سوہا گندیشن اور فارمہ بھیانک قہقہے لگانے لگے اور گیت کے آگے سامنے نمودار ہو گئے اس دھویں نے آتش فشاں کے لاوے کی شکل اختیار کی اور آگ سے جلتی ہوئی ایک جہنمی بلا اس لاوے میں سے نکلی سوہا اور اس کے ساتھی جو قہقہے لگا رہے تھے وہ اس بلا کو دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگے بلا نے اپنے ایک ہاتھ میں گندیشن کو پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ میں فارمہ کو اور دونوں کو بیک وقت اپنے منہ میں ڈال لیا وہ بد قامت بلا سوہا کی طرف بڑھی آگ کی تپش سے سوہا کی جلد کالی پڑ گئی تھی اور سوہا ایک دم غائب ہو گئی گیت حیران رہ گئی مگر بلا نے ایسا کیا کمال کر دکھایا کہ غائب سوہا آگ کے شعلوں میں جھلستی ہوئی نظر آنے لگی اور اس کی چیخیں زمین کو ہلا رہی تھیں اس خونی بلا نے اگلے لمحے اپنے منہ سے آگ کا لاوا اگل دیا اور اس لاوے نے پورے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا گیت کے بال آگ کی شدت سے جل گئے تھے اور کچھ ہی دیر میں وہ بھی آگ کی لپیٹ میں آ گئی مگر حیرت انگیز طور پر وہ پرسکون کھڑی تھی کچھ منٹوں کے بعد وہ بلا غائب ہو گئی اور تمام آگ بجھ گئی اس کھنڈر نما مکان میں دو ڈھانچے پڑے ہوئے تھے جو آگ کی شدت سے سیاہ پڑ چکے تھے۔۔۔ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

شام کے گہرے سائے پھیل رہے تھے سڑکیں ابھی ابھی بارونق نظر آ رہی تھیں اور ابھی ابھی بازار میں کافی گہما گہمی تھی سڑک کے اطراف میں روڈ لائٹس ابھی تک روشن تھی غالباً روڈ لائیٹس شام ہونے سے پہلے پہلے روشن کر دی جاتی ہے اچانک ایک تنگ و تاریک گلی سے دو لڑکیاں باہر نکلی وہ دونوں فٹ پاتھ پر چلنے لگی کچھ دیر کے بعد ایک کالی گاڑی ان کے سامنے آ کر رک گئی ایک لڑکی نے دوسری کی طرف دیکھا گاڑی کے شیشے بھی کالے رنگ کے تھے گاڑی والے نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا تو دونوں لڑکیوں کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی کیونکہ گاڑی چلانے والا کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک ایک اٹھارہ سالہ لڑکی بیٹھی ہوئی تھی وہ دونوں لڑکیاں دوسرے لمحے گاڑی میں بیٹھ گئیں اور اگلے لمحے میں گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی وہاں سے نکل



ئی۔

گیت ہم کہاں جا رہے ہیں گیت ڈرائیونگ کر رہی ہے اسے کچھ مت پوچھو کیونکہ جب گیت ڈرائیونگ کرتی ہے تو کوئی بھی بات بتاتی نہیں ہے گیت جیتو کی بات سن کر صرف سر ہلا کر رہ گئی جیتو ویسے آج تم غضب ڈھا رہی ہو کشش نے نچلے ہونٹ پر کاٹ کر کہا کشش تم بھی پیاری لگ رہی ہو ویسے گیت ہم سے زیادہ پیاری لگ رہی ہے جیتو نے چہکار کر کہا جیتو بند کرو فضول بکواس اور میری بات غور سے سنو کشش اور جیتو کو حیرت کے کئی جھٹکے لگے۔

آج گیت نے دونوں کو چپ کرایا تھا اور غیر معمولی طور پر بولنے بھی لگی تھی دونوں میری بات غور سے سنو میں تم دونوں کو ہائی وے پر چھوڑ دوں گی وہاں پر نزدیکی جنگل میں ایک آدمی خیام تم دونوں کو ملے گا وہ نہایت ہی رزیل اور شاطر ہے وہ حسین لوگوں کا دشمن ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وہ تم دونوں کا مارنے کی کوشش بھی کرے وہ بھی جنگل میں جادو سیکھ رہا ہے کل رات اس نے مجھے مارنے کی بھرپور کوشش کی مگر میں نے اسے ناکام بنا دیا کیونکہ مجھ میں بھی کئی قدرتی اور جادوئی طاقتیں موجود ہیں ہائی وے کے قریب بنے ہوئے جنگل میں وہ الو کی طرح درخت سے ہی لوگوں پر حملہ کرتا ہے اور اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ اونچے درخت پر سے چمگادڑ کی طرح الٹا لٹکتا ہے تم دونوں میری خاص طاقتیں ہو اس لیے خیام شاطر کے خلاف تم دونوں کو بھیج رہی ہوں تم دونوں یاد رکھنا کہ تم انسان نہیں ہو بلکہ انسانی لبادے میں کچھ اور ہو دونوں روبوٹ کی طرح صرف سر ہلا کر رہ گئیں کیونکہ گیت ٹھیک کہہ رہی تھی وہ دونوں انسان نہ تھی بلکہ غیر مرئی مخلوق تھی جو گیت کے غلامی میں تھی اور بالکل انسانوں جیسی زندگی گزار رہی تھی گیت کے ہزاروں دشمن بنے تھے مگر آج تک کسی نے بھی گیت کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

۔

گیت پتہ نہیں خود کیا چیز تھی مگر وہ ہمیشہ ایک ماڈرن اور بے باک حسینہ نظر آتی تھی اس کے لاکھوں عاشق تھے جن میں سینکڑوں کو گیت نے خود موت کے گھاٹ اتارا تھا اور ہزاروں کو جیتو اور کشش سے مروایا تھا اچانک ہائی وے پر گاڑی جھٹکے سے رک گئی گاڑی کا دروازہ کھولے بغیر وہ دونوں ہوا کی طرح گاڑی سے باہر نکلی جیتو اور کشش تم دونوں سیدھی اس جنگل میں جانا وہ خبیث تم دونوں پر حملہ ضرور کرے گا مگر تم دونوں چوکنا رہنا۔

گیت اس خبیث کو تم سے کیا دشمنی ہو گی اور پھر وہ تمہارے جان کا دشمن بن گیا گیت بھی بغیر دروازہ کھولے گاڑی سے نکل آئی گیت نے مسکراتے ہوئے دونوں کی طرف دیکھا اور پھر بولی ایک مہینے پہلے میری زندگی میں خیام آ گیا خوبصورت شاداب چہرے کا مالک ہم دونوں راتوں لونگ ڈرائیو پر نکل جاتے محبت کے ترانے گاتے اور زندگی کو خوبصورت اور پر رونق بنانے کے لیے ایک دوسرے کا بھرپور ساتھ دیتے میں نے کئی بار اپنی طاقتوں کا استعمال کیا کہ خیام کے بارے میں جان سکوں مگر مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا میں پاگل ہو رہی تھی میں لوگوں کے اندر باہر سب معلوم کر لیتی ہوں مگر خیام کے سامنے میں بے بس سی ہو رہی تھی تمہیں تو پتہ ہے کہ میں حسین لوگوں کا خون پیتی ہوں مگر مجھے اس دن حیرت ہوئی جب خیام نے میرے بازو میں اپنے دانت گاڑ دیئے اور میرا خون پیا میرے دل کا شک اس دن سے یقین میں بدل گیا کہ ضرور اس آدمی میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے مگر میں نے اگلے دن اس سے مکمل بدلہ لے لیا جادو کے کئی وار اس پر کر دیئے اور اسے بے ہوش کر دیا اور اس کی شاہ رگ میں اپنے دانت گاڑ دیئے مگر مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ جو خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا وہ بدصورت اور بدشکل چہرے کا مالک ہے اور انسان کے روپ میں کوئی اور دنیا کی مخلوق ہے میں تو اسی وقت اسے مار ڈالتی مگر اس خبیث کی قسمت اچھی تھی اس کے پیچھے سونا آ گئی اور سونا نے مجھے روک لیا میں سونا کو بھی مار

تیں مگر اس نے مجھے بے بس کر دیا اور خیام کو لے کر غائب پھر میں نے ایک مکمل عمل کیا اور میرا عمل دو دن پہلے ختم ہوا اور مجھے خیام کے ٹھکانے کا علم ہوا مگر کل رات اس نے میرا گھر بھی جلا ڈالا اور مجھے مارنے کی ناکام کوشش کی اور وہ ایک خودفریبی نکلا وہ کوئی خوفناک بھیانک بھوت ہے دراصل اس میں کئی غیر معمولی طاقتیں ہیں اور وہ ہماری دشمن سونا کا خاص بندہ ہے گیت نے خاموش ہو کر دونوں کی طرف دیکھا گیت ہم تیار ہیں۔

آپ گاڑی آگے بڑھالیں ٹھیک ہے تم دونوں اس بھوت کو تلاش کرو میں کچھ دیر کے بعد آتی ہوں گیت اسی طرح بنا دروازہ کھولے گاڑی میں داخل ہو گئی اور فوراً ہی گاڑی اسٹارٹ ہو کر تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ جیتو اور کشش نے فوری طور پر ایک دوسرے کو دیکھا تم اپنا موبائل فون بند کر دو میں نے اپنا بند کر دیا ہے جیتو نے کشش سے کہا ٹھیک ہے بند کر دیا اب دونوں آگے بڑھ گئیں جیتو تمہاری نظریں بہت تیز ہیں تم چاروں طرف گہری نظریں رکھنا یہاں غلطی کی کوئی بھی گنجائش نہیں ہونی چاہیے رات کے سائے پھیل چکے تھے اور جنگل میں گہری تاریکی کا راج تھا جنگل میں اگر کوئی پتہ بھی ہلتا تو بندے کا دل دھڑک کر حلق میں آجاتا ہے گیت بھی ناں۔ روز روز نئی نئی دشمنیاں پالتی رہتی ہے خیر دیکھا جائے گا آجاؤ آگے چلیں۔



اچانک جنگل میں ایک لڑکی نمودار ہوئی وہ جب نمودار ہوئی تو جنگل میں ہلکی نیلی رنگ کی روشنی پھیل گئی اس نے اوپر درختوں کے گھنے جھنڈ میں دیکھا تو اس لڑکی کو ایک لڑکا الٹا لٹکا ہوا دکھائی دیا جس کے کندھوں پر دو عدد سینگ نکلے ہوئے تھے اور اس کے بال نیچے کی جانب لٹکے ہوئے تھے اس کا چہرہ بدصورت تھا اور وہ جنگل میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اس نے درخت کو چھوڑ دیا اور اگلے لمحے میں وہ اس لڑکی کے سامنے کھڑا تھا قندیل تم سونا کہاں ہیں قندیل کے بال گھٹنوں تک

تھے اور وہ خوبصورت چمکیلے لباس میں ملبوس تھی اس نے شوخ کلر کا میک اپ کیا تھا اور وہ اس کی سیاہ لمبی گھنی پلکیں چہرے پر مزید خوبصورتی پیدا کر رہی تھیں قندیل نے اس کی طرف دیکھا اور بولی گندیش گیت کی وہ دونوں چچیاں تمہارے تعاقب میں جنگل میں داخل ہو گئی ہیں سونا کسی عمل میں مصروف تھی اس لیے نہیں آسکی اور اس نے مجھے بھیج دیا وہ دونوں طاقتور ہے اور تمہیں ڈھونڈنے کے لیے جنگل میں داخل ہو چکی تھی وہ تمہیں خیام سمجھ رہی ہے مگر ان کو اب مکمل پتہ چل چکا ہے کہ تم خیام نہیں گندیش ہو اور ان کے دشمن سونا کے ساتھی ہو گیت باکی وہ ے پرنکل گئی ہے اور اب تم نے چوکنا رہنا ہے کیونکہ برا وقت بتا کر نہیں آتا گندیش نے جب قندیل کی باتیں سنی تو وہ بری طرح غصے سے لال پیلا ہو گیا اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئی اس نے پورے جنگل میں ارد گرد دیکھا تو اسے پورا جنگل دکھائی دیا اور وہ دور بہت دور انہیں دو عدد سائے بھی دکھائی دیئے جو کہ جنگل کے حدود کو عبور کر چکے تھے اور ان دونوں کی سمت کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے ہوں۔

میں نے انہیں دیکھ لیا وہ دونوں کمینی ہماری طرف آرہی ہیں اور وہ طاقت کے نشے میں مست ہیں گندیش تم خود کو کمزور مت سمجھنا میں تمہارے ساتھ ہوں اور اگر ہم کمزور بھی پڑ گئے تو ہو سکتا ہے کہ سونا بھی ہماری مدد کے لیے آجائے خیر وہ دونوں اسی سمت آرہی ہیں ہمیں ان کو زیر کرنے کے لیے پہلے سے کوئی چال تیار کرنی چاہیے ورنہ وہ ہمیں بری طرح سے متاثر کر سکتی ہے اور اب ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے دونوں اچانک ہوا میں اڑنے لگے اور درختوں کے اوپر اندھیرے میں جیتو اور کشش کی سمت میں چلنے لگے وہ دونوں تیزی سے جنگل میں ان کی سمت آرہی تھیں حشرات الارض کی مکروہ آوازیں کانوں میں خوف کے دوڑے ڈال رہی تھیں اور کچھ حشرات الارض تھوڑے وقفے سے اپنی موجودگی کا اظہار ظاہر کرتے تھے جیتو اور کشش بالکل اسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں کچھ دیر قبل قندیل اور گندیش

کھڑے تھے جیتو یہ جگہ تو خالی ہے دونوں وہ کچھ دیر قبل یہاں کھڑے تھے اور میں نے اپنے عمل کے ذریعے معلوم کر لیا تھا اچانک اوپر درختوں میں سرسراہٹ سی ہوئی اور گندیشن کسی عقاب کی طرح ان پر جھپٹ پڑا دونوں غیر متوقع طور پر اس اچانک افتاد کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھیں جیتو ایک طرف ہو گئی مگر کشش خود کو بچا نہ سکی وہ بری طرح گندیشن کے مضبوط ہاتھوں میں پھنس گئی گندیشن نے اس کی گردن کو اپنے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے دبوچا ہوا تھا اور وہ اسے ہوا میں لے اڑا جیتو بھی اس کے سنبھل چکی تھی اور وہ بھی تیزی سے گندیشن کے پیچھے اڑی مگر اس کے پیچھے قندیل نمودار ہوئی اور اس نے جیتو کو بالوں سے پکڑ لیا۔

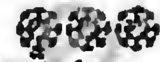
جیتو اس کی طرف گھومی اور اپنے زہریلے ناخن قندیل کے چہرے پر مار دیئے قندیل اس اچانک افتاد کو بری طرح سنبھال نہ سکی اور اس نے چنگھاڑ لی اور جیتو کو چھوڑ دیا جیتو اب قندیل کی طرف متوجہ ہو چکی تھی اور اس نے منہ سے آگ کے کئی گولے ایک وقت قندیل کی طرف پھینکے قندیل آگ کی لپیٹ میں آگ کی طرح جلنے لگی تھی اور چنگھاڑتی ہوئی چیخنے لگی کچھ ہی دیر میں اس کی چیخیں معدوم ہو چکی تھیں اور وہ راکھ کا ڈھیر بن چکی تھی ہوا کے دوش پر اس کی راکھ ہلکے پھلکے انداز میں اندھیرے میں گم ہو گئی اب جیتو اب خیام یعنی گندیشن کی طرف متوجہ ہوئی مگر گندیشن کشش کو لے کر نجانے کہاں غائب ہو چکا تھا جیتو نے دور دور تک جنگل میں نظریں دوڑائیں مگر اسے کچھ بھی دکھائی نہ دیا اور نہ ہو دونوں جنگل میں تھے کچھ دیر کے بعد وہ ہواؤں میں بلند ہوئی تھی اور درختوں کے اوپر ہوا میں بجلی کی تیزی سے چلنے لگی۔



گیت کی گاڑی ہائی وے پر سے نکل چکی تھی اور اب اس کی گاڑی ہوائی جہاز کی رفتار سے چل رہی تھی اس نے گاڑی کو کچے راستے پر ڈال دیا تھا اس کی گاڑی کے پیچھے دھول اور مٹی بڑی مقدار میں اڑ رہی تھی اور گہرے دھوئیں اردگرد بکھرے ہوئے تھے آگے کچا راستہ ختم ہو گیا اور قبرستان شروع ہو گیا قبرستان میں ایک کچا راستہ گزرتا تھا اس کے اردگرد بے شمار قبریں بنائی گئی تھیں اور کانٹے دھڑام سے اس کی گاڑی کے شیشے پر کوئی چیز آ گری گاڑی کا فرنٹ شیشہ کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا اور اس کا کچھ حصہ ٹوٹ کر بکھر گیا گیت اس حملے سے بری طرح سنبھل چکی گاڑی پتھروں سے چرمر کی خوفناک قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں گیت۔ گاڑی کے بونٹ پر جو چیز بیٹھی ہوئی تھی وہ جھٹکے سے گاڑی سے اتر کر نیچے جا گری گاڑی اگلے لمحوں میں ہی ساکت ہو چکی تھی اور گیت ہوا کی طرح گاڑی سے نکل چکی تھی اس کی نگاہیں اس چیز پر جمی ہوئی تھیں اور اگلے لمحے اس کی نگاہیں اس چیز کے جائزے پر پڑ گئی وہ جلی ہوئی لاش تھی اور وہ اب راکھ بن رہی تھی وہ لاش کسی اور نہیں تھی بلکہ کشش کی تھی جس کا پورا سراپا حسن سراپا عبرت بن چکا تھا او میرے خدا یہ کیا ہو گیا ہے لگتا ہے جیتو بھی کہیں خیام کے ہاتھ چڑھ گئی مجھے جلد از جلد جیتو سے رابطہ کرنا چاہیے کشش کا جلا ہوا جسم اب راکھ کر ڈھیر بن گیا تھا۔ چکا تھا اور پھر کالا دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو گیا گیت واپس گاڑی میں بیٹھ گئی اور حیرت انگیز طور پر گاڑی کی ٹوٹا ہوا ونڈ سکرین خود بخود جڑ گئی اور پھر گیت گاڑی سمیت غائب ہو گئی کچھ دیر کے بعد وہ ایک ویرانے میں تھی جہاں پر چار سو گھپ اندھیرا تھا اور وہ منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہی تھی اچانک اسی جگہ پر جیتو بھی نمودار ہوئی اور وہ گیت کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی جیتو یہ سب کیسے ہو گیا۔

مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ کشش اتنی جیتو یہ سب کیسے ہو گیا مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ کشش اتنی کمزور نکلی کہ وہ گندیشن اور سونا کی چیچی کے ہاتھوں چڑھ گئی گیت میں نے بھی اس کی چیچی قندیل کو فنا کر دیا کیا کہہ رہی ہو کہ تم نے قندیل کو مار دیا گیت میں نے ہی اس حرام خور کو فنا کر دیا یہ تو سونا کے لیے ایک گہرا صدمہ ہو گا اور

ہماری ایک ساتھی ماری گئی ہے تو سونا کی بھی خاص ساتھی جیسے بن کر وہ کچھ تو برہم اور کچھ خوش ہوگئی گیت تم سے ایک سوال پوچھوں جیتو نے گیت کی طرف دیکھ کر کہا ہاں جیتو پوچھو۔ کیا پوچھنا چاہتی ہو گیت مجھے یہ بتاؤ کہ اس سونا جی سے تمہاری دشمنی کب سے چل رہی ہے اور کیوں اتنی خونی دشمنی چل رہی ہے گیت حیران سی رہ گئی کیونکہ گیت کو بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ جیتو یہ سوال پوچھے ہاں جیتو یہ کہانی تم جان کر ضرور حیرت زدہ ہوگی مگر میں آج اس راز سے پردہ فاش کرتی ہوں کیونکہ کچھ عرصہ قبل یہ سوال کشش نے بھی ہم سے پوچھا تھا مگر ہم نے اسے ٹال دیا تھا۔



میں اور سونا جڑواں بہنیں تھیں مگر سونا بہت کالی تھی جبکہ میں سفید اور گوری اس لیے سونا کبھی بھی مجھ سے نہیں بنی تھی وہ دن رات سوچتی کہ کاش وہ بھی میری طرح سفید رنگت کی مالک بن جائے ماں باپ کا دھیان بھی میری طرف زیادہ رہتا اور مجھے سونا کے مقابلے میں زیادہ پیار دیتے تھے اس محبت کے لیے سونا ترستی رہتی تھی اور پھر ہم دونوں رفتہ رفتہ بڑی ہوتی گئی اس کے چہرے پر مزید غضب یہ ہوا کہ پندرہ سال کی عمر میں زیادہ کریموں کی وجہ سے اس پر بدنما دانے نمودار ہوگئے اور ان دانوں اور دھبوں کی وجہ سے اس کا چہرہ بدنما بننے لگا اور وہ دانے دھبے اور کالے نشان سونا کے چہرے پر چھوڑ گئے کچھ دنوں بعد ابا جی ابو کو سرطان کی بیماری لاحق ہوگئی اور ہمیں تب پتہ چلا جب وہ لاسٹ سٹیج پر تھے وہ ہمارے پاس چند دنوں کا مہمان تھے تب انہیں اپنے غلطیوں کا احساس ہوا کہ انہوں نے سونا کے ساتھ کچھ زیادتیاں کی ہے مگر بیماری کے دنوں میں سونا بالکل بھی ابو کے قریب نہیں گئی ابو انہیں چیخ چیخ کر بلاتے مگر وہ کمرہ بند کرکے اندر بیٹھی ہوتی اور راتوں کو اپنے کمرے میں بند ہو کر روتی تھی اور عجیب بات یہ تھی کہ وہ ابو بھی ان دنوں وفات پا گئے مگر سونا پہ کچھ بھی اثر نہ ہوا۔

کچھ دنوں تک میں نڈھال رہی امی سے یہ صدمہ دل پر لے لیا تھا اور پھر اس پر ہارٹ اٹیک ہونے لگے اور اسی دل کی منحوس بیماری نے امی کو ہم سے دور کر دیا میں سولہ برس کی تھی اور سونا بھی میری ہم عمر تھی امی کے جانے کے بعد میں نے سونا پر گہری نظر رکھنی شروع کردی مگر میں دن بدن حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوتی رہی سونا دن بدن خوبصورت ہو رہی تھی اور میرے چہرے پر پھوڑے پھنسی کے منحوس دانے ابھر رہے تھے سونا کا رویہ مجھ سے اچھا نہ تھا وہ مجھ سے شدید نفرت کرتی تھی اور میں سمجھ نہ سکی تھی کہ سونا ایسا کیوں کر رہی ہے اور وہ کیا پاتی ہے چند دنوں کے گزرنے کے بعد میں انتہائی بدصورت اور کالی کلوٹی بن گئی میرے منہ پر کئی دانے داغ دھبے کالے کالے نشان چھوڑ گئے تھے اور میرے چہرے پر لیپ والے دانے دن بدن بڑھ رہے تھے سونا اور میں ایک دوسرے سے اب بھی انجان بن گئی تھی میں اس کو دیکھ دیکھ کر اس کے حسین سراپے کو دیکھ کر دن رات کڑھتی رہتی تھی اور وہ دن بدن حسین وجمیل پری بن رہی تھی ایک دن وہ ادا سے میرے کمرے میں آگئی ہاہاہا۔ اس کے قہقہے میرے کمرے کی در و دیوار تھے اس نے ایک چھوٹا آئینہ مجھے دکھلایا اس میں میرا چہرہ مجھے دکھائی دیا گیت یہ تم ہو مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ تم ہو مگر قدرت کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے قدرت کے لکھے کو نہیں میری محنت اور کوششوں سے اس حال کو پہنچی ہوں گیا۔

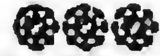
میں حیرت سے اسے تکنے لگی گیت تم اگر حسین بننا چاہتی ہو تو تمہیں میرے اشاروں پر ناچنا ہوگا کیا بکواس کر رہی ہو تم سنو میری بات غور سے سنو دراصل میں نے کالا جادو سیکھ لیا ہے اور تم میرے گھر میں بری طرح پھنس چکی ہو اور اگر تم میری اشاروں پر عمل شروع کردو تو میں تمہیں پھر سے حسین وجمیل بنادوں گی تمہیں شرم نہیں آئی کہ تم نے اپنی بہن کے ساتھ ایسا سلوک کیا کیا برا کیا تھا میں نے تمہارے ساتھ میں چیخ چیخ کر رونے لگی برا۔ برا تو بہت چھوٹا لفظ ہے تم نے تو مجھے اندھیری نگری میں لا کھڑا کیا تھا تم نے مجھ

سے میرے ماں باپ چھینے تھے مجھ کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیا تھا اور مجھے جادو سیکھنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا جس طرح تم میرے حسین سراپے کو دیکھ دیکھ کر ترستی رہتی تھی اس طرح پندرہ سال میں ترستی رہی سونا نے گویا مجھے آئینہ دکھلا دیا۔ وہ تو ٹھیک ہی کہہ رہی تھی ممی اور پاپا نے ہمیشہ مجھے چاہا تھا ہر اچھے تقریب میں مجھے لے جایا گیا تھا اور ہمیشہ سونا کو نظر انداز کر دیا تھا اس کو ڈانٹا گیا تھا کمرے میں اسے اکیلا کر کے چلے جاتے تھے وہ روتی رہتی اور میں ہنستی رہتی اس کے آنسوؤں کو ہمیشہ مکر و فریب کا درجہ دیا تھا کہ یہ تو ہونا ہی تھا ہو گیا میں نے سوچا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ مجھے سونا کے آگے ہتھیار ڈال دینے چاہئے اور اس طرح میں سونا سے بچ سکتی تھی ورنہ میں اس کے رحم و کرم پر بھی میں تیار رہوں۔

میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں اور تمہارے اشاروں پر چلنے کے لیے تیار ہوں مگر تم سونا خدا کے لیے مجھے پھر سے حسین کر دو سونا مسکرا دی یہ تو تم خود کروگی کیا مطلب ... مطلب یہ کہ تم اب وہ کروگی جو میں تمہیں کہوں گی ہاں یہ لو سب سے پہلا امتحان تم یہ جام پی لو سونا نے ایک شیشے کا بنا ہوا کٹورہ مجھے پیش کیا جس میں سرخ گہرے رنگ کا مشروب تھا سوچو مت پیو۔ مجھے سونا۔۔۔ وہ چنگاڑی کیا ہے لو جلدی کرو یہ کیا ہے کوئی سوال نہیں جلدی ہونٹوں سے لگا لیا مگر گھونٹ بھرنے کے بعد فوراً اس نے اپنے ہونٹوں سے دور کر دیا اس کا ذائقہ نمکین اور کڑوا تھا مجھے ایسے لگا جیسے یہ خون ہے سونا یہ کیا خون ہے میں نے ڈرتے ہوئے کہا تم پہلے یہ سارا پی لو پھر بتاتی ہوں اور پھر میں نے ہمت کر کے وہ گاڑھا مشروب پی لیا شاباش تم نے تو واقعی میری بہن ہونے کا حق ادا کر دیا یہ خون ہی تو تھا جو تم نے اتنی آسانی سے پی لیا میں یہ سن کر چکرانے لگی مجھے ابکائی آنے لگی اور سر تھام کر بیٹھ گئی اگر پہلی ہی سیڑھی پر گھبرا جاتی تو میں تمہیں مزید خوفناک بنا دیتی جانتی ہو جب پہلے قدم پر تو میں بھی لڑکھڑا گئی تھی یہ خون میں نے بھی پیا تھا اپنے کمرے میں ساری ساری رات خوفناک عمل کیے تھے اور پھر مجھے اس عمل کے بدلے میں طاقتیں ملنے لگی تمہیں دکھاؤں میں کہ میں کیا چیز ہوں میں ہوا میں اڑ سکتی ہوں اور جنات کو دیکھ سکتی ہوں اور قبرستانوں اور ویرانوں میں کئی راتیں گزار سکتی ہوں اگر میں چاہوں تمہاری گردن اسی وقت مروڑ سکتی ہوں مگر مقابلہ برابر والے سے کیا جاتا ہے تم تو ایک کمزور سی چیونٹی کی مانند ہو جسے میں اپنے ہاتھوں سے مسل دوں گی میں تمہیں مہلت دیتی ہوں کہ تم بھی میری طرح بڑی ساحرہ بن جاؤ۔

میں تمہیں دو سے ڈھائی مہینے کا وقت دیتی ہوں کیونکہ میں دو مہینوں کے اندر اندر بڑی جادوگرنی بن گئی تھی یہ ہے وہ جادو والی کتاب یہ جادوئی منتروں کو استعمال میں لا سکتی ہو وہ یہ کہہ کر غائب ہوگئی اگلے دو دن میں نے تمام کتاب کا مطالعہ کیا اور میں ایک آسان سا منتر تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئی وہ منتر کچھ اس طرح کا تھا کہ کسی کے پھیلائے ہوئے سحر یعنی جادو کا خاتمہ کرنا اور وہ منتر کا عمل بھی آسان تھا رات کے وقت دو گھنٹوں کے اندر اندر ایک ہزار بار وہ منتر پڑھنا تھا اور دائرے میں کھڑے ہو کر رہنا تھا مگر یہ شرط بھی ضروری تھی کہ ایک ہزار بار میں منتر مکمل ہزار سے ایک بار بھی زیادہ نہیں پڑھنا تھا اور یہ عمل مسلسل تین راتوں کا تھا۔ اور پھر میں کامیاب ہونے لگی اور جس دن میرا عمل ختم ہو گیا اس دن میرا چہرہ حسین پھول کی طرح تروتازہ ہو گیا۔ اور سونا کا پھیلایا ہوا سحر زائل ہو گیا میں پھر سے حسین و جمیل بن گئی اور پھر اس کے مقابلے میں تیاری کرنے لگی اور دو مہینوں تک میں نے بے شمار عمل کر لیے تھے کچھ عمل تو اتنے بھیانک تھے کہ اس میں مجھے نوجوان لڑکوں کے خون بھی پینا پڑا تھا اور میں نے دل سے وہ عمل کیے تھے تب جب سونا کی واپسی ہوئی تو میں اس پہ بھاری پڑ رہی تھی اور کا ہر وار میں نے اپنی ذہانت اور جادوئی طاقتوں سے ناکام کر دیا تھا اور وہ اس دن بھاگ گئی تھی اور وہ پچھلے پانچ سالوں سے وہ مجھ پر

چھپ چھپ کر حملے کر رہی ہے مگر ابھی بھی یہ جنگ جاری ہے۔



جیتو یہ تھی میری کہانی گیت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور جیتو بھی اداس ہو گئی تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ گیت کو کس طرح حوصلہ دے گیت تم اس سے صلح کیوں نہیں کرتی سونا مجھے ہرانا چاہتی ہے اور یہ انا کی جنگ ہے وہ صلح پر کبھی بھی راضی نہیں ہوگی یہ جنگ ہمیں جاری رکھنا ہوگی ورنہ وہ شکست دیئے بغیر کبھی بھی صلح نہیں کرے گی صبح کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ آؤ میں تمہیں چھوڑ آؤں دونوں گاڑی میں بیٹھ گئیں اور گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی وہاں سے نکل آئی کچھ دیر کے بعد وہ دونوں شہر کی حدود میں داخل ہو چکی تھیں اور انکا گھر ایک عالیشان بنگلے کی صورت میں وہاں کھڑا ان کا منتظر تھا۔ دونوں بنگلے میں داخل ہو گئیں۔

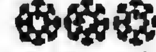
او ہو یہ کیا ہوا ہے جیتو سر تھام کر رہ گئی ہر چیز ٹوٹی ہوئی تھی اور گرد چھائی ہوئی تھی گیت ایسا لگتا ہے کہ یہاں پر تو آندھی آئی ہو یہ بھی سونا کی کوئی چال لگتی ہے خیر ان سب کو صاف کرنا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے گیت نے کوئی منتر پڑھا اور سامنے پھونک ماری تو گھر میں طوفان سا آ گیا اور جو چیزیں بکھری پڑی تھیں وہ سب صحیح جگہ پر آ گئیں اور جو گرد کا طوفان گھر میں بکھرا تھا وہ سب لمحوں میں ہی شیشے کی طرح شفاف ہو گیا واؤ گھر تو صاف ستھرا ہو گیا جیتو نے منہ ہی منہ میں تعریف کی دونوں آگے بڑھ گئیں اچانک تالی کی آواز بے ساختہ دونوں مڑیں تالی کی آواز خاصی زوردار تھی دونوں نے بیک وقت مڑ کر دیکھا تو پیچھے بالکل گیت کی حسین و جمیل لڑکی کھڑی تھی جیتو اسے دیکھ دیکھ کر حیران ہونے لگی وہ کبھی گیت کو دیکھتی اور کبھی سامنے کھڑی لڑکی کو گیت یہ کیا ہے تمہاری ہمزاد ہے یا میں دھوکہ کھا رہی ہوں جیتو نے سنبھل کر کہا ماننا پڑے گا کہ تم بہت بڑی طاقت والی ہو تمہیں تو انعام دینے کو جی چاہتا ہے وہ لڑکی گیت کی طرف تالی بجا کر بولی گیت بھی مسکرا دی

جیتو یہ میری بہن ہے زیادہ حیران مت ہو میری دشمن سونا یہی تو ہے جیتو اسے دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ دونوں بہنیں بالکل ایک جیسی تھیں ایسا لگ رہا تھا کہ گیت کے سامنے آئینہ رکھ دیا گیا ہے۔

جیتو حیران مت ہو میری سگی بہن ہے مگر عمل میرا اور اس کا بہت مختلف ہے اگر میں چاہتی تو کب کی اسے ختم کر چکی ہوتی مگر میں اسے ہر بار موقع دیتی ہوں اور اس بار بھی میں مقابلے کے لیے تیار ہوں سونا اب چند قدم آگے بڑھ چکی تھی اور اس کے بائیں ہاتھ میں تلوار چمک رہی تھی گیت نے بھی دو تین بار منتر پڑھا اور اس کے ہاتھ میں تیز دھاری تلوار آ گئی سونا نے دل کھول کر گیت پر وار کر دیا گیت نے بروقت تلوار آگے کی اور دونوں کی تلواریں آپس میں ٹکرا گئیں تلواروں کے ٹکرانے سے چنگاریاں سی نکلی اور دوسرے ہی لمحے گیت نے زور کا جھٹکا سونا کو دیا وہ ہوا میں اچھلتی ہوئی کئی فٹ دور جا گری جیتو گیت کی مدد کے لیے آگے بڑھی مگر گیت نے اسے روک دیا۔ نہیں جیتو نہیں یہ ہماری جنگ ہے اور ہمارے گھر میں ہے تم صرف تماشہ دیکھتی جاؤ کہ آج کون کس پر بھاری پڑتا ہے سونا جھٹکے سے اٹھی اور غضب ناک ہو کر گیت کی جانب بڑھی سونا تیزی سے گیت پر وار کرنے لگی اور گیت بڑی ذہانت سے اس کے ہر وار کو ناکام بناتی گئی سونا نے منہ ہی منہ میں پڑھنا شروع کر دیا اور چاروں طرف گھوم کر پھونک ماری اس نے جیسے ہی پھونک ماری اس کے پھونک مارتے ہی پورے گھر کو آگ لگ گئی اور گیت نے ارد گرد دیکھا تو آگ کے شعلے بلند ہونے لگے سونا کے قہقہے گونجنے لگے اس گھر کی طرح تجھے بھی جلا کر راکھ کر دوں گی سونا نے آگ کے کئی گولے گیت کی طرف پھینک دیئے مگر گیت اچانک سامنے سے غائب ہو گئی سونا کو اپنے گردن پر دباؤ محسوس ہوا تو وہ ہاتھ پاؤں ہلانے لگی تلوار اس کے ہاتھوں سے گر کر چھوٹ گئی اور وہ انجانی طاقت۔ جو اسے بے حال کر رہی تھی۔

وہ جان چکی تھی کہ یہ سب گیت ہی کر رہی ہے اس

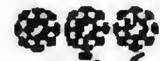
کے ماتھے پر پسینے نمودار ہو گئے تھے آگ کے شعلے اب تیزی سے گھر سے باہر پھیل رہے تھے جیتو آگ بجھانے میں مصروف ہوئی اور وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہو رہی تھی سونا کا چہرہ پسینے سے تر ہو گیا تھا اور اس کے کان سرخ ہو گئے تھے وہ بری طرح کھانس رہی تھی وہ منتر پڑھنا چاہتی تھی مگر وہ کچھ بھی اس وقت نہیں کر سکتی تھی وہ بے ہوشی کے قریب ہو گئی تھی اچانک غیبی طاقت نے سونا کو چھوڑ دیا اور اس کے سامنے دھواں ابھرنے لگا اور پھر اس دھوئیں نے گیت کا وجود دھار لیا سونا بری طرح سے کھانس رہی تھی اور گیت اس کے سر پر کھڑی طنز پر مسکراہٹ سے اسے گھور رہی تھی جیتو نے گھر کے تمام آگ پر قابو پا لیا تھا اور اب وہ کمرے میں موجود تھی گیت کھانستی ہوئی سونا سے بولی بہنا ایک آخری موقع تمہیں فراہم کر رہی ہو یہ نہ سمجھنا کہ میں ڈر گئی ہوں اور یہ بھی مت سمجھنا کہ میں تمہارے سامنے جھک جاؤں گی جیت ہمیشہ سے میری رہی ہے اور جیت میری ہی ہوئی سونا اسے میٹھی میٹھی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور پھر قدرے سنبھل کر بیٹھ گئی اس کے بعد وہ غائب ہو گئی جیتو تم فکر نہ کرو یہ محل اپنی جادوئی طاقتوں سے پھر سے نیا بن جائے گا اور جو کچھ جل گیا ہے وہ سب خود بخود بن جائے گا اور تمہارا شکریہ کہ تم نے آگ بجھائی وہ سب میں ابھی ٹھیک کر دوں گی اور پھر گیت نے کئی منتر پڑھ دیے اور پھر سب کچھ خود بخود ٹھیک ہونے لگا۔



سونا کھانستی ہوئی گندیشن کے پاس پہنچ گئی کیا ہوا سونا تم اس قدر گھبرائی ہوئی کیوں ہو اور تمہاری سانس کیوں پھول رہی ہے سونا نے گندیشن کو تمام کہانی سنا دی گندیشن سونا کی باتیں سن کر کافی فکرمند نظر آنے لگا اور پھر کچھ دیر کے بعد بولا سونا وہ تم سے زیادہ طاقتور ہے تمہیں وہاں پر اکیلے جانا نہیں چاہیے تھا بلکہ تمہیں مجھے بتا کر جانا چاہیے تھا گندیشن میری عقل پر پردہ پڑ گیا تھا جو وہاں پر چلی گئی قندیل کی یاد مجھے اس وقت بہت یاد آئی وہ ہمیں ہر وقت صحیح مشورے دیتی رہتی تھی اور کبھی بھی اس نے کوئی غلط مشورہ نہیں دیا کاش وہ اس وقت ہمارے ساتھ ہوتی۔

سونا تم فکر مت کرو میں قندیل جیسی کوئی اور کوہ قاف سے لے آؤں گا اور وہ اس سے طاقتور بھی زیادہ ہوگی گندیشن تمہارا یہ ہم پر احسان ہوگا میں بھی اپنی طاقت سے کئی جن زادیوں کو اپنا غلام بنا سکتی ہوں مگر تم پر اعتماد ہی ہے ہم تمہیں اجازت دے رہی ہیں کہ تم کوئی خوبصورت اور ذہانت سے بھرپور لڑکی کو لے آؤ کیا تم کسی کو جانتے ہو گندیشن۔ سونا نے گندیشن کو سوالیہ نظروں سے دیکھا ہاں کیوں نہیں میں ایک تیز طرار لڑکی کو جانتا ہوں جو بہت ہی خطرناک ہے وہ دشمنوں پر جب ٹوٹ پڑتی ہے تو اس کو اذیت ناک موت مارتی ہے اور وہ جتنی بھی خوبصورت اور حسین ہے اس کا باطن اتنا ہی بدصورت اور خوفناک ہے نام کیا ہے اس کا سونا پوچھا اس کا نام فارعہ ہے میں ابھی جاتا ہوں ٹھیک ہے تم جاؤ یہ ٹھیک رہے گا سونا فارعہ کے بارے میں جان کر خاصی خوش ہوئی اور گندیشن اس وقت حسین سراپے میں تھا وہ کچھ ہی دیر میں کمرے سے غائب ہو گیا اور سونا نے سوچا فارعہ اب تم میری ادھوری دشمنی کو مکمل کرو گی وہ دو تین گھنٹے تک ادھر ادھر ٹہلتی رہی اور پھر گندیشن نمودار ہوا اس کے پیچھے کچھ دیر کے بعد دھوئیں کے مانند ایک لڑکی بھی نمودار ہوئی یہ فارعہ تھی اور پھر اس دھوئیں سے ایک لڑکی باہر نکل آئی وہ لڑکی بلا کی حسین تھی اور سفید لباس میں اس کا تن من چمک رہا تھا آداب وہ سونا کے سامنے جھک گئی کیسی ہو فارعہ نے سونا کی طرف دیکھا خوب بہت خوب سونا فارعہ کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہو گئی گندیشن تم فارعہ کو سمجھاؤ کہ اسے کیا کرنا ہوگا ٹھیک ہے سونا میں فارعہ کو خوب سمجھاؤں گا ویسے گندیشن فارعہ کے بارے میں تھوڑا سا کھل کر بتاؤ جی سمجھ گیا تو۔ یہ پہلے بھی انسانی دنیا میں کئی بار آ چکی ہے اور اس نے کئی معصوم انسانوں کو موت کی نیند سلایا ہے کئی کے خون پیے ہیں اور کئی معصوم بچوں کو اپنے ہیلوں کے بھینٹ چڑھایا ہے بس گندیشن بس یہ بہت ہے یہ

واقعی کمال کی چیز ہے اور اب تم اسے ہمارے دشمنوں کے بارے میں بتاؤ ٹھیک ہے میں فارعہ کو سب کچھ سمجھا دیتا ہوں فارعہ خود بھی بہت ہی سمجھدار ہے بہت جلد ہم میں گھل مل جائے گی۔

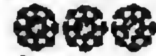


گیت گھر میں اکیلی تھی کہ اچانک دروازے پر بیل ہوئی گیت نے گھڑی کی طرف دیکھا تو باہر پھر زور زور سے گھنٹی کی آواز سنائی دی گھڑی رات کا پورا ایک بجا رہی تھی گیت نے اپنے عمل سے گیٹ سے باہر جھانکا تو باہر ایک بدصورت عمر دراز اور بھکاری حلیے بد حال ایک عورت کھڑی تھی وہ بے انتہا بدصورت تھی اور اس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے اور اس سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے جیتو ذرا باہر اس مائی کو تو دیکھ لو کہ اس وقت کیا چاہتی ہے جیتو دروازہ کھول کر باہر اس بدحال عورت کے سامنے آگئی جیتو نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو جیتو کو ہزار والٹ کا کرنٹ لگا اس کی آنکھیں نہیں تھیں اور جیتو کو ایسا محسوس ہوا کہ یہ اس دنیا کی باسی نہیں ہے کسی اور دنیا سے آئی ہے ایک لمحے کے اندر اندر کانپ اٹھی مگر جلدی سنبھل گئی کیوں نہ وقت لوگوں کو تنگ کرتی ہے جیتو نے تیز آواز میں کہا اے بی بی میں بھولی بھٹکی ہوں اور کئی دنوں کی بھوکی ہوں مجھے کچھ کھانے کو دے دو او پروا! تمہارا بھلا کرے گا۔

جیتو کے پیچھے گیت بھی باہر گیٹ تک آگئی جیتو یہ مائی کیا کہہ رہی ہے گیت بھیک مانگ رہی ہے اچھا اچھا ٹھیک ہے گیت نے پچاس کا نوٹ اپنے پرس سے نکال کر اس عورت کی طرف بڑھایا لڑکی وہ وہ عورت کی گونج سنائی دی اور پھر اس نوٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا جس سے اس بھکارن نے نوٹ پکڑا گیت کو دو تین جھٹکے لگے بعد دیگرے لگے اور پھر گیت یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ نوٹ خود بخود غائب ہو گیا اور اس بدصورت غریب عورت کی آنکھیں انگاروں کی طرح لال ہو گئیں اور پھر اس کے اس عورت کے گرد دھواں چھا گیا وہاں پر اب ایک جوان سال دوشیزہ کھڑی تھی یہ فارعہ تھی جو بھکارن کے روپ میں آئی تھی اور گیت کی طاقت کا اندازہ لگانا چاہتی تھی فارعہ نے منہ کھولا تو بجلی کی طرح تیزی سے روشن شعاعیں اس کی آنکھوں اور منہ سے نکلی جو کہ گیت کو جا لگی اور اگلے ہی لمحے میں گیت اچھلتی ہوئی گھر کے اندر دیوار کے ساتھ جا لگی اور اس سے پہلے کہ جیتو فارعہ پر وار کرتی وہ اگلے لمحے وہاں سے غائب ہو گئی۔

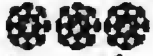
جیتو تیزی سے گیت کی جانب آئی گیت تم ٹھیک تو ہو ہاں میں ٹھیک ہوں مگر سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ یہ کیا بلا تھی اس نمونے کو میں نے پہلی بار دیکھا ہے اور خیر اب میں بہت جلد معلوم کر لوں گی یہ یقیناً سونا نے بھیجی ہو گی ہاں گیت مجھے بھی ایسا لگ رہا تھا کہ یہ سونا کی کوئی چال ہے بالکل وہ ضرور کسی جن زادی کی مدد لے رہی ہے مگر جیتو حیرت کی بات یہ ہے کہ تم نے بھی اسے پہچانا نہیں گیت میں بھی فی الوقت اسے کچھ کہہ نہیں سکی مگر وہ ضرور دوسری دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور میں اس حرافہ کو چھوڑوں گی نہیں میں ضرور اس کے بارے میں جان کر رہوں گی جیتو تم جلد بازی کا مظاہرہ مت کرو میں اپنے علم سے دیکھتی ہوں کہ یہ سب کیا تھا جیتو وہی کھڑی رہ گئی اور گیت اندر کمرے میں چلی گئی آدھے گھنٹے کے بعد وہ کمرے سے نکلی جیتو بے چینی سے بولی گیت کچھ پتہ چلا ہاں جیتو میں جان گئی ہوں کہ وہ کون تھی اور کیوں آئی تھی دراصل وہ سونا کی بھیجی ہوئی ایک خاص خادمہ تھی اور وہ ہماری طاقتوں کا اندازہ لگانے آئی تھی مگر ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہیے میں اب کھل کر یہ جنگ لڑنا چاہتی ہوں جیتو ان کے ساتھ جنّ زادی بھی ملا ہوا ہے مگر میرے پاس بھی ایک ایسی طاقت ہے کہ میں نے پانچ سالوں میں اسے کبھی بھی استعمال نہیں کیا ہے اور وہ طاقت میں نے برے وقت کے لیے رکھا تھا فارعہ ایک طاقت ور اور خونریز جن زادی ہے وہ ہمیں نیست و نابود کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور سونا کو بھی یقین ہے کہ اس بار وہ کامیاب ہو گی گیت آپ کی طاقت کے بارے میں بتا رہی تھی ہاں جیتو وہ طاقت انتہائی

طاقتور ہے اس طاقت کے بارے میں سونا بھی نہیں جانتی اور فارعہ بھی نہیں جان سکی ہے مگر خیر میں اپنے کمرے میں سے ہو کے آئی ہو کیونکہ مجھے اندازہ ہوا ہے کہ ان لوگوں کے ارادے ٹھیک نہیں ہے۔



سونا میں ان سے مل کے آئی ہو میں نے ان کے طاقتوں کے بارے میں اندازہ لگا لیا ہے وہ پہلے تم پر بھاری تھی مگر میرے وجہ سے اب وہ تم سے طاقتوں میں کمزور ہے اور میں نے گیت کو ایک زبردست جھٹکا بھی دیا ہے اگر ہم ان پر حملہ کرے تو شاید ہم انہیں تباہ کر سکے شاید نہیں بلکہ ہم انہیں تباہ و برباد دیکھنا چاہتے ہیں سونا نے فارعہ کی بات کاٹ کر کہا سونا ہم تین ہے اور میرے ذہن میں ایک فارمولا بھی ہے کہ ہم اس بات پر اگر عمل کرے تو ہم جیت سکتے ہیں کیسی بات اور کیسا فارمولا سونا حیرت سے بولی سونا جی میں نے یہ بات محسوس کی ہے کہ گیت میرے یہاں آنے کے بعد واقف ہو جائے گی کہ میں کس کی ساتھی ہو اور وہ بھی تو یونہی بیٹھے گی بلکہ کچھ تو کرے گی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرے ہمیں بہت جلد ان کو ختم کر دینا چاہیے تھا تو یہ بات ہے کیا کہتے ہو گندیشن کیا فارعہ ٹھیک کہہ رہی ہے ہاں سونا میرے خیال میں فارعہ بہت ذہین ہے اور گیت کے پاس ایسی کوئی بھی طاقت نہیں ہے جو ان کا ساتھ دے سکے اس لیے ہمیں کل والا کام آج ہی کرنا چاہیے۔

تمہارا کل والے کام سے مطلب کیا ہے سونا گندیشن کی بات سن کر حیرت سے بولی یعنی کہ ہمیں آج ہی ان پر حملہ کر دینا چاہیے بلکہ یہ رات کی تاریکی ہمارے لیے بہت ہی مفید رہے گی وہ سوئی ہوں گی اور ہم ان کی بے خبری سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان کی بنائی ہوئی محل نما سلطنت کو خاک میں ملا دیں گے یہ تم نے بہت پتے والی بات کی ہے اور میں اس بات پر راضی ہوں۔ بس بہت ہو گیا اب مجھے بھی فیصلہ کر دینا چاہیے اس دشمنی کو ختم کر دوں اور اس کو مار دوں یا خود ختم ہو جاؤں سونا جی تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو ہم بس ان پر حملے کی تیاری کریں گے گندیشن نے سوالیہ نظروں سے سونا کی طرف دیکھا ہاں گندیشن ہاں کچھ ہی دیر میں حملے کی تیاری کرو فارعہ بولی سونا کامیابی کے تو میں واپس اپنے دیس میں چلی جاؤں گی ہاں بالکل تم آزاد ہو پھر سونا نے مسکرا کر کہا اور کچھ ہی دیر میں وہ تینوں حملے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

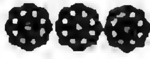


کچھ لمحے یوں ہی گزر گئے گیت ابھی تک کمرے کے اندر موجود تھی جیتو باہر ٹہل رہی تھی وہ دل ہی دل میں خاصی گھبرائی ہوئی تھی اس کا دل بری طرح سے گھبرا رہا تھا کیونکہ وہ محسوس کر رہی تھی کہ کچھ ہونے والا ہے اچانک کمرے میں سے گیت باہر نکلی اس کے ہاتھ میں شیشے کی بنی ہوئی ایک صندوق نما کوئی شے تھی جس کے اندر کوئی صاف وشفاف ہیرا رکھا ہوا تھا گیت یہ کیا ہے جیتو یہی تو وہ طاقت ہے جو صرف ایک بار ہم اس کو استعمال کر سکتے ہیں اور شاید یہ اتنا خطرناک ہو کہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہمارا سب کچھ بھی تباہ ہو جائے جیتو حیران رہ گئی غلام طاقتیں تو کبھی بھی اپنے آقاؤں کو تباہ نہیں کرتیں ہاں جیتو تم ٹھیک کہہ رہی مگر یہ ان طاقتوں سے ذرا مختلف ہے اس طاقت کو ہم دشمن کے علاقے میں استعمال کریں گے اور یہ دشمنوں کے لیے زہر کی گولی کی حیثیت رکھتا ہے دشمنوں کو ختم کرنے کے بعد یہ طاقت ختم ہو جائے گی اور نہیں یہ طاقت اپنے علاقے میں استعمال کریں تو تو پھر شاید ہم بھی نہیں رہیں گے گیت کی اس بات پر جیتو حیران رہ گئی اور بولی وہ کیسے گیت وہ ایسے کہ یہ ایک زہریلا ہے جو سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گا ہمیں سونا کے علاقے میں اس صندوق سے یہ ہیرا نکالنا ہوگا مگر وہاں یہاں پر نہیں وہ گیت میرا دل بری طرح گھبرا رہا ہے ایسا لگ رہا ہے کہ کوئی انہونی ہونے والی ہے جیتو سنبھالو اپنے دل کو تمہارا دل ٹھیک دھڑک رہا ہے میں بھی اس انجان طوفان کو دیکھ رہی ہوں جیسے تمہارا دل محسوس کر رہا ہے

جیتو بولی چلو ابھی چلتے ہیں اور یہ طاقت ان پر استعمال کرتے ہیں اس قصے کو ختم ہی کر دیتے ہیں جیتو میری بات مانو تم آج سے آزاد ہو اپنے دیس چلی جاؤ کوہ قاف کیونکہ وہ لوگ یہاں پہنچنے والے ہیں اور خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ آج وہ ہمیں شکست سے دوچار کریں گے میں یہ خوفناک طاقت یہاں ان کے پہنچتے ہی ان پر استعمال کردوں گی جیتو کے آنکھوں میں آنسو آگئے چلی جاؤ میں کہتی ہوں جاؤ گیت چلائی نہیں گیت تمہیں میں تمہارے ساتھ مروں گی جیتو تم فضول میں وقت میں ضائع مت کرو میں جو تمہیں کہہ رہی ہوں وہی کرو ورنہ میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی۔

گیت نے جیتو سے کہا ٹھیک ہے گیت میں جا رہی ہوں مگر میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی اور اپنی اگلی نسلوں کو تمہاری کہانی ضرور سناؤں گی کیونکہ کوہ قاف کے بچے پریاں اور انسانوں کی کہانیاں سن کر بہت خوش ہوتے ہیں جیتو کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ گیت کے گلے لگ گئی اس کے بعد جیتو وہاں سے غائب ہوگئی اس کے جانے کے کچھ دیر بعد اچانک سونا گنڈیشن اور فارعہ کے ساتھ گیت کے گھر نمودار ہو گئے اور ہر چیز کو آگ لگا دی گیت نے شیشے کے صندوق کو کھولا اور وہ ہیرا فرش پر زور سے مار دیا وہ ہیرے کے ٹوٹتے ہی پورے گھر میں دھواں بھر گیا سونا گنڈیشن اور فارعہ بھیانک قہقہے لگانے لگے اور گیت کے آمنے سامنے نمودار ہو گئے اس دھویں نے آتش فشاں کے لاوے کی شکل اختیار کی اور آگ سے جلتی ہوئی ایک جہنمی بلا اس لاوے میں سے نکلی سونا اور اس کے ساتھی جو قہقہے لگا رہے تھے وہ اس بلا کو دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگے بلا نے اپنے ایک ہاتھ میں گنڈیشن کو پکڑ لیا۔ اور دوسرے ہاتھ میں فارعہ کو اور دونوں کو بیک وقت اپنے منہ میں ڈال لیا وہ دیو قامت بلا سونا کی طرف بڑھی آگ کی تپش سے سونا کی جلد کالی پڑ گئی تھی۔

سونا ایک دم غائب ہوگئی گیت حیران رہ گئی مگر بلا نے ایسا کیا کمال کر دکھایا کہ غائب سونا آگ کے شعلوں میں جھلستی ہوئی نظر آنے لگی اور اس کی چیخیں زمین کو ہلانے لگیں اس خونی بلا نے اگلے لمحے اپنے منہ سے آگ کا لاوا اگل دیا اور اس لاوے نے پورے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا گیت کے بال آگ کی شدت سے جل گئے تھے اور کچھ ہی دیر میں وہ بھی آگ کی لپیٹ میں آگئی مگر حیرت انگیز طور پر وہ پرسکون کھڑی تھی کچھ گھنٹوں کے بعد وہ بلا غائب ہوگئی اور تمام آگ بجھ گئی اس کھنڈر نما مکان میں دو ڈھانچے پڑے ہوئے تھے جو آگ کی شدت سے سیاہ پڑ چکے تھے۔



سنہرے موتی

ا خلوص وہ جذبہ ہے جس کے سامنے دشمن بھی برف کی طرح پگھل جاتا ہے جس طرح پھول خوشبو کے بغیر بیکار ہے اس انسان کی زندگی بغیر کسی مقصد کے بیکار ہے۔

ا انسان کی زندگی ایسے دھارے کی مانند ہے جسے انسان اپنی مسلسل کوششوں سے چمکا سکتا ہے۔

ا اس پھول کی مانند رہنا سیکھو جو صرف کلیوں سے ہی نہیں بلکہ کانٹوں سے بھی پیار کرتا ہے۔ ہمیں اپنی کمزوریوں پر نظر رکھنی چاہئے کیونکہ یہی کمزوریاں آگے چل کر ہماری ناکامیوں اور زوال کا بڑا سبب بنتی ہیں۔

ا سب کچھ کھونے کے بعد بھی اگر آپ میں حوصلہ ہے تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے کچھ نہیں کھویا۔

ا عارضی خوشی کی خاطر دوسروں کے دلوں کو چھلنی نہ کرو۔

☆.....محمد علی رضا منیر شاہد-لاہور



اچھی باتیں

c انسان دنیا میں تنکے کی طرح بہہ جانے کے لئے پیدا نہیں ہوا بلکہ اسے تو ملاح کی طرح موجوں کا مقابلہ کرکے دریا پار اترنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

c ستارے آسمان کا زیور ہیں اور تعلیم یافتہ انسان زمین کی زینت ہیں۔

باڈی گارڈ

---تحریر: سکندر حبیب گجر۔ سیالکوٹ۔ 0344.6458695

لگتا ہے کوئی لڑکی مصیبت میں ہے میں دیکھتا ہوں سلمان وہاں سے چلتا ہوا ہال میں آ گیا جہاں پر کوئی بھی نہ تھا حویلی میں پھر سے وہی خاموشی چھا گئی صرف سلمان کو اپنے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی مسٹر کلو دفا دو اس نے درمیانی آواز میں کہا اس کی حویلی کے کونوں سے ٹکرا کر واپس اس کی سماعت سے ٹکرائی وہ دونوں پتہ نہیں کہاں چلے گئے ہیں معا بعد اسے ہلکی سی کسی لڑکی کی ہنسی سنائی دی اس نے گھوم کر اطراف میں دیکھا مگر خالی حویلی اس کا منہ چڑھا رہی تھی۔ یک لخت اسکے ذہن پر یہ بات ابھری کہ یقیناً بوس اور کلو ویمپائر ہیں اور وہ تینوں ان کے جال میں پھنس چکے ہیں۔ یکدم کیے بعد دیگرے چیخ سنائی دی اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی بلاشبہ ہما اور ثنا کی آواز تھی۔ اس نے ان کی طرف دوڑ لگا دی ابھی وہ اس کمرے سے پیچھے ہی تھا کہ ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا اور کسی نے اس پر چھلانگ لگا دی وہ نیچے گر پڑا اور اس کے اوپر وہ انسانی وجود۔ اس نے دھکا دے کر اس وجود کو پیچھے دھکیلا اور تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا وہ وجود اس سے پہلے اٹھ چکا تھا وہ چوبیس پچیس سال ایک خوبصورت لڑکی تھی جس کے پیلے بال کندھوں پر پھیلے ہوئے تھے ہونٹ سرخ اور سامنے والے دو دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے شکل سے وہ بڑی دکھائی دے رہی تھی سلمان کمرے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس نے پیچھے سے اسے پکڑنے کی کوشش کی اس نے لڑکی کو پکڑا اور دیوار پر دے مارا خود کمرے کی طرف دوڑ لگا دی لڑکی جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے پیچھے بھاگی دروازے کے قریب جا کر اسے پھر پکڑ لیا مگر سلمان کے چھننے والے ہاتھوں نے اسے نیچے پر پچھاڑ دیا اندر داخل ہوا تو کلو ہاتھ میں دو دھاری خنجر لیے ہما اور ثنا کو خوفزدہ کر کے کہیں لیجانے کے درپے تھا وہ دونوں بھی ہوئی ایک کونے میں کھڑی تھیں سلمان نے اس قدر زور سے ٹانگ کلو کے پیٹ میں ماری کہ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔ اس نے لپک کر خنجر اٹھایا وہ دونوں دوڑ کر سلمان سے لپٹ گئیں ہما ثنا جلدی نکلو یہاں سے یہ سب ویمپائر ہیں خون آشام اس نے انہیں کمرے سے باہر نکلنے کو کہا ہما نے ثنا کا ہاتھ پکڑا اور باہر کی طرف تیزی سے قدم بڑھا دیئے کلو اٹھا اور سلمان کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر ٹھٹک گیا وہ خنجر لہراتا ہوا باہر نکل گیا دروازے پر وہ لڑکی کھڑی تھی مگر سلمان کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر وہ بھی رک گئی۔ جلدی کرو ہما بھاگو یہاں سے پھر ان تینوں نے باہر کی طرف سرپٹ دوڑ لگا دی لیکن حویلی کے داخلی دروازے پر انہیں رک جانا پڑا بوس مارک بیبزی وہاں پر کھڑا تھا۔ رک جاؤ میرے بچو ہم ویمپائر ہیں جو سورج کی روشنی میں گھوم پھر سکتے ہیں لہذا یہاں سے بھاگنا تم لوگوں کے لیے مفید نہیں ہے بے کار ہے ہما اور ثنا کی رگوں میں ایک بار پھر سنسنی پھیل گئی۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

اے کاش کہ میں تا حیات تمہیں اسی طرح دیکھتا رہوں تیرے چہرے کا دیدار کرتے کرتے
میری آنکھ بھی جھپکے تیری صورت میری آنکھوں میں اتنی بس جائے جیسے پتھر پر لکھی ہوئی تحریر ہو میرے

دل کے مندر میں تیرے حسن کی دیوی ہو جس کی میں ہر روز پوجا کروں صبح دیکھوں اور شام ہو جائے اور شام دیکھوں تو صبح ہو جائے آسمان کی طرف دیکھوں تو تو نظر آئے زمین کی سرخ مٹی میں دیکھوں تو تو دکھائی دے چاند کی چاندنی میں تو ہو پھولوں میں خوشبو میں تو ہو تاروں کی رونق میں تو ہو شبنم کے قطروں میں تو ہو بارش کے رِم جھم میں تو ہو کوئل کی کوکو میں تو ہو سورج کی کرنوں میں تو ہو ہوا کی مستی میں تو ہو بادل کی گرج میں تو ہو بجلی کی کڑک میں تو ہو بہتی ہوئی آبشار میں تو ہو ساگر کی گہرائی میں تو ہو پہاڑ کی چوٹی میں تو ہو سردی کی لہر شدت میں تو ہو۔ گرمی کی تپش میں تو ہو پرندوں کی بولیوں میں تو ہو پتوں کی کھنکناہٹ میں تو ہو درختوں کی ہریالی میں تو ہو دھکتے جالوں میں تو ہو رات کی تنہائی میں تو ہو خوشی کی لہر میں تو ہو سانس میری چلے زندگی تیری ہو آنکھ میں میری کھلے صورت تیری ہو دائیں دیکھوں تو جھلک تیری ہو بائیں طرف دیکھوں تو مسکراہٹ تیری ہو صبح اٹھوں تو چہرہ تیرا دیکھوں شام کو آؤں تو تو نظر آئے رگوں میں دوڑتے خون کے ایک قطرے میں نام تیرا ہو میری آنکھوں کی روشنی میں تو ہو میرے دل کی رونق تو ہو مجھ پر حکم چلانے والی مہارانی تو ہو تو س وقزح کے رنگوں میں تو ہو میری دھڑکن تو بن جائے میری سانسوں میں تو سما جائے اور تو مجھ میں سما جائے میں تیرا ہوں اور تو میری۔ اے کاش تو صرف میری ہو۔

او ہیلو۔ مسٹر سلمان کہاں گم ہو وہ کافی دیر سے اپنے سامنے بیٹھی ہوئی ہما کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھا تھا اس کے ملکوتی چہرے اور بے مثال حسن کے نظاروں میں اس قدر محو تھا کہ اسے آس پاس کی کوئی فکر نہ تھی۔

اوں۔۔آں۔ہاں۔ ہما کے پاس بیٹھی ہوئی سحر کی آواز نے اسے سوچوں کے بھنور سے نکال دیا کہیں گم نہیں تھا وہ بس میں یہ بمشکل اتنا ہی بول پایا اور پھر ہما کی طرف دیکھنے لگا۔

اب ہم سے کیا چھپانا مسٹر سلمان جب سے ہم یہاں بیٹھے ہیں تم صرف ہما کی طرف ہی دیکھ رہے ہو سحر نے ہونٹوں پر تبسم بکھیرا۔

کیوں جی ہمارے چہرے میں ایسا کیا جو آپ باولے ہوئے جا رہے ہیں۔ ہما نے سلمان کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ اس نے سر اٹھا کر ہما کی طرف دیکھا پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی

ہمیں مت روکو اپنے دیدار سے
کبھی باز نہیں آتے عاشق پیار سے

یہ اس کے دل کی آواز تھی جو زبان تک نہ آسکی۔

اچھا دیدار یار بعد میں کرتے رہنا پہلے مما سے تو مل لو وہ ہمارا ویٹ کر رہی ہوں گی سحر نے سلمان کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں مسکرا دی۔ سلمان کے لیے یہ بات باعث حیرانگی تھی کہ اسے کیسے پتہ چلا میرے دل کی بات کا علم کیسے ہو گیا۔ وہ الجھی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا پھر وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں بادل نخواستہ اسے بھی اٹھنا ہی پڑا اور ان کے پیچھے قدم بڑھا دیئے۔

سلمان کی ہما سے ملاقات اسلام آباد کے مشہور پارک جناح پارک میں ہوئی تھی وہ اپنے دوست خاور کے ساتھ عید کی چھٹیوں میں اسلام آباد آیا تو وہ گھومنے کے لیے جناح پارک میں گئے۔

واہ یار کتنا خوبصورت پارک ہے خاور جھومتے ہوئے بولا تم ذرا یہاں پر بیٹھو میں ذرا گھوم کر دیکھ لوں سلمان سامنے انتظامی بینچ پر بیٹھ گیا اور خاور وہاں سے ہٹ گیا اسلام آباد میں وہ کئی بار آ چکا تھا اس لیے اس نے یہ پارک کئی بار دیکھی تھی خاور پہلی بار یہاں آیا تھا اس لیے گھومنے نکل گیا اس نے جیب سے

موبائل نکالا اور اس کی مصروفیت بڑھ گئی۔

ہیلو ایکسکیوزمی۔ میں کیا یہاں آپ کے ساتھ بیٹھ سکتی ہوں ایک دلفریب من موہنی آواز نے اسے تمام تر مصروفیات سے باہر نکال دیا۔

اس نے نظر اٹھا کر اپنے مدمقابل حریف کو دیکھا وہ ایک چوبیس پچیس سال کی حسین وجمیل دوشیزہ تھی جس کا دلنشین چہرہ سنگ مرمر کی بنی ہوئی مورتی جیسا تھا نگینہ عقیق کی طرح آنکھیں اور زمرد پتھر سے تخلیق کئے ہوئے اس کے ہونٹ سنہرے کھلے ہوئے بال اس کے شانوں پر پڑ رہے تھے جیسے اس نے سونے کا تاج پہنا ہو۔

سبحان اللہ۔ غیر ارادی طور پر اس کے ہونٹوں سے برجستہ نکل گیا اور بغیر پلکیں جھپکے اسے تکنے لگا کیا کوئی اتنا بھی خوبصورت ہوسکتا ہے اس کے اندر سے آواز ابھری اور سوچوں کی سرحدیں توڑنے لگی

کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔ اس لڑکی کی آواز نے مزید اسے خواب غفلت سے بیدار کردیا۔

جی۔۔وہ۔۔ میں۔ ہاں بیٹھ جائیں مجھے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے اس کی آواز نے بمشکل اس کا ساتھ دیا۔

تھینکس۔ اتنا کہہ کر لڑکی اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ وہ اب بھی ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھے جا رہا تھا لڑکی نے ایک نظر اس پر ماری پھر اپنے پرس سے موبائل نکال کر اس میں محو ہوگئی چند لمحوں بعد اس نے نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ ابھی تک اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہیں آپ لڑکی نے پوچھا۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ کیا کوئی اتنا بھی خوبصورت وحسین ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا جواب میں وہ لڑکی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

ویری نائس باتیں اچھی کرلیتے ہیں آپ۔ اچھا آئی ایم ہما۔ ہما لڑکی نے اپنا سڈول نازک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

سلمان۔ سلمان اعظم اس نے گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دبا کر جواب دیا۔

اوہ بڑا اونچا نام ہے آپ کا وہ مسکرائی۔

بس جو رکھ دیا وہی چلے گا ناں لیکن ہم اتنے اونچے نہیں ہیں بس نام ہی اونچا ہے وہ بولا۔

اچھا آپ کہاں سے ہیں آپ۔ پنڈی اسلام آباد کے تو لگتے نہیں۔ آئی تھینک۔ لڑکی بولی۔

آپ کا خیال درست ہے ہم سیالکوٹ سے آئے ہیں سیر وتفریح کے لیے میرے ساتھ میرا دوست بھی آیا ہے خاور۔ وہ سامنے گھوم رہا ہے اس نے سامنے اشارہ کیا جہاں خاور ایک چھوٹے سے بچے کی دلجوئی کررہا تھا۔ اور آپ۔۔ سلمان نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

ایچولی۔ میں انگلینڈ میں ہوتی ہوں وہاں کی ہمیں نیشنلٹی میسر ہے میں وہاں سٹڈی کرتی ہوں میرے دو بھائی بھی وہاں ہوتے ہیں ایک ڈاکٹر ہے اور ایک جیٹ پائلٹ میں اپنے بھائیوں کے پاس ہوتی ہوں۔

یعنی آپ یو کے نیشنلٹی ہولڈر ہیں۔ وہ بولا۔

جی ہاں جناب میں یہاں عید کی چھٹیاں گزارنے آئی ہوں اور تقریباً دو ماہ یہاں پاکستان میں ہی ہوں وہ ابھی میں اور میری سسٹر یہاں پارک میں آرہی تھیں کہ اس کی ایک دوست مل گئی وہ اسے چھوڑنے گئی ہے اسکے گھر اپنی گاڑی میں ابھی آتی ہوگی تم ملوگے میری سسٹر سے سحر نام ہے اس کا لاکھوں میں ایک ہے وہ ہما نے ابھی بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کے موبائل کی بیل جاگ اٹھی لو سحر کا ہی فون ہے کتنی عمر ہے اسکی اس نے سلمان کی طرف دیکھا اور موبائل کان پر لگالیا۔

سحر جہاں پر تم کھڑی ہو وہاں سے ناک کی سیدھ میں آجاؤ میں سامنے بیٹھی ہوئی ہوں سلمان

کے ساتھ ہما بولی۔

یہ سلمان کون ہے۔ سحر نے پوچھا۔

ہے ناں کوئی۔ تم آؤ تو تمہیں بتاتی ہوں۔ ہما نے جواب دیا۔

ا ہاں تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا ہے بلیک ڈریس ںا کوئی لڑکا میں نے دیکھ لیا ہے میں ابھی آتی ںں پھر دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا۔

یہ سحر بھی آپ کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

نہیں یار وہ یہاں رہتی ہے ماما کے پاس انکے پاس بھی تو کوئی رہنا چاہئے ناں اور پھر اسے انگلینڈ کا ماحول بھی اچھا نہیں لگتا۔

اسلام علیکم۔ اچانک اس نسوانی شریں آواز نے سلمان کی توجہ ہما سے ہٹا کر اپنی طرف مبذول کر لی اسے ایسا لگا کہ جیسے ہما نے ہی بات کی ہو انکے پاس [illegible] کھڑی تھی وہ تمام تر ہما کی کاپی رائٹ تھی اور انکی آواز بھی کافی مشابہت رکھتی تھی سلمان تو جیسے پلکیں جھپکنا ہی بھول گیا اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ پریوں کے دیس میں آ گیا ہو جہاں حسن کی ندیاں ہر سو بہہ رہی ہوں اور اس کے گرد پریاں اپنا رنگین ناچ دکھا رہی ہوں اگر ہما سونا تھی تو سحر ہیرا تھی۔

سحر ان سے ملو یہ ہیں سلمان اعظم۔ سیالکوٹ سٹی سے آئے ہیں گھومنے کے لیے وہ بولی۔

ہائے سحر نے مدبرانہ سے لہجے میں کہا۔

ہائے سلمان نے جواب دیا پھر وہ تینوں آپس میں اس طرح گھل مل گئے جیسے برسوں سے ایک دوسرے کے آشنا ہوں اسی اثنا میں خاور بھی ان کے پاس آ گیا اور سلمان نے اس کا تعارف بھی ان سے کروا دیا کچھ دیر بعد خاور اور سلمان ان دونوں کو ہائے کہہ کر واپس آ چکے تھے انہیں اپنے شہر کے لیے روانہ ہونا تھا سیالکوٹ سے اسلام آباد کا سفر تقریبا ۔ار گھنٹے کا ہے۔

انہیں سیالکوٹ آئے ہوئے کافی دن ہو چکے تھے۔ مگر اس دوران ہما اور سلمان کی آپس میں فون پر اکثر بات ہوتی رہی اس دن جب وہ ہما سے بات کر کے اپنے کمرے میں لیٹا ہی تھا کہ اسے ایک مکمل کی طرح ملائم نسوانی ہنسی سنائی دی۔ اس نے اٹھ کر ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی نہ تھا اس نے اپنا وہم سمجھا اور دوبارہ لیٹ گیا ایک بار پھر اسکی سماعت سے ہنسی کی آواز سنائی دی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اسے یہ ہنسی کچھ مانوس سی لگی وہ دیوانہ وار کمرے میں نظریں دوڑانے لگا اچانک اس کی نظر سامنے بڑے سے آئینے پر پڑی آئینے میں اسے ایک عکس نظر آیا وہ چلتا ہوا آئینے کے روبرو کھڑا ہو گیا اس عکس کو ٹکٹکی باندھ کر حیرانی سے دیکھنے لگا۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔ وہ عکس مسکرایا۔

کک۔ کچھ نہیں۔ مگر ہما۔ تم یہاں پر کیسے۔ وہ بھی اس آئینے میں۔

ارے پاگل میں تو تمہارے دل میں ہوں تمہاری رگ رگ میں ہوں تمہاری سوچوں میں ہوں تمہارے خیالوں میں ہوں تمہاری شریانوں میں دوڑنے والے لہو میں ہوں تمہاری ہر جگہ آس پاس صرف میں ہی تو ہوں وہ دیکھو۔ عکس کی بات سن کر وہ پاگلوں کی طرح کمرے کی دیواروں کو گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ جہاں سے ہر جگہ ہما کا عکس ہی نظر آیا جو اپنی ملائم مسکراہٹ اس پر نچھاور کر رہی تھی۔ او خدایا یہ مجھے کیا ہو رہا ہے وہ سر تھام کر بیڈ پر بیٹھ گیا پھر وہ شب اس نے کروٹیں بدل کر بڑی مشکل سے گزاری ہما کی ملائم ہنسی اور سنگ مرمر کے گلابی چہرے نے ایک پل کو اس کی آنکھ نہ لگنے دی۔

صبح جب وہ اٹھا تو اس کی طبیعت بوجھل بوجھل اور آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں اس نے ٹھیک طرح سے ناشتہ بھی نہ کیا بے چینی اور گھبراہٹ اس پر دوڑے ڈال رہی تھی کچھ دیر بعد خاور اس کے پاس موجود

تھا۔

سلمان کیا بات ہے تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی ہے چہرہ سب بتا رہا ہے خاور نے پوچھا۔

یار کیا بتاؤں طبیعت واقعی خراب ہے پھر سلمان نے ساری علامتیں اسے بتا دیں۔

او یار واقعی یہ بہت خطرناک بیماری ہے جس سے بچنا بہت مشکل ہے۔

خاور نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اس کے ہونٹوں پر ایک شرارت تھی اور آنکھوں میں مستی۔

یار کچھ کرو ورنہ بہت گڑبڑ ہو جائے گی کہیں میں پاگل ہی نہ ہو جاؤں سلمان بولا۔

ہوں۔ خاور نے سر ہلایا۔ اس بیماری کا علاج تو صرف ڈاکٹر زاہد کے پاس ہے چلو اس کے پاس چلتے ہیں ڈاکٹر زاہد ایک اچھا معالج ہونے کے ساتھ ان کا گہرا دوست بھی تھا کچھ دیر بعد وہ ڈاکٹر کے کلینک میں تھے۔

ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ دوست سلمان ذہنی طور پر بیمار ہے اسے وہ بیماری لگ چکی ہے جو بہت خطرناک ہے اور مہلک بھی۔ خاور نے بتایا۔

ہاں تو سلمان صاحب آپ کیا محسوس کرتے ہیں آپ کیا محسوس کرتے ہیں آپ کی ذہنی کیفیت کیا ہے ڈاکٹر نے اسے اپنے پاس بیٹھا لیا۔

بس ڈاکٹر صاحب کیا بتاؤں ہر وقت ایک لڑکی کا عکس میرے اعصاب پر چھایا رہتا ہے مجھے ہر جگہ وہی لڑکی نظر آتی ہے سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے بس وہی دکھائی دیتی ہے ہر وقت بے چینی سی چھائی رہتی ہے بھوک نہیں لگتی نیندیں اڑ چکی ہیں بستر پر کروٹیں بدلنے کی عادت ہو گئی ہے ساری رات چھت کو گھورتا رہتا ہوں بس پاگل سا ہو گیا ہوں۔ سلمان نے اپنی کیفیت بتا دی۔

او۔ خاور کی بات تو واقعی صحیح ہے آپ کو تو بہت خطرناک بیماری لگ چکی ہے جس کا جلد از جلد اور اک کرنا بہت ضروری ہے زاہد بولا۔

ویسے یار یہ بیماری ہے کیا مجھے کچھ بتاؤ ناں۔ سلمان نے خاور کے چہرے پر نگاہیں گھماتے ہوئے ڈاکٹر زاہد کی طرف مرکوز کر لیں۔

میرے بھائی تمہیں پیار ہو گیا ہے محبت ہو گئی ہے عشق ہو گیا ہے اس لڑکی سے جس کا تم عکس دیکھتے ہو ڈاکٹر کی بات پر خاور نے بھی تائید کی۔

نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ تم دونوں پاگل ہو گئے ہو وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ پیار اور مجھے ۔ ناممکن۔۔۔

میرے بھائی یہ ساری علامتیں پیار محبت کی ہی ہیں جو تم نے ہمیں بتائیں ہیں تمہیں واقعی پیار ہو گیا ہے اس لڑکی سے ڈاکٹر زاہد نے زور دے کر کہا۔

تو خود پاگل ہے اور ہمیں بھی پاگل کر دے گا۔ چل خاور یار یہاں سے اس نے خاور کا بازو پکڑ کر قدرے کھینچ کر باہر لے آیا۔

سلمان زاہد ٹھیک کہہ رہا تھا تمہیں واقعی محبت ہو گئی ہے خاور بولا۔

کیا تم بھی اس کی باتوں میں آ گئے ہو یار مجھے پیار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں پیار کر ہی نہیں سکتا۔ اور وہ بھی ہماسے نو۔ نو۔ سلمان نے نفی میں سر ہلایا۔

نہ مانو لیکن جلد ہی تمہیں اس بات کا احساس ہو جائے گا سمجھے خاور نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

رات کے دو بج چکے تھے اور وہ ابھی تک ٹکٹکی باندھے چھت کو گھورے جا رہا تھا نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی خاور اور زاہد کی باتیں ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں تمہیں پیار ہو گیا ہے تمہیں پیار ہو گیا ہے۔ تمہیں پیار ہو گیا ہے۔ او نہیں وہ یکدم کانوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اس کا سانس دھونکنی کی طرح تیز چل رہا تھا اور دل کی دھڑکنیں کسی

لڈگی کی طرح بج رہی تھیں ان دونوں کی باتیں زہر بن کر اس کے کانوں میں گھلتی جا رہی تھیں۔ تبھی اسے سامنے آئینے میں ہما کر مسکراتا ہوا عکس نظر آیا وہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھ گیا۔

ہما کیا یہ سچ ہے جو میرے دوست کہہ رہے ہیں کیا واقعی مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے وہ عکس سے مخاطب ہوا۔

ہاں سچ ہی تو کہہ رہے ہیں وہ اگر تمہیں مجھ سے پیار نہ ہوتا تو تمہیں میرا عکس کبھی بھی دکھائی نہ دیتا عکس مسکرایا۔

مگر ہما میں ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ میرے خیال میں یہ سب بکواس ہے صرف ٹائم پاس کرنے کا ایک بہانہ ہے وہ بولا۔

ٹائم پاس لوگوں کی بے چینیاں نہیں بڑھتی انہیں در و دیوار پر عکس دکھائی نہیں دیتے۔ اپنے ضمیر سے پوچھو کیا یہ سچی محبت ہے یا ٹائم پاس عکس کی آواز نے اسے ...وہاں سے ...کرا دیا۔

اس نے نظریں جھکا کر پھر آئینے کی طرف دیکھا تو وہ آئینے میں کوئی نہ تھا وہ دوبارہ بستر پر لیٹ گیا۔ وہ اس بات کی تصدیق کے لیے تہہ تک پہنچ چکا تھا جب اسے ہر بات کا ہاں اور صرف ہاں میں ہی جواب ملا تو اسے واقعی یقین ہو گیا کہ اسے ہما سے محبت ہو گئی ہے خاور اور زاہد کی باتیں سچ نکلیں لیکن میں اس سے اظہار کیسے کروں اسے کیسے بتاؤں کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے وہ اپنے تئیں بولا ابھی تو میں نے اسے ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں ہے صرف فون پر بات ہوئی ہے اور وہ کیا سوچے گی وہ شاید اسے سنگین مذاق سمجھے اور پھر کیا وہ میری محبت کو قبول کرے گی نہیں مجھ سے اظہار محبت نہیں ہوگا ہاں نہیں ہوگا اس نے خود کو سمجھا کر جیسے تیسے نیند کے حوالے کر دیا۔

خاور تم سچ کہہ رہے تھے مجھے واقعی ہما سے پیار ہو گیا ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ دونوں حسب معمول باغ میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔

تو میری جان دیر کس بات کی ابھی اسے کال کرو اور بتا دو خاور مسکرایا۔

نہیں یار مجھ سے اظہار محبت کرنے کی ہمت نہیں ہے سلمان بے بسی سے بولا۔

ابے جب تک تو اسے بتائے گا نہیں تو اسے پتہ کیسے چلے گا چل چل موبائل نکال اور اسے ابھی کال کر شاباش جلدی کر خاور نے اس کے کندھے پر چست لگائی۔

نہیں یار چھوڑو رہنے دو مجھ سے یہ سب نہیں ہوگا اس نے گلوخلاصی کروانا چاہی۔

اونے ادھر کر موبائل میں خود ہی کرتا ہوں خاور نے جھپٹا مار کر موبائل اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور ہما کا نمبر اوپن کر کے ڈائل کر دیا لے بات کر بل جا رہی ہے اس نے سلمان کی طرف موبائل بڑھایا۔

نہیں نہیں خاور یار رہنے دو سلمان بولا۔

چل بات کر ورنہ۔۔۔ خاور نے آنکھیں نکالیں بادل نخواستہ اس نے موبائل کان سے لگا لیا۔

ہیلو کیسے ہو سلمان دوسری طرف سے ہما کی من موہنی آواز بلند ہوئی۔

وہ۔ میں۔۔۔ وہ اس سے بس اتنا ہی کہا گیا۔

وہ میں کیا۔ ہاں آگے بھی تو کچھ بولو ہما بولی۔

وہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ دھیرے سے بولا۔

ہاں۔ ہاں بولو میں سن رہی ہوں اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

وہ۔ وہ۔ میں اس کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔

کیا وہ وہ میں میں لگا رکھا ہے سیدھی طرح بات کرو ناں جو کرنی ہے کیا ہو گیا ہے تمہیں سلمان ہما سنجیدہ انداز میں بولی۔

وہ میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ مجھے آپ سے ملنا ہے اس کے منہ میں جو آیا کہہ دیا۔

او تو اتنی چھوٹی سی بات کے لیے اتنی شرم۔۔وہ ہنسی تو جب جا ہو ملنے ہو آ جاؤ اسلام آباد پھر ایک دو بات کرنے کے بعد رابطہ منقطع ہو گیا۔

ارے یار تم بھی ناں۔ خاور نے اپنا سر پیٹ لیا اور دو تین ہنٹر اس کے کندھے پر رسید کر دیئے اسے بتانا تو یہی تھا۔

رہنے دو یار مجھ سے نہیں ہوتا اب چھوڑو اس بات کو سلمان نے اسے مزید بات کرنے کا موقعہ نہ دیا۔

موبائل کی بیل کافی دیر سے ہو رہی تھی لیکن سلمان کی نیند پر کوئی تاثر نہیں چھوڑ رہی تھی دن کے نیا وہ تھکے رہے تھے وہ ابھی تک گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہا تھا پھر دوسری کروٹ بدلتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ موبائل بج رہا ہے اس نے آنکھیں کھولے بغیر ریسیو کر کے کان سے لگا لیا۔

ہیلو سلمان کہاں مر گئے تھے تم میں کب سے فون لگا رہی ہوں ہما کی قدرے غصے والی آواز سن کر وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔

وہ میں سو رہا تھا یار اس نے منہ پھاڑ کر جماہی لی اس کی نیند بھاگ چکی تھی۔

یہ کوئی ٹائم ہے سونے کا۔اچھا تو میں اور سحر نے تمہارے بارے میں اپنی امی کو بتایا ہے کہ ہم نے سیالکوٹ سٹی سے ایک دوست بنا لیا ہے وہ تم سے ملنا چاہتی ہیں اب تم جلدی آ جاؤ یہ ہمارا حکم ہے بچہ۔وہ شاہانہ انداز میں بولی سلمان نے ایک دو دن میں آنے کا وعدہ کر لیا جب اس نے خاور کو بتایا کہ وہ اسلام آباد جا رہا ہے اور تمہیں بھی میرے ساتھ چلنا ہو گا لیکن خاور نے جانے سے معذرت کر لی اس کا خیال تھا کہ وہ اکیلے ہی جائے اور یہ مزید تاکید بھی کی

کہ ہما سے اپنی محبت کا اظہار بھی کرے تین دن کے بعد وہ اسلام آباد میں موجود تھا ہما کے کہنے پر وہ ایک عمارت میں بیٹھا ہوا تھا ہما اور سحر اس کے سامنے براجمان تھیں ہما کے چہرے پر اس کی نگاہیں جم چکی تھیں اور وہ اپنی محبت کا اظہار اپنے خیالوں کی پگڈنڈی پر کر رہا تھا جیسے زبان پر لانا اس کے لیے مشکل ترین تھا۔

وہ تینوں چلتے ہوئے ہما کی سفید نئی کرولا میں جا کر بیٹھ گئے ڈرائیونگ سیٹ ہما نے سنبھال لی اس کے ساتھ سحر اور پیچھے سلمان بیٹھ گیا کچھ دیر بعد گاڑی ایک عالی شان بنگلے کے گیٹ کے سامنے کھڑی ہارن بجا رہی تھی دوسرے ہی لمحے میں ایلیوز ھے سے ملازم نے گیٹ کھول دیا ملازم نے سیلوٹ کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا۔گاڑی اندر لان میں جا کر داخل ہو چکی تھی جہاں تین چار مزید گاڑیاں کھڑی تھیں سلمان نے گاڑی سے نکل کر فوراً جائزہ لیا جدید ترین دور کا بنا بنگلہ کسی وزیر اعظم کے ہاؤس سے کم نہیں تھا سنگ مرمر قیمتی لکڑی اور ڈائزین دار ٹائلز اس کی جدید تعمیرات کا منہ بولتا ثبوت تھا سامنے کیاریوں میں موتیا اور سرخ گلاب کے پھولوں کی مسحور کن خوشبو اور تر و تازگی انوکھا احساس دلا رہی تھی وہ ہما کی تائید میں ان کے ساتھ اندر داخل ہو گیا کچھ دیر بعد وہ سب لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے انٹی امی کا تعارف اس سے ہو چکا تھا وہ تو سیم تو سیم ہما کی کاپی تھیں بلکہ یہ کہنا بہتر ہو گا کہ ہما اور سحر انٹی کا پی تھیں آنٹی رخسانہ کی عادت بہت اچھی تھی ملنسار اور اپنائیت کی کیفیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ جب مودبانہ انداز میں اور شیریں لہجے میں بات کرتیں تو انکی اخلاقی شخصیت اور منہ سے رنگ برنگے پھول جھڑنے لگتے۔

سلمان بیٹا یہ دونوں بہنیں اکثر تمہاری باتیں

ترتی رہتی تھیں کہ ہم نے سیالکوٹ شہر سے ایک دوست بنایا ہے کہنے لگیں۔۔۔ ماما ہم آپ سے اپنے دوست کو ملوانا چاہتی ہیں تو میں نے کہا۔ ٹھیک ہے بیٹا جب دل چاہے ملاقات کروا دینا آنٹی رخسانہ کے لہجے میں انتہا کی چاہت تھی۔

بہت بہت شکریہ آنٹی آپ کا اور ہما سحر کا بھی۔ دل سے شکر گزار ہوں جو آپ بڑے لوگوں نے اس ناچیز کو اتنی عزت بخشی ورنہ آج کے دور میں تو اپنے بھی راستہ بدل کر نکل جاتے ہیں ویسے آنٹی آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کو ہما اور سحر جیسی بیٹیاں ملیں اور ہما اور سحر بھی بہت لکی ہیں کہ جو انہیں آپ جیسی ماں نصیب ہوئی۔

ہاں بیٹا جی بس اللہ کا شکر ہے بیٹیاں ہوتی ہی بہت نیک اور اچھی ہیں بیٹوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر ماں باپ کا احترام اور خدمت کرتی ہیں۔

ویسے آنٹی میرے خیال میں لڑکیوں سے زیادہ لڑکے نیک ہوتے ہیں سلمان کا انداز تمسخرانہ تھا۔

وہ کیسے بھئی۔ ہما بھویں تان کو بولی۔

وہ ایسے جی کہ جب کوئی لڑکا کسی خوبصورت لڑکی کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے سبحان اللہ ماشاء اللہ یعنی ان کے منہ سے اللہ کی تعریف نکلتی ہے اور لڑکیاں جواب میں جی ہیں کتا کمینہ حرامزادہ اب بولو لڑکے زیادہ نیک ہوتے ہیں یا لڑکیاں سلمان کی اس بات پر سب نے بلند قہقہہ لگایا۔

رات کافی بیت چکی تھی مگر ہما ابھی تک ایک میگزین کا مطالعہ کر رہی تھی۔

ہما جی کیا پڑھا جا رہا ہے اتنی رات گئے سلمان اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

یہ کوئی ہمارا رائٹر ہے۔ ہاں سلمان حبیب۔۔ اس کا آرٹیکل پڑھ رہی ہوں ہما نے میگزین کو الٹ پلٹ کر دیکھے بغیر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اچھا تو کیا لکھتا ہے۔ یہ سلمان حبیب ہمیں بھی تو کچھ پتہ چلے۔

ہوں۔ ہما نے میگزین سے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اچھا سنو سلمان حبیب لکھتا ہے۔ آ جاؤ او صنم اے میری زندگی کے مالک پھر چاند کھلا پھر رات بھیگی پھر دل نے کہا تیری ہے کمی پھر یادوں کے جگنو مہک اٹھے پھر پاگل ارمان بہک اٹھے پھر جنت سی لگی ہے زمین پھر دل نے کہا تیری ہے کمی پھر گزرے لمحوں کی یادیں پھر جاگی جاگی سی راتیں پھر پلکوں پر ٹھہر گئی نمی پھر دل نے کہا تیری ہے کمی لوٹ آ میرے صنم میرے زندگی کے مالک۔

واہ جی واہ کیا بات ہے سلمان نے داد الفاظ اس کی طرف پھینکے اچھا اور کیا لکھتا ہے سلمان حبیب۔

اچھا آگے سنو لکھتا ہے۔ کیا محبت کی تعریف کی ہے محبت چاند میں روشن محبت ہے فضاؤں میں بھی خوشبو کی صورت بکھرتی ہے ہواؤں میں محبت زندگی بھی ہے محبت بندگی بھی ہے محبت ہر خوشی بھی ہے محبت خوشبوؤں کے بہتے دریا کے کناروں میں محبت ریگزاروں میں محبت رنگ بھرتی ہے بہاروں میں نظاروں میں کسی سے آنکھ ملتے ہی دلوں کی یاد کا موسم ہما کی آواز اس کے کانوں سے اتر کر دل کی گہرائیوں میں چلی گئی اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ہما اس کے سامنے بیٹھی ہو اور وہ اپنی سچی محبت کا فلسفہ سمجھا رہا ہو محبت اجنبی لوگوں میں پہلے پیار کا موسم محبت تو ہمیشہ دل میں محو رقص ہوتی ہے محبت آئینے میں چاندنی کا عکس ہوتی ہے محبت وہ سمندر ہے جس میں ڈوب جائیں تو دلوں کو چین ملتا ہے محبت وہ پھول ہے جو صحرا میں بھی کھلتا ہے کبھی سینے میں دھڑکن کی طرح بے تاب ہے دیکھو محبت دل کی آنکھوں پر سہانا خواب ہے دیکھو زمین پر جس طرف

جائیں یا پہنیں آسمانوں پر یہ چندا یہ ستارے بھی اگر ہو دھول قدموں کی جیسے چاہیں اسے پائیں زمین کا زرہ ذرہ یا فلک تسخیر کرلیں مگر پھر بھی محبت ہے آرزو دل کی امبت ہے جستجو دل کی محبت آس ہے دل کی محبت پیاس ہے دل کی۔

او چھوڑو ہما یار یہ تمکس رائٹر کی تحریریں پڑھتی رہتی ہو پتہ نہیں یہ رائٹر کیسے بن گیا لکھنا تو کچھ آتا نہیں اسے سحر نے ہما کے ہاتھ سے میگزین چھین کر پرے پھینک دیا سلمان ہم لوگ جلد ہی لندن جا رہے ہیں گھومنے کے لیے تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے۔

سحر کی اس بات پر سلمان نے اس کی طرف دیکھا اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ اپنے کاغذات ہمیں بھجوا دینا تاکہ تمہارا ہمارے ساتھ ویزہ اوپن ہو جائے۔

ارے سحر جی بس بہت ہے آپ نے جو عزت دی کافی ہے آپ ہی جائیں میں نے کہاں جانا ہے آپ سے مل لیا بہت ہے۔ اس نے کہا۔

ارے جب ہم نے کہہ دیا کہ تم جانا ہے تو بس جانا ہے آئی سمجھ ہما لڑک لہجے میں بولی۔

ہاں تمہیں ہمارے ساتھ جانا ہی ہوگا سحر نے بھی زور دیا پھر ہماری دوستی کس کام کی۔

جیسے آپ کی مرضی۔ ان کا اصرار دیکھ کر سلمان نے ہتھیار ڈال دیئے۔

پھر وہ ایک دو دن وہاں رہا اور واپس آ گیا آتے ہی اس نے اپنے کاغذات وغیرہ ہما کو روانہ کردیئے پھر دو ہفتے کے بعد وہ ائیر پورٹ جانے کی تیاری کر رہا تھا خاور بھی اسے ائیر پورٹ تک چھوڑنے آیا تھا وہاں پر ایک دفعہ پھر خاور کی ملاقات ہما اور سحر سے ہوئی سحر نے کہا۔

اگر تم بھی ہمارے ساتھ چلتے تو کتنا اچھا تھا مگر اس نے ایک دفعہ پھر معذرت کر لی اس نے کہا۔

میں اور سلمان ایک ہی وجود کے مرکب ہیں آپ لوگ ہر پل مجھے اپنے پاس محسوس کرو گے وہ آپ کے ساتھ ہے تو سمجھو میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔

خاور سے گلے ملنے کے بعد وہ حصول بورڈنگ کے لیے تینوں اندر داخل ہو گئے آٹھ گھنٹے کے پر لطف اور خوشگوار سفر کے بعد وہ لندن پہنچ گئے لندن ائیر پورٹ پر ایک چنچل سی حسین دوشیزہ کھڑی تھی اس کے تیکھے نقوش نقش و نگار اس کے بارعب حسن پر چار چاند لگا رہے تھے ساتھ میں ایک خاتون بھی کھڑی تھی جن کی مشابہت ہما کی امی سے کافی حد تک ملتی تھی سلمان نے پہلے ہی نظر میں اندازہ لگا لیا کہ ہما کی خالہ ہے جنکے پاس وہ آئے ہیں اور ہما ان کے پاس ہی رہتی ہے۔

ہائے مونی۔ اس لڑکی نے ہاتھ اٹھا کر ہما کو اپنی طرف مائل کیا۔

مونی کی بچی تمہاری مذاق کرنے کی عادت نہیں گئی اب آ گئی ہوں میں تمہیں سیدھا کرنے پھر وہ تینوں انکی طرف بڑھے ہما اور سحر اس لڑکی اور اس خاتون سے بغل گیر ہوئیں ایک دوسرے کا حال چال پوچھنے کے بعد انہوں نے سلمان کا تعارف کروایا۔

یہ سلمان ہیں ہمارے دوست جن کے بارے میں ہم نے آپ کو بتایا تھا یہ بھی ہمارے ساتھ آرہے ہیں ہما بولی اور سلمان یہ ہماری خالہ ہیں جن کے ہاں میں ہوتی ہوں اور یہ میری کزن ثناء ہیں۔

ہیلو۔ ثنا نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

ہائے۔ جواب میں سلمان نے مصافحہ کیا۔

کیسے ہو بیٹا۔ آنٹی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا

اللہ کا شکر ہے اور آپکی دعائیں ہیں پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑے راستے میں ثنا ہما اور سحر سے ہنسی مذاق کرتی رہی کبھی کبھار وہ ایک آدھا فقرہ سلمان کی طرف بھی اچھال دیتی تقریبا آدھے گھنٹے بعد وہ لندن کے ایک بارونق علاقے میں بنے ہوئے

وسیع وعریض شاندار بنگلے پر جا پہنچے یہ بنگلہ بھی ہما کے بنگلے جیسا تھا براؤن گیٹ کھلتے ہی گاڑی اندر داخل ہو گئی لان میں جا بجا کئی رنگوں کی گاڑیاں نظر آرہی تھیں یہ بنگلہ بھی نئے دور کی آسائش وفن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت تھا کچھ دیر بعد وہ سب ہال میں بیٹھے گپ شپ لگا رہے تھے سلمان کا تعارف انکی آنٹی اور کزن سے ہو چکا تھا لیکن ابھی بہت سے لوگ پیچھے تھے سب سے پہلے انکے انکل گھر میں آئے جو ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے پھر قیصر اور یاسر سے اس کا تعارف ہوا جو ہما کے بھائی تھے۔اس کے بعد جس لڑکی سے وہ ملا اس کی عقل اور آنکھوں کو کئی جھٹکے لگے وہ بھی ثنا کی بہن صبا جو بالکل ایک جیسی دکھائی دیتی میں وہی چہرہ وہی آواز وہی شوخی وہی شرارتی انداز اگلے چند گھنٹوں میں وہ ان لوگوں میں اس طرح گھل مل گیا تھا جیسے اس فیملی کا حصہ ہو۔اس نے سن رکھا تھا کہ انگلینڈ میں کوئی کسی کا نہیں بنتا مگر اس کی تمام تر سوچیں بے بنیاد ثابت ہوئیں وہ اس قدر اچھی مخلص فیملی میں آ گیا تھا جیسے اپنوں میں ہو اپنوں سے بڑھ کر اسے وہاں عزت اور پیار ملا وہ اس باوقار اور بارعب فیملی سے بہت متاثر ہوا تھا۔

رات کافی دیر تک شغل ہنسی مذاق کا دور چلتا رہا

سلمان یار سنا ہے سیالکوٹ بھی بہت خوبصورت ہے وہاں میں گیا تو نہیں مگر پھر بھی کافی کچھ سن رکھا تھا اس کے بارے میں۔قیصر بولا۔

قیصر بھائی اصل بات تو یہ ہے کہ انسان کا اپنا دل خوبصورت ہونا چاہیے انسان کا ضمیر اس کا اخلاق اس کی عادات اس کی سوچ اگر پاکیزہ ہو وہ دوسروں کی دل سے عزت کریں انہیں اپنا سمجھے تو وہ اس کا ذرہ ذرہ بھی خوبصورت نظر آتا ہے اگر وہ آپ کی عزت نہ کرے آپ کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتا تو وہ کیا اس کا گھر اس کا شہر بھی آپ کو دنیا کا سب سے بدصورت دکھائی دے گا اب مجھے لے لیں میں نے صرف سنا تھا کہ لندن ایک خوبصورت شہر ہے لیکن اب میں جان گیا ہوں خوبصورتی وہاں نہیں اپنوں میں ہوتی ہے جو وہاں رہ کر بھی اپنوں کا خیال رکھتے ہیں میں اس قابل تو نہیں ہوں مگر جو عزت افزائی اور محبت آپ کی فیملی سے مجھے ملی ہے وہ تو آج اپنے سگے بھی نہیں دیتے خوبصورت یہ شہر نہیں خوبصورت آپ ہو اچھا یہ شہر نہیں اچھے آپ ہو۔

ارے یار کیوں شرمندہ کرتے ہو یاسر نے مسکرا کر کہا۔اپنے تو اپنے ہوتے ہیں چاہے وہ اپنی فیملی کے ہوں اپنے محلے کے یا اپنے وطن کے ہوتے تو اپنے ہی ہیں سچ پوچھیں تو کبھی کبھی اپنا وطن اپنا گھر بار بہت یاد آتا ہے اور دل چاہتا ہے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس پاکستان چلے جائیں لیکن یہاں پر رہنے والے پاکستانی بھی تو ہمارے ہیں جنہوں نے یہاں رہ کر بھی اپنے ملک کا نام زندہ جاوید کر رکھا ہے۔

ویسے ناں سلمان مجھے گاؤں کا ماحول بہت اچھا لگتا ہے یاسر کے چپ ہوتے ہی سحر بولی۔۔۔۔بہت سیدھے سادھے لوگ ہوتے ہیں وہاں کے بڑی عزت کرتے ہیں میری ایک دوست ہے گاؤں میں میں ایک دو بار گئی ہوں وہاں۔

سحر بات تو وہی آگئی ناں جو میں نے پہلے یاسر بھائی سے کہی تھی ہاں مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ گاؤں کے لوگ ایک خاندان کی دنیا پسند کرتے ہیں اور دوسروں کے دکھ درد کو اپنا سمجھتے ہیں یہ لوگ چاہت اور پیار کے بھوکے ہوتے ہیں لالچ اور بے رخی ان میں دور دور تک نہیں پائی جاتی ایک دفعہ وہ جسے اپنا کہہ لیں وہ بس ان کے ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس پر اپنی جان لوٹنے سے بھی دریغ نہیں کرتے یہ آخری جملہ اس نے ہما کی آنکھوں میں جھانک کر کہا جو اس نے محسوس تو کر لیا لیکن نگاہیں سلمان کو جھکانا پڑیں۔

سلمان چلو آج کسی ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے چلیں۔ دوسری شام ہما اور ثنا نے اسے آفر کی۔

جیسے آپ کی مرضی۔ اس نے جواب دیا پھر کچھ دیر بعد وہ سب گاڑی میں بیٹھ کر چل نکلے سحر اور صبا بھی انکے ساتھ تھیں لندن کے ایک پاکستانی ہوٹل میں جا پہنچے سب ایک ہی ٹیبل پر جا بیٹھے۔

کیا کیا کھاؤ گے دوستو۔ ہما نے باری باری سب کے چہروں کی طرف دیکھا۔

ارے موٹی ہم سے نہیں سلمان سے پوچھو مہمان یہ ہے۔ ہمارا ثنا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

سلمان صاحب بولیے ناں کیا کھانا پسند کریں گے بچائیے ہمارے سروں کے کیونکہ یہ تو پہلے ہی ہما کی پنا کھا چکی ہے۔

موٹی کی ماں میرا دماغ مت کھاؤ ورنہ چٹنی بنا کر کھا جاؤں گی ہما کی بھویں تن گئیں۔

ہاں سچ ہی تو کہہ رہی ہے میری بہن منہ ہی اتنا بڑا ہے کہ ایک ہی نوالے میں نگل جائے گی سحر ہنسی دہا کر ثنا کی طرف دیکھا۔

یار اتنا بڑا بھی نہیں جتنا آپ سمجھ رہی ہو صرف ریچھ جتنا ہے، ثنا پھر بولی۔

بھاڑ میں جاؤ تم سب اب اگر کسی نے کوئی بات کی تو قسم سے ساری پلیٹیں تمہارے سر پر مار توڑ دوں گی ہما نے پلیٹ ثنا کی طرف بڑھائی۔

اچھا اب یہ عالمی جنگ چھوڑو اور کچھ منگوا لو بڑی زوروں کی بھوک لگی ہے صبا نے مداخلت کی۔

سلمان یار بولو نا ورنہ انکی لڑائی ہاتھا پائی تک چلی جائیگی سحر نے کہا۔

مجھے تو وہی پسند ہوگا جو ہما کی پسند ہوگی اس نے ہما کی طرف دیکھا۔

او۔ سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا تو معاملہ اس حد تک جا چکا ہے اور ہمیں خبر نہیں۔ وائے صبا چیخی

اوکے یار ایسی کوئی بات نہیں ہم صرف اچھے دوست ہیں ہما چلائی۔

یہ مجھ سے بڑھ کر کون جانتا ہے سحر بڑبڑائی مگر ہما ویٹر کو آواز دے چکی تھی وہ سب کھانے میں معروف تھے کہ اچانک داخلی دروازے سے تین نوجوان اندر داخل ہوئے ان میں سے ایک نے زور سے ایک ٹانگ ٹیبل کو ماری لوگ ان کو دیکھ کر کانپ کر رہ گئے وہ ایک طرف ٹیبل پر بیٹھ گئے۔

سلمان تم کھانا کھاؤ ادھر ادھر کیوں دیکھ رہے ہو۔ ہما نے اس کی نگاہوں کا تعاقب کر لیا تھا اس نے نظریں تو جھکا لی تھیں مگر توجہ ان کی طرف ہی تھی۔

چلو بھئی کھانا تو کھا لیا اب کسی اور جگہ گھومنے چلتے ہیں ہما کی رائے پر سب اٹھ گئے جب وہ خارجی دروازے کے قریب پہنچے تو ان میں سے ایک لڑکے نے انہیں دیکھ کر سیٹی بجائی سلمان نے سر گھما کر ان کی طرف دیکھا اس کے اعصاب اکڑنے لگے۔

سلمان رک کیوں گئے۔ چلو یہاں سے ہما نے اس کی کلائی پکڑی۔ اور کھینچتی ہوئی اسے باہر لے گئی وہ اس کے بدلتے تاثرات سمجھ چکی تھی۔

اس کو یہاں آئے ہوئے پندرہ دن ہو چکے تھے اس نے پورے لندن کا گوشہ گوشہ دیکھ لیا تھا لیکن ایک خواہش ابھی بھی اس کے دل میں تھی وہ تھی۔ وہ تھی برٹش یونیورسٹی آف لندن کو دیکھنے کی جس میں ہما اور اس کی کزنز سٹڈی کرتی تھیں اس نے اپنی خواہش کا اظہار ہما سے کیا مگر اس نے ٹال دیا۔ لیکن ثنا زندہ باد وہ اسے اپنے ساتھ لے جانے پر بضد تھی۔

تم اور سحر ہمارے ساتھ چلو رہنے دو اس موٹی گائے کو۔

موٹی کی ماں آج میں تجھے نہیں چھوڑوں گی تمہارا خون پی جاؤں گی ہما اس کی طرف جھپٹی بھی

سلمان کی جیب میں موجود موبائل کی بل جاگ اٹھی ہما کو وہیں رک جانا پڑا۔

خاور کا فون ہے پاکستان سے۔اس نے ہما کی طرف دیکھا اور موبائل کان سے لگالیا۔

کیسے ہو میرے دوست۔خاور نے پوچھا۔

بہت مزے میں ہوں یار تم آجاتے تو بہت اچھا ہوتا۔سلمان نے کہا۔

اچھا ہما اور سحر کیسی ہیں۔وہ دوبارہ گویا ہوا۔

سب ٹھیک ہیں یہ لو بات کرلو۔ان سے اس نے موبائل ہما کو پکڑا دیا حال چال پوچھنے کے بعد اس نے موبائل سحر کو پکڑا دیا ساتھ ہی اللہ حافظ کے نعرے کے بعد رابطہ منقطع ہوگیا۔

یونیورسٹی وسیع وعریض رقبے پر پھیلی ہوئی تھی ایک عظیم عمارت تھی اس کی دنیا بھر کے طلبہ وطالبات کی تعداد دیکھ کر وہ انگشت بدنداں رہ گیا ہما شنا اور صبا نے سحر اور سکندر کا تعارف اپنے کئی دوستوں سے کروایا۔ وہ کھلے میدان میں گھوم رہے تھے کہ کسی لڑکی نے آواز دے کر ہما کو مخاطب کیا سب کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں جہاں سے براؤن ایک برٹش خوبصورت لڑکی بلیک پینٹ شرٹ میں دوڑتی ہوئی انکی طرف آرہی تھی

ہما تم کب آئی پاکستان سے۔اور ساتھ ہی اس سے بغل گیر ہوگئی۔

سلمان یہ میری سب سے بیسٹ فرینڈ مارگریٹ میری ہے۔ ہما نے اس کے کندھے پر اپنا بازو رکھ کر بتایا اسے اردو بولنے کا بہت ہی شوق ہے اور اس نے تم سے تھوڑا سیکھ بھی لیا ہے اب یہ بہتر اردو بول سکتی ہے میری۔میری یہ میری سسٹر سحر اور یہ ہمارے دوست ہیں مسٹر سلمان اعظم۔

ہیلو میری نے باری باری ان سب سے ہاتھ ملایا سکندر تو اس نیم سحر کے بارے میں تو میں جانتی تھی بٹ سلمان کا کبھی پہلے ذکر نہیں کیا تم نے میری ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

اس سے فرینڈ شپ ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ بیتا ہے سوچا یہاں آکر ہی تمہارا اس سے تعارف کروادوں گی یہاں آئی ہما بولی۔

اچھی بات ہے کیوں سلمان مجھ سے دوستی کروگے میری نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

موسٹ ویلکم۔اس نے ہاتھ بڑھا کر گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دبایا۔اس خوشی میں میری طرف سے آپ لوگوں کو پارٹی ہے چلو کہیں کینٹین میں چلتے ہیں میری نے ہما کا ہاتھ تھام کر اپنی بغل میں دبایا اور ابھی دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ سامنے داخلی گیٹ پر وہ رات والے تینوں لڑکے برآمد ہوئے۔انکی گاڑیاں ہولے ہولے راہداری پر چلنے لگیں راستے میں دو لڑکے کھڑے تھے لڑکے نے جھپٹ کر اس کی کیپ اتاری اور پھر وہ تینوں ان کی طرف بڑھنے لگے۔

کون ہیں یہ لڑکے کتنی لوگوں سے زیادتی کرتے ہیں۔یہ تو مکمل کھلا غنڈہ گردی ہے۔

ہاں سلمان تم نے سچ کہا ہے یہ یہاں کے غنڈے ہیں کوئی بھی ان سے نہیں الجھتا ہے۔صبا نے کہا۔ایک کا نام موتی ہے۔دوسرے کا نام چارلی ہے اور تیسرے کا نام بینی ہے اور پھر صبا نے ان کے بارے میں تفصیلاً بتایا۔سلمان کی آنکھوں میں خون اتر آیا وہ جو کوئی بھی تھا تھا تو ایک انسان ہی وہ کسی پر ظلم ہوتا ہوا کیسے دیکھ سکتا تھا۔

سلمان چھوڑو تم کہاں جارہے ہو۔ہما نے اس کا بازو پکڑنے کی کوشش کی۔

جب انسان انسانیت چھوڑ دے تو وہ خونخوار جانور بن جاتا ہے اور جب جانور بے قابو ہو جائے اور بھی درندگی پر اتر آئے تو اسے مار دینا چاہیے۔وہ ہاتھ چھڑا کر قدرے بھاگتا ہوا ان کی طرف بڑھا ہما اور شنا اسے آوازیں ہی دیتی رہ گئی۔مگر وہ رکنے والا

کب تھا کچھ دور جا کر اس نے مونٹی کو جا
پوچھا۔ وہاں پر موجود سب سٹوڈنٹ کی نظریں ان پر
تھیں کہ نجانے اب کیا ہونے والا ہے۔

ہو آر یو۔ چارلی نے کھا جانے والے انداز
میں کہا۔ تو سلمان کو غصہ آ گیا۔

تمہارا باپ۔ سلمان نے یہ الفاظ اس انداز
میں کہے تھے کہ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے
لگیں ہاہاہا پھر انہوں نے قہقہے لگانے شروع
کر دیے۔

لگتا ہے یہاں نئے آئے ہو تبھی خون نے اتنا
جوش مارا اور تو نے ہمارے کام میں ٹانگ اڑائی ورنہ
یہاں کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ ہم سے آنکھ ملا سکے
کیونکہ ہم آنکھ نکال دیتے ہیں اور ٹانگ کو اکھاڑ کر چبا
ڈالتے ہیں اس نے غصے سے تھوک نکال کر کہا اسی اثنا
میں ہما اور ثنا بھی ان کے پاس پہنچ گئیں۔

آئی ایم سوری۔ ہما معذرت خواہ لہجے میں بولی
یہ ہمارا دوست ہے پہلی بار یہاں آیا ہے اسے
تمہارے بارے میں معلوم نہیں ہے اس لیے اس
لیے اس کی طرف سے ہم معافی چاہتی ہیں ہونہی
مگر انہوں نے سلمان کا بازو پکڑا اور اسے وہاں سے
کھینچتے ہوئے لے جانے لگیں۔

سلمان تمہیں کیا ضرورت تھی ان سے الجھنے کی
ثنا نے شکوہ کیا۔

میں کب الجھا تھا ان سے میں تو بس ایک لڑکی
کی امداد کی ہی وہ دھیمے سے بولا۔

چلو چھوڑو اس بحث کو میری نے مداخلت
کرتے ہوئے کہا۔ ہم اب چلتے ہیں۔ کچھ دیر ہو وہ
بے چین کر رہے تھے پر نیٹ ہو نے تھے۔ ویسے
میں قسم سے بہت امپریس ہوتی ہوں پہلی بار کسی
ان سے آنکھ ملائی ہے ویری گڈ میری نے اسے
داد دی۔

سلمان تم کو کیا ضرورت تھی ان کے سامنے خود
کو ہیرو ثابت کرنے کی اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو ہم کیا
منہ لے کر جاتے گھر والوں کو کیا بتاتے ہما اس پر برس
پڑی

ہما اگر یہ حرکت وہ اگر تمہارے ساتھ کرتے تو
سحر کو برا لگا سلمان نے جو کیا اچھا کیا۔

تو میں ان کے ہاتھ پاؤں توڑ دیتا اور ان کی
آنکھیں نوچ لیتا۔ اس نے اس قدر گھمبیر انداز میں
کہا کہ سب ہی چونک اٹھے۔

چلو چھوڑو اس بات کو اب اور کچھ کھانے کو
منگوالو بڑی زوروں کی بھوک لگی ہوئی ہے امان سے
صبا نے گلو خلاصی کروانا چاہی۔ اور میری نے ایک
بیرے کو آواز دی کھانے سے جیسے ہی وہ فارغ ہوئے
وہ تینوں مونٹی چارلی اور کبیر وہاں آ دھمکے ان تینوں کی
ان پر نظر پڑ گئی۔ اور وہ وہیں دروازے کے پاس بیٹھ
گئے۔ اب چلو یہاں سے ہما نے انہیں دیکھ لیا تھا بل
ادا کرنے کے بعد وہ جیسے ہی ان کے قریب سے
گزرنے لگے تو کبیر نے ٹانگ اڑا کر اس کو گرانے
کی کوشش کی ہما سب سے آگے تھی اس سے پہلے کہ وہ
ٹانگ کی ٹھوکر سے گر جاتی سلمان نے جلدی سے
آگے بڑھ کر پیچھے کر دیا۔ اور پھر ان پر حملہ کر دیا۔
مونٹی کے ناک سے خون بہنے لگا تھا چارلی نے غصہ
سے سلمان کی طرف دیکھا مگر پہلو میں پڑنے والی
سلمان کی ایک ٹانگ نے اسے بھی کرسی پر بٹھا دیا۔
کبیر پھرتی سے اٹھا اس سے پہلے کہ وہ سلمان پر حملہ
کرتا مونٹی کی حالت نے اسے روک لیا۔ وہ تینوں
ہی زخمی حالت میں وہاں سے کھسکتے بنے۔

یہ ہمارا باڈی گارڈ ہے۔ اچانک ہما کے منہ
سے برجستہ نکل گیا۔

باڈی گارڈ۔ ایک لڑکی نے حیرانگی سے پوچھا
۔ او وہ ان غنڈوں کی وجہ سے تم نے باڈی گارڈ رکھا
ہوا ہے ویری نائس ایسا ہی ہونا چاہیے تھا ان کمینوں
کے ساتھ ان کو روکنے والا کوئی نہیں تھا۔

کیوں بھئی سلمان آپ انکا باڈی گارڈ بننا پسند کریں گے دوپہر کو جب وہ گھر آئے تو سحر نے مذاقاً کہہ دیا۔

باڈی گارڈ تو کیا میں تو ان کا جمعدار بننے کو تیار ہوں اس نے چاہت بھری نگاہوں سے ہما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اچھا زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے کھانا کھالو گھومنے جانا ہے ہما نے اسے چپ کروایا قیصر اور یاسر بھائی بھی ہمارے ساتھ جائیں گے انہوں نے مجھے فون کیا تھا۔

صبح صبح جب وہ سو کر ابھی اٹھے ہی تھے کہ مارگریٹ میری کا فون آ گیا۔

ہما ایک بری خبر ہے تم اپنے باڈی گارڈ کو ساتھ رکھنا کبیر اور چارلی نے تمہیں اور ثنا کو مارنے کا پروگرام بنایا ہے۔ تمہارے باڈی گارڈ نے مونٹی کو ہسپتال میں پہنچا دیا ہے۔ وہ تم دونوں کے جانی دشمن بن چکے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ تم نے جان بوجھ کر ان کی درگت بنوائی ہے باڈی گارڈ کے ہوتے ہوئے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ہما نے جب یہ سنا تو صبا ثنا اور سحر کو بتائی تو خوشی سے ان کے چہروں کی رونق دوبالا ہوئی اور وہ حیرت سے اس پر ہنسی تھی کہ تینوں ہمارے اس نام نہاد باڈی گارڈ سے ڈرنے لگے ہیں اب تو سلمان روز ہی ہمارے ساتھ جایا کرے گا یاہو ثنا نے شوخی سے نعرہ لگایا۔ اور پوری طرح قہقہے گونجنے لگے باہاہا۔

ثنا کیوں بچکانہ باتیں کرتی ہو سلمان تو چند دن کا یہاں مہمان ہے اور ان تینوں غنڈوں سے دشمنی مول نہیں لے سکتے ہم اب بھی یونیورسٹی نہیں جائینگی ہما بولی۔

یہ ہمارے ساتھ جائے گا اور ضرور جائیگا ثنا نے ٹھوس لہجے میں کہا سحر اور صبا نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

اپنی گاڑی سے اتر کر وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئے سب کی نظریں ان پر اٹھ گئیں لو آ گیا ہمارا باڈی گارڈ میری نے نعرہ لگایا۔

گڈ مارننگ باڈی گارڈ ہائے باڈی گارڈ ہیلو باڈی گارڈ ہر طرف سے یہ صدائیں گونجنے لگیں۔ سحر ثنا اور صبا فخرانہ انداز میں چل رہی تھیں جیسے ان کے ہاتھ اللہ دین کا چراغ لگ گیا ہو جبکہ ہما کی حالت ان سے مختلف تھی سلمان دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا وہ تو ہما کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا کچھ بھی کر سکتا تھا اس دن صرف ایک ہی بار ان کو کبیر اور چارلی کی جھلک دکھائی دی دوسرے دن جب وہ یونیورسٹی میں پہنچے تو میری نے حسب معمول اپنی جاندار مسکراہٹ سے ان کو موسٹ ویلکم کہا وہ باتیں کرتے جیسے ہی درمیان میں آئے تو انہیں راستے میں وہ تینوں نظر آئے مونٹی ٹھیک ہو چکا تھا مگر اس کے ناک پر ابھی بھی چھوٹی سفید پٹی بندھی دکھائی دے رہی تھی۔

دیکھو کیسے بیٹھے ہیں سور کی اولاد کمینے صبا نے نفرت سے ان کی طرف تھوکا۔

صبا پلیز بات کو برا مت منایا کرو ہمیں ان تینوں کے منہ لگنا بھی پسند نہیں ہما نے اسے ٹوک دیا وہ جیسے ہی ان کے پاس سے گزرے کبیر جلدی سے اٹھا اور اس نے ہما کا ہاتھ پکڑ لیا یہ فعل اس قدر اچانک اور بے توقع تھا کہ سب خوانچکاں نمارہ گئے۔

بہت مچلتی ہو نا اپنے اس باڈی گارڈ کے دم پر اب دیکھو تم سب کو ہم سے کون بچاتا ہے ساتھ ہی اس نے ایک تابڑ توڑ تھپڑ اس کے نرم و نازک رخسار پر دے مارا سلمان کے تن بدن میں آگ لگی تھی آنکھیں دہکتے انگاروں جیسی ہو گئیں۔ اور سانسوں میں چنگاریاں پھوٹ پڑیں۔

اوئے۔ اس کی گرجدار آواز نے فضا کا سکوت ہلا کر رکھ دیا پھر وہ دوڑتا ہوا کبیر کی طرف آیا ساتھ ہی

اس نے بھرپور ٹانگ اس کے دائیں پہلو میں دے ماری اس کی گرفت ہما کی کلائی سے چھوٹ گئی اور وہ کافی پرے جا گرا ہما کے پاؤں لڑکھڑائے اور وہ سلمان پر آ گری اس کا توازن برقرار نہ تھا لہذا وہ نیچے اور ہما اس کے اوپر تھی اس نے پہلی بار ہما کا چہرہ اتنے قریب سے دیکھا تھا اس کے چہرے پر دھنک کے سات رنگوں کی روشنیاں مچل رہی تھیں فضا جیسے تھم سی گئی اور اس کی سانسوں میں زعفرانی خوشبو اس کو مدہوش کر رہی تھی ہوا جیسے نغمہ سرائی کرتی ہوئی اس کے پاس سے گزر رہی تھی اس کے وجود کی تپش اسے اپنے روم روم میں محسوس ہو رہی تھی ہما کا ہاتھ اس کے دل پر تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے جہاں بھر کی تمام راحتیں تمام آسائشیں اس کے تن من میں اترتی چلی جا رہی ہوں اس کی تمنا یہی تھی کہ کاش یہ وقت تھم جائے اور وہ ان لمحوں کو قید کر رکھے ان گھڑیوں کو سنہری حروف میں لکھ دے الفت کے اگلے ثانیے میں اسے احساس ہوا کہ بہت سے لوگ انہیں دیکھ رہے ہیں ہما جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی وہ جیسے ہی اٹھا مونٹی نے اس کے پیٹ میں ٹانگ دے ماری کافی قدموں کے فاصلہ پر وہ منہ کے بل گھسیٹتا ہوا چلا گیا اگلے ہی ثانیے میں اس نے لیٹے لیٹے ان کی طرف دیکھا وہ تینوں ایک ساتھ شاہانہ انداز میں کھڑے تھے سلمان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ چست لگا کر اٹھ کھڑا ہوا وہ تینوں ایک ساتھ اس کی طرف بڑھنے لگے تھے کہ مونٹی نے اپنی بانہیں پھیلا کر ان دونوں کو روک دیا پھر اس نے اپنی شرٹ پھاڑ کر ایک طرف پھینک دی اس کی کوے جیسی سیاہ باڈی دھوپ میں چمکنے لگی وہ اپنے بازوؤں کو ادھر ادھر گھما کر سینے اور بازوؤں کی ابھرتی ہوئی مچھلیوں کی نمائش کرنے لگا۔ سب ذی روح کی نگاہیں حیرت و دلچسپی سے چندھیا سی گئیں۔ پھر سلمان اچھل کھڑا ہوا اور اس نے ایک پائپ پکڑ لیا اور ایک ایک کر کے تینوں کی درگت بنانے لگا۔ اگلے چند لمحوں میں وہ دونوں زمین پر پڑے کراہ رہے تھے مگر اس کے ہاتھ ابھی کہاں رکنے والے تھے۔

تمہاری جرات کیسے ہوئی ہما کو ہاتھ لگانے کی میں تمہیں جان سے مار دوں گا اس پر تو جیسے جنون سوار ہو گیا تھا ہما حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی وہ وقت کی نزاکت سمجھ گئی۔

رکو سلمان۔ چھوڑو انہیں ہما اور ثنا نے آگے بڑھ کر اسکے بازو پکڑے اسے روکنے کے لیے وہ بازو چھڑا کر پھر ان پر پائپ برسانے لگا۔ میں کہتی ہوں رک جاؤ یہ مر جائیں گے شاباش شاباش سلمان ہما نے اسے دھکا دے دیا اس کے ہاتھ رک گئے پائپ اس نے ایک طرف پھینک دیا۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں تم پر اتنا خون کیوں سوار ہو گیا ہے ہما نے اس پر گہری نگاہیں جما کر کہا۔

ارے میرے سامنے تمہیں کوئی ہاتھ لگائے چیر کر رکھ دوں گا انہیں ہم غیرت مند لوگ ہیں سر اٹھا کر جینا چاہتے ہیں کیا سمجھتے ہیں یہ ہمیں کیا ہم نے ہاتھوں میں چوڑیاں پہن رکھی ہیں ایک ایک کو چن کر ماروں گا۔ جو تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے گا وہ جذباتی انداز میں چیخ رہا تھا۔

بس سلمان بہت ہو گیا اب چلو یہاں سے ہما کا انداز عجیب سا تھا۔ پھر وہ سب اسی ٹائم واپس پلٹ گئے راستے بھر کسی نے کسی سے کوئی بات نہ کی سب کی سوچیں الگ الگ شاہراہوں پر رواں دواں تھیں۔

رات کو سحر ثنا اور صبا ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے مگر ہما اور سلمان گہری سوچوں کے دریا میں غوطہ زن تھے ہما کرسی پر بیٹھی ہوئی ہاتھ کو کہنی پہ رکھے ہوئے سامنے دیوار پر لگے وال کلاک کو گھور رہی تھی جب کہ سلمان کی نگاہیں تو بس اس کے چہرے پر تھیں وہی تھیں دل کی باتیں اب بھی اس کے دل میں دم توڑ رہی تھی جیسے وہ زبان پر لانے کی کوشش کر رہا تھا اس کے خیالات کی چادر گہری

ہونے لگی وہ یہ محسوس کرنے لگا کہ اس کے دل کی آواز اس کی زبان پر آ گئی ہے وہ ہما سے محو گفتگو ہے۔

بہت مصروف لمحوں میں
کبھی ایک پل کو سوچو تو
کوئی کتنا اکیلا ہے
کسی کی زندگی تم ہو
کسی کی بندگی تم ہو
کسی کو تیری خواہش ہے
کسی کی چاہتیں تم ہو
کبھی ایک پل کو سوچو تو
تمہاری بے وفائی نے
تمہاری لاپرواہی نے
تمہاری بے نیازی نے
کسی کو مار ڈالا ہے
کوئی بندہ تو ہے
لیکن فقط وہ سانس لیے ہے
ذرا ایک پل کو سوچو تو
کوئی کتنا اکیلا ہے
کوئی تم کو کتنا چاہتا ہے۔

باڈی گارڈ کن خیالوں میں گم ہو ہما اس کے قریب آ گئی آج تو آپ نے کمال کر دیا ان لوگوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔

ارے یار چھٹی کا نہیں ڈبے کا دودھ صبا بھی اس کے پاس آ گئی۔ وہ صرف مسکرایا جیسے اس نے مسکرانے کی سرتوڑ کوشش کی ہو دن تیزی سے گزر رہے تھے ہما صبا اور ثنا روزی یونیورسٹی جاتیں جب کہ سلمان اور سحر نے وہاں جانا ترک کر دیا اسے لندن میں آئے کافی دن ہو گئے تھے فروری میں وہ یہاں آیا تھا اب مارچ کے آخری دن تھے کبیر مونی اور چارلی بھی اس کے بعد کہیں نظر نہ آئے ثنا صبا اور ہما کی عزت میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کوئی اونچی آواز میں بات بھی نہ کرتا تھا

وہ چھٹی کا دن تھا ہما اور ثنا اور سلمان گاڑی میں بیٹھے لندن کی سیر کو جا رہے تھے صبا اور سحر بھی دوسری گاڑی میں ان کے تعاقب میں تھیں اچانک راستے میں صبا اور سحر کی گاڑی پنکچر ہو گئی انہوں نے ہما سے کہا کہ تم لوگ وہاں چلو ہم پنکچر لگوا کر آ جاتی ہیں ہما نے ایکسلیٹر دبایا اور گاڑی آگے بڑھا دی راستے میں ایک چھوٹا سا چوک آیا ہما نے ایک کولڈ ڈرنک شاپ کے سامنے گاڑی جا کھڑی کی۔

تم لوگ بیٹھو میں کچھ پینے کو لاتی ہوں وہ گاڑی سے اتر کر شاپ کے اندر چلی گئی مگر اگلے ہی لمحے میں وہ واپس پلٹ آئی او سوری میرا پرس یہاں ہی رہ گیا تھا اس نے ابھی پرس اٹھایا ہی تھا کہ اس سے پہلے کہ وہ سیدھی ہوتی ایسا لگا جیسے کسی نے گاڑی کو کسی نے وزنی پتھر دے مارا ہو ہما کے ہاتھ سے پرس چھوٹ کر سیٹ پر گر پڑا تبھی سلمان کی عقابی نظر گاڑی کے بالکل سامنے کبیر اور اس کے دونوں دوستوں پر پڑی کبیر کے ہاتھ میں گن تھی اس نے ہما کا نشانہ لے کر فائر کیا تھا جو غلط ہو گیا تھا اور ونڈ سکرین کی اوپر لی سائیڈ پر لگا۔

ہما جلدی سے گاڑی میں بیٹھو اس نے جلدی سے اتر کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور ہما کو تقریباً اندر دھکیل دیا۔ اتنی دیر میں ایک اور گولی سلمان کے سر سے گزرتی ہوئی ایک کھمبے کو جا لگی۔

سلمان۔ ہما چیخی تم باہر کیوں ہو جلدی سے اندر بیٹھو اس نے ان کے ہاتھ میں گن دیکھ لی تھی وہ تیزی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا ہما نے گاڑی اس قدر تیزی سے دوڑائی کہ ٹائروں کی چرچراہٹ دور دور تک سنائی دی۔

شیٹ۔ کبیر نے اپنی گن پر ہاتھ مارا پھر وہ تینوں بھی تیزی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے ہما کی ڈرائیونگ سے گاڑی ہوا سے باتیں کرتی جا رہی تھی

جبکہ چارلی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا کبیر کے حکم فاسٹ فاسٹ پر ان کے نشان پکڑ رہا تھا اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے کبیر نے گن نکال کر دو تین فائر ان کی گاڑی پر داغے لیکن ہما کی گاڑی کو نہ لگے۔ کافی دیر چلنے کے بعد ہما کو احساس ہوا کہ وہ غلط راستے پر نکل آئے ہیں اس نے گاڑی روک دی تینوں باہر نکل آئے سڑک پر تاحد نگاہ کوئی بھی ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا پیچھے کی طرف کبیر کی گاڑی تو کیا کوئی پرندہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا سڑک کے اطراف میں خاردار جھاڑیاں اور گھنے لمبے درختوں کی بساط تھی

اف کتنا خوفناک راستہ ہے کتنی ویرانی اور خاموشی چھائی ہوئی ہے ہر طرف مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے سحر واقعی خوفزدہ ہو چکی تھی۔

سلمان مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے واپس بھی تو نہیں جا سکتے کیونکہ وہ تینوں ہماری تاک میں کھڑے ہوں گے کہیں۔ ہما لاچارگی سے بولی۔

ہم گاڑی کو پیچھے کرو جو ہوگا دیکھا جائے گا ہم ان سے ڈر کر بھاگنے والے نہیں ہیں۔ سلمان نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے جناب بیٹھو میں گاڑی پیچھے کرتی ہوں وہ تینوں گاڑی میں بیٹھ گئے کافی دیر تک وہ گاڑی کو سٹارٹ کرتی رہی مگر گاڑی سٹارٹ نہ ہوئی۔

ہو سکتا ہے گاڑی کا انجن گرم ہو گیا ہو۔ ہما نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے تم دونوں پر یہاں پر گاڑی میں بیٹھو میں کہیں سے پانی لے کر آتا ہوں سلمان گاڑی سے باہر نکل گیا اس نے پیچھے ڈگی میں پڑی گیلن اٹھائی۔

کہاں جاؤ گے سلمان اس ویرانی جگہ میں کہاں پانی تلاش کرتے پھرو گے اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو پلیز رک جاؤ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤ ثنا کی آواز روہانسی ہو گئی۔

ہاں سلمان نہ جاؤ۔ ہمیں بہت خوف محسوس ہو رہا ہے ہما بھی سہم گئی۔

میں ہوں ناں ڈرنے والی کون سی بات ہے میں تو مر کر بھی تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تم پر آنچ نہیں آنے دوں گا چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ تم اچھی طرح شیشے بند کر لو اور باہر مت نکلنا جب تک میں نہیں آتا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ میں یہاں آس پاس ہی پانی کی تلاش کرتا ہوں زیادہ دور نہیں جاؤں گا تم سے اس کے جانے کے بعد انہوں نے اچھی طرح دروازے بند کر دیئے اور دم سادھ کر بیٹھ گئیں کافی دیر ہو گئی مگر سلمان نہ پلٹا انہیں فکر لاحق ہونے لگی ان کی بے چینی اور وحشت میں مزید اضافہ ہونے لگا۔

یہ سلمان کہاں رہ گیا ہے۔ خدا خیر کرے ہما بولی۔ نہ اسے میں پاکستان سے لاتی نہ اتنی مصیبتیں نازل ہوتیں۔

دیکھو ہما تمہاری وجہ سے وہ خود مصیبت میں پھنس گیا ہے تم پر جان چھڑکتا ہے وہ کبیر نے تمہیں ایک دفعہ ہاتھ لگایا تو اسنے ان کا کیا حال کیا اب اسے ان حالات کا قصوروار تو مت ٹھہراؤ۔ ثنا کو اس کی بات ناگوار گزری تھی تبھی یک لخت انہیں ایسا لگا جیسے کوئی وزنی چیز یا پھر جنگلی جانور انکی گاڑی سے ٹکرایا ہو انہوں نے چونک کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا وہاں کچھ نہ تھا پھر ایسا لگا جیسے کوئی گاڑی کو آگے پیچھے دھکیل رہا ہو گاڑی آگے پیچھے زور زور سے ہل رہی تھی۔

ک ک۔ کون ہے ہما کی خوف سے آواز بمشکل نکل رہی تھی مگر اسے سے جواب ندارد کوئی دکھائی بھی تو نہیں دے رہا تھا پھر کوئی گاڑی کے چھت پر چڑھ کر چھلانگیں لگانے لگا ان دونوں کی کیفیت خوف سے لرزہ براندام ہو گئی انکی آواز گلے میں اٹک کر رہ گئی پھر کسی نے چھت سے چھلانگ لگائی اور سامنے جھاڑیوں میں روپوش ہو گیا۔ انہوں نے اسے

دیکھا تو نہیں تھا مگر قدموں کی چاپ ضرور سنی تھی
ہما۔ دروازہ کھولو۔ میں پانی لے آیا ہوں یہ
بلاشبہ سلمان کی آواز تھی جس نے ان کے چہروں پر
چھائے ہوئے خوف کو کم کر کے اطمینان بحال کر دیا۔
او تھینک گاڈ سلمان تم آ گئے۔۔۔ ہما نے
دروازہ کھول دیا۔
کیا ہوا تمہارے چہرے پر یہ خوف کی علامتیں
کیوں ہیں اس نے ان کی آنکھوں میں چھپے ہوئے
خوف کو دیکھ لیا تھا۔
وہ ابھی یہاں کوئی تھا۔ ہما نے کہا۔
کون تھا۔ جلدی بولو اس نے گیلن نیچے رکھ دیا۔
پتہ نہیں کون تھا پہلے اس نے ہماری گاڑی ہلائی
پھر وہ سامنے جھاڑیوں میں کہیں روپوش ہو گیا۔ وہ بلا
کوئی بات۔ کہتے ان جھاڑیوں کے پاس گیا اچھی طرح
سے دیکھنے کے بعد اسے وہاں کچھ بھی نظر نہ آیا۔
یہاں تو کوئی نہیں ہے لگتا ہے تمہارا وہم تھا وہ
گاڑی کے پاس آ گیا تم گاڑی میں بیٹھو میں اس
گاڑی میں پانی ڈالتا ہوں اس نے نیچے سے گیلن
اٹھائی اور پھر وہ گاڑی کے اگلے بونٹ پر رکھی ابھی
جھاڑیوں میں ہلچل سی ہوتی ہوئی محسوس ہوئی کوئی
درندہ تھا۔ لگ کر بیٹھا ہوا تھا۔
سلمان تم مانتے کیوں نہیں ہو وہاں پر ضرور کچھ
ہے ہم نے ابھی جھاڑیوں کو ہلتے ہوئے دیکھا ہے ثنا
کی آنکھوں میں ایک بار پھر خوف کی پرچھائیاں
نمودار ہو گئیں۔ اسکی توجہ جھاڑیوں کی طرف ہوئی
جھاڑیاں پہلے کی نسبت تیزی سے ہلنے لگیں۔ پھر
یکدم ان سے ایک لمبا تڑنگا بدصورت شخص نمودار ہوا
اس کی توے جیسی سیاہ رنگت اور چہرے پر جا بجا
زخموں کے نشان تھے اس کے سامنے والے دو دانت
باہر نکلے ہوئے تھے گلے میں چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے
چند ہار ڈالے ہوئے تھے اس نے زیر ناف ہی ایک
سرخ رنگ کا لنگوٹ سا باندھ رکھا تھا اس کے حلق
سے کسی درندے کی طرح خراہٹیں نکل رہی تھیں ہما
اور ثنا کی اسے دیکھتے ہی خوف سے چیخیں نکل گئیں۔
وحشت کی زیادتی سے ان کی آنکھیں پھٹنے لگیں وہ
خوفناک آدمی تیزی سے آگے بڑھا اور سلمان کو زور
سے مارا وہ گاڑی سے کافی دور جا گرا بھوت نما آدمی
نے گاڑی کا دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے
کھولنے کی کوشش کی ثنا اور ہما کی چیخ فضا میں بلند
ہوئی سلمان تیزی سے اٹھا اور بھاگتا ہوا گاڑی کے
قریب آیا اس نے آدمی کے ہاتھ پر کک ماری ساتھ
ہی اس کا ہاتھ ہینڈل سے چھوٹ گیا ما بعد اس نے
پورے زور سے لات اس کے پیٹ میں ماردی
وہ سامنے جھاڑیوں کے اوپر جا گرا۔
ہما اندر سے دروازہ لاک کر لو اور اسے کھولنا
مت اس نے چیخ کر کہا۔ وہ آدمی اپنی خفتا کی غراہٹ
سے اٹھا اور سلمان کی طرف بڑھنے لگا سلمان نے
اسے کے قریب آتے ہی اس کے چہرے پر گھونسا
گھمایا تو اس نے لپک کر اس کی کلائی پکڑ لی اور ایک
ہی جھٹکے میں کسی نومولود بچے کی طرح اوپر اٹھا کر
گاڑی کے اوپر دے مارا اس کی پشت اور سر بری
طرح گاڑی کی باڈی پر لگے ساتھ ہی وہ دوسری
جانب گر گیا اس آدمی نے دوروازے پر ہاتھ ڈالا
اور اسے کھولنے لگا پھر پھرتی سے اٹھا اور گاڑی کے
اوپر چھلانگ لگا کر چڑھ گیا۔ پھر وہیں سے اس نے
ٹانگ اس قدر گھما کر اس آدمی کے جبڑوں پر ماری
کہ وہ خود بھی گاڑی پر اوندھے منہ گر گیا۔ عفریت نما
شخص کافی دور جا گرا سلمان نے وہیں سے ہوا میں
چست لگائی اور اپنے وجود کو خم دے کر کہنی اس کی
چھاتی پر دے ماری سڑک پر پڑی ہوئی لکڑی سلمان
کی ٹانگ پر لگی مگر اسے اس درد کی پرواہ کب تھی وہ
دونوں ایک ساتھ ہی زمین سے اٹھ کھڑے ہوئے اس
سے پہلے کہ وہ اس آدمی پر کوئی دوسرا وار کرتا اس شخص
نے لپک کر اسے ایک ہاتھ سے گردن سے دبوچ لیا

اور گرفت مضبوط کرنے لگا اس کا دم گھٹنے لگا اس نے دونوں ہاتھ اس کی کلائی پر ڈالے اور چھڑانے کی ناکام کوشش کرنے لگا مگر اس آدمی کی گرفت فولادی تالے کی طرح مقفل تھی جو نہ کھل رہی تھی وہ شخص سے گاڑی کی طرف دھکیلنے لگا پھر سلمان واقعی گاڑی کے ساتھ جا لگا۔ اذیت سے اس کی آنکھیں باہر ابلنے لگیں۔

سلمان۔ ہما نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور باہر نکل آئی سکندر نے بمشکل سر گھما کر ہما کی طرف دیکھا خوفناک آدمی نے دوسرا ہاتھ بڑھا کر ہما کو پکڑنے کی کوشش کی اس نے جلدی سے لات اس آدمی کے زیر ناف ٹانگوں کے بیچ ٹھوک دی درد کی اذیت سے وہ بلبلایا اور اس کی گردن اس کے آہنی ہاتھ سے آزاد ہو گئی سلمان نے گاڑی کا سہارا لے کر ایک ساتھ دونوں ٹانگیں اس کے منہ پر دے ماریں اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ بلند ہوئی اور وہ گر پڑا۔

ہما تم باہر کیوں نکلی گاڑی میں بیٹھو۔ اس نے دروازہ کھول کر ہما کو اندر دھکا دیا اور دروازہ بند کر دیا۔ تبھی وہ دیوقامت شخص تیزی سے اٹھا اور اس نے پیچھے سے سلمان کی گردن دونوں ہاتھوں سے اپنی گرفت میں لے لی اسے اپنا سانس حلق میں دم توڑتا ہوا محسوس ہوا اس نے اپنا ہاتھ اس کی کلائی پر ڈالا اور چھڑانے کے لیے قوت آزمائی کرنے لگا لیکن اس کا آہنی شکنجہ تیز ہونے لگا اور سلمان کی قوت آزمائی دم توڑنے لگی وہ خوفناک بلا سے قریبی جھاڑیوں میں لے جانے کے درپے تھی۔

سلمان۔ ہما چلاتی ہوئی تیزی سے گاڑی سے باہر نکل آئی خوف سے وہ بوکھلا گئی تھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

ہما پلیز کچھ کرو ورنہ یہ دیوقامت شخص سلمان کو مار دے گا ثنا چلائی اسی اثنا میں ہما کی نظر سیٹ پر پڑی

ٹائر کھولنے والی چابی پر پڑی اس نے جلدی سے اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ اور اس آدمی کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ سلمان کو جھاڑیوں کے قریب لے جا ہی چکا تھا اس نے چابی پر دونوں ہاتھوں پکڑ مضبوط کر لی۔ اور پوری قوت سے اس آدمی کے سر پر دے ماری۔ بھاری بھرکم چیخ اس کا گلا پھاڑتی ہوئی برآمد ہوئی اور اس نے سلمان کو چھوڑ دیا ہما نے ہمت یکجا کر کے دوسرا وار بھی کر دیا۔ وہ آدمی سر تھام کر لڑکھڑانے لگا اچانک سلمان کی نگاہ اس اچھی خاصی موٹی ٹہنی پر چلی گئی جو قلم کی شکل اختیار کر چکی تھی اور تیر کی طرح سیدھی سامنے کو جھکی ہوئی تھی تبھی سلمان نے دوڑ کر اپنا دایاں کندھا اس کے پیٹ پر مارا پھر اسے کندھے کے زور سے ٹہنی کی طرف لے گیا۔ اگلی گھڑی میں کڑک کی آواز سنائی دی۔ ٹہنی اس کی پشت سے گھس کر پیٹ کے ذریعے باہر نکل آئی اس خوفناک مخلوق نے آخری ہچکی لی پھر اس کا وجود ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا ہو گیا۔ اگلے لمحے میں وہ ٹہنی سے ایسے غائب ہو گیا۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

ہما جلدی سے گاڑی میں بیٹھو اور نکلو یہاں سے وہ دونوں تیزی سے گاڑی میں بیٹھ گئے۔ لیکن گاڑی سٹارٹ نہ ہو سکی۔

او شیٹ۔ ہما نے غصہ سے سٹیئرنگ پر ہاتھ مارا اسے کیا ہو گیا ہے سٹارٹ کیوں نہیں ہو رہی۔ اچانک انہیں گھوڑوں کے ٹاپوں اور ہنہنانے کی آواز سنائی دی انہوں نے سر گھما کر پیچھے دیکھا تو ایک بگھی آتی ہوئی دکھائی دی جسے دو گھوڑے کھینچ رہے تھے وہ بگھی انکے قریب آ کر رک گئی پھر اس سے توے جیسی سیاہ رنگت والا آدمی کودا۔

میرا نام کلو ہے میں شہر سے آرہا ہوں آپ لوگ پریشان دکھائی دے رہے ہیں میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں وہ مودبانہ انداز میں گویا ہوا۔

وہ ہماری گاڑی سٹارٹ نہیں ہو رہی ہے شاید اس کا انجن گرم ہو گیا ہے آپ برائے مہربانی کوئی نزدیکی راستہ بتا دیں جو شہر کی طرف جاتا ہوں ہما نے پوچھا۔

شہر تو یہاں سے کافی دور ہے ہاں یہاں قریب ہی مارک ہینری کی حویلی ہے میں وہاں ایک ضروری کام سے جا رہا تھا آپ لوگ واپسی پر میرے ساتھ شہر جا سکتے ہیں۔سلمان نے ہما کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اسکی ہاں پر تینوں گاڑی سے اتر کر بگھی پر سوار ہو گئے کلوو نے گھوڑوں کو ہنٹر مارا اور گھوڑے روڈ پر دوڑنے لگے جلد ہی وہ ایک خستہ حال قدیم سی حویلی کے سامنے جا رکے۔کلوو نیچے اتر گیا۔

اندر آ جاؤ۔کلوو نے مودبانہ انداز میں کہا وہ تینوں بگھی سے اتر کر اس کے پیچھے چلنے لگے کلوو انہیں لے کر ہال میں پہنچا۔جہاں پر ایک پچاس سالہ شخص آنکھیں بند کیے ہوئے کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا اس کے سفید بال اوپر کو اٹھے ہوئے تھے ہونٹ لال اور گال اندر کو دھنسے ہوئے تھے آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے اور چہرہ کافی ڈراؤنا تھا۔

سلام۔کلوو نے ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے جھک گیا اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں یہ مسافر ہیں انکی گاڑی راستے میں خراب ہو گئی ہے یہ شہر جانا چاہتے ہیں میں انہیں یہاں لے آیا۔

خوش آمدید۔کچھ دیر تم یہاں آرام کرو جب کلوو واپس شہر جائے گا تو تم کو بھی اس کے ساتھ چلے جانا۔مہمانوں کو انکا کمرہ دکھا دو۔پیچھے آ جاؤ۔معزز مہمانوں کلوو آگے چل پڑا۔اور وہ تینوں اس کے پیچھے ان تینوں کو اپنے اعصاب پر ایک انجانی قوت کی گرفت محسوس ہونے لگی تین چار کمرے چھوڑنے کے بعد وہ انہیں ایک کشادہ کمرے میں لے گیا۔جہاں پر ایک خوبصورت سا بیڈ اور دو کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔آپ لوگ یہاں پر آرام کرو میں کچھ دیر میں آ جاؤں گا کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو۔

تو تھینکس۔اتنا ہی کافی ہے۔۔۔ہما بولی پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔

مجھے تو یہ حویلی بوس اور کلوو کچھ عجیب سے لگ رہے ہیں جیسے بوس کلوو بد روحیں ہوں اور یہ حویلی انکا مسکن ثنا خوفزدہ سی ہو گئی۔

وہم ہے آپ دونوں کا ایسا کچھ بھی نہیں آپ دونوں بیڈ پر لیٹ جائیں میں کرسی لے کر دروازے پر بیٹھ جاتا ہوں سلمان نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔اور کرسی اٹھا کر دروازے کے بیچ بیٹھ گیا۔وہ دونوں بیڈ پر بیٹھ گئیں یکہ یک ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔جس نے حویلی پر چھائے ہوئے گہرے سکوت کو تہہ و بالا کر دیا سلمان اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا وہ دونوں بھی اٹھ کر اس کے پاس آ گئیں۔

یہ۔یہ کیسی چیخ تھی ہما خوفزدہ لہجے میں بولی ان دونوں کے چہروں پر خوف دوڑنے ڈال رہا تھا۔

لگتا ہے کوئی لڑکی مصیبت میں ہے میں دیکھتا ہوں سلمان وہاں سے چلتا ہوا ہال میں آ گیا جہاں پر کوئی بھی نہ تھا حویلی میں پھر سے وہی خاموشی چھا گئی صرف سلمان کو اپنے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی مسٹر کلوو قادو اس نے درمیانی آواز میں کہا اس کی حویلی کے کونوں سے ٹکرا کر واپس اس کی سماعت سے ٹکرائی وہ دونوں پتہ نہیں کہاں چلے گئے ہیں معا بعد اسے ہلکی سی کسی لڑکی کی ہنسی سنائی دی اس نے گھوم کر اطراف میں دیکھا مگر خالی حویلی اس کا منہ چڑھا رہی تھی۔یک لخت اسکے ذہن پر یہ بات ابھری کہ یقیناً بوس اور کلوو ویمپائر ہیں اور وہ تینوں ان کے جال میں پھنس چکے ہیں۔یکدم یکے بعد دیگرے چیخ سنائی دی اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی بلاشبہ ہما اور ثنا کی آواز تھی۔اس نے ان کی طرف دوڑ لگا دی ابھی وہ اس کمرے سے پیچھے ہی تھا کہ ساتھ والے

کمرے کا دروازہ کھلا اور کسی نے اس پر چھلانگ لگادی وہ نیچے گر پڑا اور اس کے اوپر وہ انسانی وجود۔ اس نے دھکا دے کر اس وجود کو پیچھے دھکیلا اور تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا وہ وجود اس سے پہلے اٹھ چکا تھا وہ چوبیس پچیس سالہ ایک خوبصورت لڑکی تھی جس کے سفید بال کندھوں پر پھیلے ہوئے تھے ہونٹ سرخ اور سامنے والے دو دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے شکل سے وہ بدنش دکھائی دے رہی تھی سلمان کمرے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس نے پیچھے سے اسے پکڑنے کی کوشش کی اس نے لڑکی کو پکڑا اور دیوار پر دے مارا خود کمرے کی طرف دوڑ لگادی لڑکی جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے پیچھے بھاگی دروازے کے قریب جا کر اسے پھر پکڑ لیا مگر سلمان کے چلنے والے ہاتھوں نے اسے زمین پر پچھاڑ دیا اندر داخل ہوا تو کلوز ہاتھ میں دو دھاری خنجر لیے ہما اور ثنا کو خوفزدہ کر کے کہیں لیجانے کے درپے ہو رہا تھا وہ دونوں سہمی ہوئی ایک کونے میں کھڑی تھیں سلمان نے اس قدر زور سے ٹانگ کلوز کے پہلو میں ماری کہ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔ اس نے لپک کر خنجر اٹھالیا وہ دونوں دوڑ کر سلمان سے لپٹ گئیں۔

ہما ثنا جلدی نکلو یہاں سے یہ سب ویمپائر ہیں خون آشام اس نے انہیں کمرے سے باہر نکلنے کو کہا ہما نے ثنا کا ہاتھ پکڑا اور باہر کی طرف تیزی سے قدم بڑھا دیئے کلوز اٹھا اور سلمان کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر ٹھٹک گیا وہ خنجر لہراتا ہوا باہر نکل گیا دروازے پر وہ لڑکی کھڑی تھی مگر سلمان کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر وہ بھی رک گئی۔

جلدی کرو ہما بھاگو یہاں سے پھر ان تینوں نے باہر کی طرف سرپٹ دوڑ لگادی لیکن حویلی کے داخلی دروازے پر انہیں رک جانا پڑا بوس مارک ہینری وہاں پر کھڑا تھا۔

رک جاؤ میرے بچو ہم ویمپائر ہیں جو سورج کی روشنی میں گھوم پھر سکتے ہیں لہذا یہاں سے بھاگنا تم لوگوں کے لیے مفید نہیں ہے بے کار ہے ہما اور ثنا کی رگوں میں ایک بار پھر سنسنی پھیل گئی۔

بوس میں ان کے لیے تم تو کیا تم اس حویلی کے تمام ویمپائرز کو چیر کر جا سکتا ہوں پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ تمہارے ٹکڑے بھی نہیں ملیں گے۔

اس نے آگے بڑھ کر بوس کے گال پر مکا رسید کرتے ہوئے کہا۔ وہ منہ کے بل گر پڑا مگر اتنی ہی تیزی سے اٹھ بھی کھڑا ہوا اس سے پہلے کہ وہ کوئی اگلا قدم اٹھاتا سلمان کے ہاتھ میں لہراتے ہوئے خنجر نے اسے باز ہی رکھا۔

ثنا ہما بگھی میں بیٹھ جاؤ اس نے دونوں کو اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ دونوں جلدی سے بگھی میں سوار ہو گئیں ساتھ ہی اس نے ٹانگ اٹھا کر بوس کی پسلیوں پر جڑ دی وہ حیولی کی دیوار سے ٹکرایا اور اوندھے منہ گر پڑا سلمان نے وہیں سے چست لگائی اور بگھی میں بیٹھ کر گھوڑوں کی باگیں سنبھال لیں۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں بگھی سڑک پر دوڑنے لگی۔ وہ گھوڑوں پر ہنٹر پر ہنٹر برسائے جا رہا تھا وہ جلد از جلدی یہاں سے نکل جانا چاہتے تھے کچھ دیر بعد ہما نے سر گھما کر پیچھے دیکھا تو اسے خوف کے مزید جھٹکے لگے بوس کلوز اور وہ لڑکی برق رفتاری سے بگھی کے پیچھے بھاگ رہے تھے سلمان جلدی کرو وہ تینوں ہمارے پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ ہما کی بات پر وہ چونکا اس نے اٹھ کر پیچھے دیکھا تو واقعی وہ گھوڑوں کی طرح ان کے پیچھے بھاگ رہے تھے اس نے گھوڑوں پر ہنٹروں کی برسات کر دی۔

بوس کیا تم انہیں روک نہیں سکتے یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ وہ ہمارے ہاتھ میں آتے آتے نکل کیسے گئے لڑکی نے بھاگتے ہوئے پوچھا جسے سلمان کے علاوہ بھی ہما اور ثنا بھی سن لیا۔

مائی سن ۔لڑکے کے گلے میں چاندی کا تعویز ہے اور ایک لڑکے کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی ۔یہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم صرف چاندی اور مقدس گارڈ کے نام سے ڈرتے ہیں اگر وہ اپنی گاڑی تک چلے گئے تو ہم انہیں کبھی پکڑ نہ پائیں گے بوس نے بھاگتے ہوئے کہا۔

سمندر نے اپنے گلے میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو وہ ایک چاندی کا تعویز اس کے گلے میں لٹک رہا تھا اسے یاد آیا کہ یہ تعویز اس نے درگاہ سے خریدا تھا اس نے اسے چوما اور دوبارہ اندر کرلیا ہما نے بھی اپنے ہاتھ میں پہنی چاندی کی انگوٹھی کی طرف دیکھا یہ چاندی کی انگوٹھی اسے سلمان نے گفٹ کی تھی وہ انگوٹھی دھوپ میں چمک رہی تھی اپنی گاڑی کے قریب آکر انہیں ابھی روشنی پڑی آگے کبیر اور اس کے دونوں دوست چارلی اور موتی کھڑے تھے ان کے پیچھے انکی گاڑی بھی دکھائی دے رہی تھی سلمان نے بھی سے چھلانگ لگادی۔

تم اور ہما تم دونوں جاکر اپنی گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور شیشوں سمیت دروازے اچھی طرح بند کرلینا یہاں چاہے کچھ بھی ہو تم باہر مت نکلنا اور ہاں موقع ملا تو یہاں سے نکل جانا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہونے دوں گا اب جلدی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ جاؤ پلیز اس نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔

سلمان ہمارے تو آگے پیچھے دائیں بائیں دشمن ہی دشمن ہیں تم اکیلے انکا مقابلہ کیسے کروگے ہما نے گاڑی میں بیٹھ کر روہانسی آواز میں پوچھا۔اس نے ہما کے جاذب نظر چہرے پر نگاہیں مرکوز کرلیں۔

کاش تم سمجھ جاتے یہ زندگی تمہارے لیے تو ہے کتنا چاہا ہے تم کو کتنا پوجا ہے تم کو کس قدر محبت ہے تم سے کس کو ضرورت ہے تو ہر خوشی تمہاری ہے دل لگی تم سے ہے زندگی تم سے ہے روح کی ضرورت تم ہو دل کی عبادت تم ہو میری محبت ہو تم صرف تم کو چاہا ہے صرف تم ہی چاہت ہو کاش تم سمجھ پاتے یہ زندگی تمہارے لیے ہے جانی ہے تو جائے تم پر کوئی آنچ نہ آئے۔

مجھے کچھ نہیں ہوگا تم ہونا ساتھ میرے بس تم آرام سے بیٹھو تمہاری جان کی حفاظت کرنا میری ذمہ داری ہے اور فرض بھی کیونکہ میں تمہارا باڈی گارڈ ہوں اس کے کہنے پر انہوں نے شیشے اور دروازے اچھی طرح بند کرلیے وہ ہاتھ میں دودھاری خنجر پکڑے کر اپنے اعصاب تن کر کھڑا ہوگیا اس کی چوکنی نظریں دونوں طرف تھیں کلوؤ کے ہاتھ میں ایک بڑا سا خنجر تھا اس نے وہیں سے نشانہ لے کر سلمان کی طرف تیر کی طرح سیدھ پھینکا خنجر ہوا کے دوش اڑتا ہوا سیدھا اس کی طرف آیا وہ جلدی سے جھک گیا خنجر اس کے سر سے گزرتا ہوا سیدھا موتی کی چھاتی میں جا گھسا اس کی بھیانک چیخ سے زمین ہل کر رہ گئی وہ نیچے گر کر ذبح کئے ہوئے سانڈ کی طرح تڑپنے لگا کبیر اور چارلی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کریں وہ پھٹی پھٹی نظروں سے موتی کی طرف دیکھ رہے تھے ان کی توقع میں یہ اچانک حملہ نہیں تھا موتی کے منہ سے سفید رنگ کی جھاگ نکلنے لگی اور اس کا وجود ایک دو جھٹکے کھانے کے بعد ساکت ہوگیا۔

مائی سن ۔آگے بڑھو اور اس لڑکے کو ختم کردو بوس کے ارے پر کلوؤ بھاگتا ہوا سلمان کی طرف بڑھا آتے ہی اس نے گھونسہ اس پر گھمایا اس نے کلوؤ کی کلائی پکڑی اور مروڑ کر ایک مکا اس کی پسلیوں پر دے مارکلوؤ چیخا اس کے ساتھ ہی اس نے کندھوں پر اٹھالیا ایک دو چکر دینے کے بعد اس نے کلوؤ کو کبیر اور چارلی کی طرف پھینک دیا وہ بیر کے قدموں میں اوندھے منہ گرا اور اس کے حلق سے کراہ بلند ہوئی۔

تو نے ۔تو نے ہمارے دوست کو ماردیا کبیر نے اسے گریبان سے پکڑ کر اوپر اٹھالیا چارلی نے

مردہ موئی کے وجود سے خنجر نکال کر کبیر کے ہاتھ میں پکڑا دیا خنجر دیکھ کر کلوؤ سہم گیا دوسری ہی گھڑی میں کبیر نے اس کے پیٹ میں خنجر گھسیڑ دیا کلوؤ کی فلک شگاف چیخ بلند ہوئی اور وہ لڑکھڑانے لگا پھر وہ جیسے ہی سلمان کے قریب آیا اس کا خنجر والا ہاتھ حرکت میں آیا اور ہلکی سی کرک کی آواز سنائی دی دوسرے ہی پل میں کلوؤ کا گلا کٹ چکا تھا اور وہ منہ کے بل مردہ پڑا ہوا تھا بوس کے پاس کھڑی لڑکی نے وہاں سے جست لگائی اور سلمان کے اوپر سے گزرتی ہوئی چارلی پر جھپٹی پھر پلک جھپکتے ہی اسے ایسے اوپر اٹھالیا جیسے وہ نوزائیدہ بچہ ہو چارلی نے ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ لڑکی کے چنگل سے آزاد نہ ہو سکا۔ پھر لڑکی پھر زمین سے اٹھنے لگی وہ ہوا میں معلق ہوگئی چارلی کو گاڑی کی طرف لے اڑی کبیر کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے یہ سفید بوڑھا اور لڑکی کون ہیں اور کلوؤ کالا جو کچھ دیر پہلے سلمان کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے وہ کون تھا دوران کی ان کے ساتھ کیا دشمنی ہے۔

باڈی گارڈ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا تمہاری وجہ سے میرے دوست ہمیشہ کے لیے مجھ سے جدا ہو گئے ہیں کبیر نے قہرآلود نظروں سے اس کی طرف دیکھا پھر سلمان کی طرف دوڑ لگادی وہ پہلے ہی چوکس کھڑا تھا جیسے ہی کبیر اس کے پاس آیا اس نے کک لگادی جو کبیر کے دائیں جبڑے پر لگی وہ ہوا میں معلق گھومنے لگا۔ ساتھ ہی وہ زمین پر منہ کے بل گر پڑا اس کے منہ سے خون جاری ہو گیا اس نے اٹھ کر اپنے منہ پر الٹا ہاتھ پھیرا بہتے ہوئے خون کو دیکھا پھر اس کی طرف جھپٹا مگر اس نے اس کی گردن کی پچھلی طرف ہاتھ ڈال کر اس کا سر گاڑی کی چھت پر مارا۔ وہ سر تھام کر لڑکھڑانے لگا سلمان کا خنجر والا ہاتھ اٹھا اور اس کے گلے پر چل کر نیچے آگیا اس کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی اور وہ گلا تھام کر اوندھے منہ گر پڑا خنجر خون سے لت پت ہو چکا تھا بوس وہاں پر کھڑا ہی پیچ و تاب کھا رہا تھا مگر اس کی ہمت نہیں بڑھ رہی تھی کہ وہ آگے بڑھے۔ سلمان خنجر والا ہاتھ بلند کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھا

باڈی گارڈ اگر تمہارے گلے میں یہ چاندی کا تعویذ اور اس لڑکی کی انگلی میں وہ انگوٹھی نہ ہوتی تو پھر میں دیکھتا کہ تم لوگ حویلی سے چل کر کیسے نکلتے ہو بوس الٹے قدم پیچھے ہٹنے لگا سلمان نے بغیر کوئی بات کئے خنجر کی پچھلی سائیڈ کا دستہ اس کے ماتھے پر مار دیا وہ لڑکھڑا کر نیچے کے بل گر گیا مگر جلدی اٹھ کھڑا ہوا۔ یک لخت سلمان کا خنجر والا ہاتھ حرکت میں آیا اور بوس کی گردن تن سے جدا ہو کر ایک طرف پڑی تھی اس نے نفرت سے بوس کی طرف دیکھا اور واپس گاڑی کی طرف آگیا۔

شکر ہے خدا کا تم دونوں ٹھیک ہو۔ ہما نے دروازہ کھول دیا تھا۔

ہم تو ٹھیک ہیں تمہیں تو کچھ نہیں ہوا ناں۔ ہما نے چہرے سے پسینہ صاف کر کے رومال ثنا کی طرف بڑھا دیا۔

ثنا یہ چاندی کا تعویذ تم پہن لو ابھی راستے کو کوئی بھروسہ نہیں کچھ بھی ہو سکتا ہے اس نے اپنے گلے سے تعویذ اتار کر ثنا کی طرف بڑھایا اس نے ابھی تعویذ پکڑا ہی تھا کہ پیچھے سے وہی لڑکی یک دم نمودار ہوئی اور اس نے سلمان کو پیچھے سے پکڑ لیا اس کے بازوؤں میں اس کی گردن کس چکی تھی وہ اپنے قدموں پر لڑکھڑانے لگا اور اپنے وجود کو ادھر ادھر جھٹکے دینے لگا مگر لڑکی اس سے کسی چمگادڑ کی طرح لپٹ چکی تھی۔

سلمان ہما نے جلدی سے دروازہ کھولا اور اس کی طرف دوڑی چھوڑ کتی کمینی اس نے لڑکی کے بال پکڑ کر کھینچے اور تین چار گھونسے اسکے کندھوں پر جڑ دیئے لڑکی نے بنا پیچھے دیکھے بائیں بازو گھمایا جو ہما

کے بازو پر لگا وہ کافی دور جھاڑیوں پر جا گری۔ اسی اثنا میں سلمان کے پاؤں پھسلے اور وہ منہ کے بل گر پڑا لڑکی اس کے اوپر تھی ہما یہ فطرتی چیخ تھی جو ثنا کے منہ سے صادر ہوئی وہ لڑکی سے نکل کر سلمان کی طرف بڑھی میں کہتی ہوں چھوڑ دو اسے اس نے دیوانہ وار لڑکی کی پشت پر گھونسوں کی بارش شروع کر دی۔ لڑکی نے سر گھما کر ثنا کی طرف دیکھا اسکی آنکھیں لال کوئلوں کی طرح دہک رہی تھی اور لبوں پر خون لگا ہوا تھا یقیناً وہ چارلی کا خون پی کر آئی تھی۔ دفعتاً ثنا کے ہاتھ میں پکڑا ہوا تعویذ لڑکی کی آنکھ پر جا لگا اس نے ہلکی سی چیخ مار کر سلمان کو چھوڑ دیا ساتھ ہی وہ الٹے قدم پیچھے ہوئی وہ تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی اس نے اپنا سانس بحال کیا سلمان یہ لو ثنا نے تعویذ اس کی طرف پھینک دیا اس نے ہاتھ بڑھا کر تعویذ پکڑ لیا اور اس کی طرف بڑھنے لگا ساتھ ہی اس نے ہاتھ بلند کر لیا لڑکی الٹے قدم چلتے ہوئے درخت کے ساتھ جا لگی خوف سے اس کی آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں دہشت کی پرچھائیاں رقص کر رہی تھیں آگے بڑھ کر اس نے لڑکی کے گال پر طمانچہ دے مارا پھر تعویذ بلند کر کے اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا لڑکی چلانے لگی اس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر منہ چھپانا چاہا پھر ہوا کی حرکت سے تعویذ لڑکی کے گال پر جا لگا اگلے ہی لمحے میں اسے آگ نے پکڑ لیا اب وہ آگ میں دھڑا دھڑ جل رہی تھی اس کی دل دوز چیخوں نے دھرتی کو جھنجوڑ کر رکھ دیا کچھ دیر بعد وہاں پر سوائے راکھ کے کچھ نہیں تھا سلمان نے تعویذ کو چوما اور ثنا کے گلے میں پہنا دیا۔

نہیں سلمان تم کو اس کی زیادہ ضرورت ہے یہ تمہارے گلے میں ہی اچھا لگتا ہے ثنا کے انکار پر اس نے اپنے گلے میں پہن لیا۔

سلمان ہما کی آواز پر وہ دونوں اس کی طرف بھاگے وہ جھاڑیوں سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی اس نے جھاڑیوں کو ادھر ادھر پھینکا اور اسے باہر نکال لیا وہ دیوانہ وار اس سے لپٹ کر رونے لگی۔

کیا ہوا ہما اتنا چھوٹا دل ہے تمہارا تمہاری آنکھوں میں آنسو مجھے اچھے نہیں لگتے اس نے اسے الگ کر کے اپنے انگوٹھوں سے اس کے آنسو صاف کیے چلو اب یہاں سے اس نے ثنا اور ہما کا ہاتھ تھام لیا ہما کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی۔ سلمان نے اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا جہاں اس کی پچھلی سائیڈ پر ایک کانٹا چبھا ہوا تھا اس نے ہما کا ہاتھ اوپر اٹھایا اور اپنے منہ کے قریب کر لیا پھر اپنے ہونٹوں سے کانٹا نکال کر پرے پھینک دیا۔ جب وہ گاڑی میں بیٹھ کر ہما نے سلف مارا تو پہلے ہی سلف میں گاڑی سٹارٹ ہو گئی اگلے ہی ثانیے میں گاڑی ٹرن لے کر نکل چکی تھی گھر پہنچ کر انہوں نے صرف سحر اور صبا کو اس واقعہ کے بارے میں بتایا اور کسی کو نہیں تب ان کو پختہ یقین ہو گیا کہ سلمان ہما سے سچی محبت کرتا ہے اس بات کی تائید ثنا نے بھی کر دی۔

سلمان کو لندن میں آئے ہوئے دو ماہ ہونے والے تھے اب اسے واپس پاکستان جانا تھا ہما اور سحر نے بھی اس کے ساتھ جانا تھا جس دن وہ پاکستان جانے کی تیاری کر رہے تھے تو ثنا اور صبا چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھیں ان کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ یہ تینوں واپس جائیں سلمان کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ہمیشہ کے لیے ہمارے ساتھ رہو۔ نا چاہتے ہوئے بھی ثنا نے بچکانہ سا سوال کر دیا۔ سلمان مسکرایا۔ اس نے اپنا بیگ وہیں چھوڑا جس میں اپنے کپڑے رکھ رہا تھا چلتا ہوا ثنا کے پاس آیا۔

ثنا جی۔ وقت صرف ہوا کا جھونکا ہے جیسے محسوس تو کر سکتے ہیں مگر قید نہیں اور پھر سب کو آخر ایک نہ ایک دن اپنی اصلی جگہ پر جانا ہی ہوتا ہے۔

مگر سلمان جو آپ لوگوں کے ساتھ وقت گزرا ہے آپ سے بچھڑنے کا غم جو ہم محسوس کر رہے ہیں

شاید آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے صبا بولی۔
میں آپ کی کیفیت سمجھتا ہوں لیکن کسی سے بچھڑنے کا دکھ و غم کیسا ہوا ہے یہ شاید ہم آپ سے زیادہ محسوس کر رہے ہیں اور جب کی سے یادیں وابستہ ہوں تو اس سے الگ ہونا ایسا ہی ہے جیسے وجود سے خون کا ایک ایک قطرہ بہہ جار ہا ہوا گلے دن ایئر پورٹ پر ثنا اور صبا ان کو چھوڑنے آ ئیں ساتھ میں مار گریٹ بھی تھیں۔
سلمان تم سے گزرا وقت ہمیشہ یاد رہے گا تم پر لازمی آنا وہ اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے ولی ہما اور سحر باری باری سب سے گلے ملیں ثنا نے تو جیسے چپ ہی سادھ لی اگر مزید اس سے کوئی بات کرتا تو یقینا اس کے آنسو کی شدت تیز ہو جاتی الوداعی کام کے ساتھ وہ تینوں ایئر پورٹ کے اندر داخل ہو گئے ایک طویل سفر کے بعد وہ پاکستان میں موجود تھے۔

رات کو وہ لیٹا ہوا تھا ہما کا چہرہ بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا اس نے اپنے دل میں جو اس کی محبت کا بیج بویا تھا اب وہ پودا پروان چڑھ چکا تھا اس نے ایک گھنے درخت کی شکل اختیار کر لی تھی اب وہ وقت آ گیا تھا وہ اس سے کھل کر بات کرنا چاہتا تھا اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔
ہما مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ صبح اٹھتے ہی اس نے ہما سے کہا۔
ہاں کہو اس نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔
وہ۔وہ۔وہ جھجک رہا تھا۔
بولو بھی۔ ہما بے چینی سے بولی۔
وہ مجھے تم سے۔ مجھے تم سے۔۔
ہاں ہاں۔ بولو۔ کیا مجھ سے۔
مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔
کیا۔ اسکے منہ سے قہقہہ سا نکلا اور پھر اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئی وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔
اس چھوٹے سے لفظ کے لیے اتنا تڑپایا ہے تم نے مجھے۔
کیا کیا۔ سلمان اس کی بات پر چونکا۔ اور وہ شرما کر ایک طرف بھاگ گئی۔ لیکن سکندر نے اسے لپک لیا۔ کیا کہا تم نے یہ چھوٹا سا لفظ اور تمہاری تڑپ۔
ہاں سلمان میں تمہارے منہ سے یہ لفظ سننے کے لیے کئی ماہ سے بے چین تھی لیکن آج تم نے اس لفظ کو ادا کر کے میرے دل کو دلی تسکین دے دی ہے میں بھی تم سے بہت محبت کرتی ہوں بہت ہی زیادہ آئی لو یو سلمان آئی لو یو۔
اور پھر اس گھر میں ہر کسی کا چہرہ خوشی سے جھوم رہا تھا۔ سب ہی ان دونوں کی محبت اور ساتھ پر بہت ہی خوش تھے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا تا کہ میں مزید لکھ سکوں۔ آپ لوگوں کی رائے میرے لیے بہت ہی اہم اہمیت رکھتی ہے۔ اس سے پہلے میری شائع ہونے والی کہانی پر مجھے بے شمار کالز آ رہی ہیں اور ابھی تک آ رہی ہیں ان سب کا کہنا ہے کہ میں خوفناک ڈائجسٹ کے لیے لکھتا رہوں اور میری کوشش ہوتی ہے کہ میں اس میں ہر ماہ لکھتا جاؤں تا کہ آپ کو میری تحریروں کا انتظار نہ رہے لیکن اس کے باوجود بھی وقت درکار ہوتا ہے۔ میں بہت اپنی ایک نئی سٹوری کے ساتھ حاضر ہوں گا اس کہانی کو میں کہاں تک لکھنے میں کامیاب رہا ہوں اس کا فیصلہ آپ لوگوں نے کرنا ہے مجھے آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔

آیت الکرسی

---تحریر: مجید احمد جائی۔ملتان

جمال بائیک لئے آفس سے نکل پڑا۔گھپ اندھیرا،رات کو اپنی چادر میں لپیٹ چکا تھا۔اوپر سے قہر کی سردی۔ہاتھ تو کیا پورے کا پورا جسم سردی سے سن ہو رہا تھا۔موٹر سائیکل پر ویسے بھی ہوا لگتی ہے۔جمال سردی سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ابھی آدھا سفر باقی تھا نہر کنارے گھپ اندھیرا تھا تھوڑا دور پرانا قبرستان آتا تھا جمال کا خوف سے بُرا حال تھا۔اب پچھتا رہا تھا کاش! آفس سے نہ نکلتا۔سہمے سہمے اپنے خیالوں میں گم محو سفر تھا کہ اچانک شور برپا ہوا۔جیسے کوئی ہنگامہ ہو۔کسی کی ''چیخ'' آرہی ہو۔مگر اس وقت ،گھپ اندھیرے میں جبکہ ارد گرد کوئی بشر نظر نہیں آتا تھا۔جمال کے خوف سے پسینے چھوٹ رہے تھے۔سخت سردی میں بھی پسینے سے شرابور تھا۔اچانک بائیک کے آگے کوئی چیز نمودار ہوئی۔جمال نے بائیک روکی ہی تھی۔پھر اسے ہوش ہی نہ رہا۔ایک دن جمال نے مجھے یوں بتایا کہ جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو عالیشان محل میں پایا۔خوشبوؤں سے معطر ایسا عالیشان محل میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ابھی چاروں طرف کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ دروازہ کھلا۔ایک قوی ہیکل لڑکی اندر داخل ہوئی۔ڈراونی شکل ،لمبے لمبے ناخن ،ہاتھوں پہ بال ہی بال تھے۔کم از کم انسان تو ایسے نہیں ہوتے۔میں سوچ ہی رہا تھا۔میں کہاں آگیا ہوں۔؟میرے چہرے کے تاثر دیکھ کر وہ لڑکی مجھ سے مخاطب ہوئی۔ابن آدم کیسے ہو۔؟آ....آ....آپ کون بمشکل میرے حلق سے آواز نکلی۔گھبراؤ نہیں۔میں تمھیں کچھ نہیں کہوں گی۔تم ہی تو میری جان ہو۔تم مجھے بہت پسند ہو۔میں تم پہ قربان ہوں۔مجھ سے شادی کرو گے۔

رات

آیت الکرسی اور جنات سے رہائی

مجید احمد جائی

ملتانی۔(0301-7472712)

آج کے اس دور میں لوگ جنات پر یقین نہیں رکھتے مگر! یہ سچ ہے جہاں انسان بستے ہیں وہی پر جنات کے بسیرے بھی ہوتے ہیں۔یہ آگ سے پیدا ہوئی خلائی مخلوق کہلاتی ہے۔جو عام طور پر نظر نہیں آتی۔ان کے ٹھکانے ویران کھنڈرات ،پرانے قبرستان ہوتے ہیں۔مجھے بھی جنات پر یقین نہیں تھا،مگر ایک دن میرے ساتھ دوست کے ساتھ عجیب واقعہ ہوا تب سے میں تسلیم کر گیا کہ اشرف المخلوقات کی طرح جنات کی بھی دُنیا آباد ہے۔انسانوں کی طرح یہ بھی شادیاں کرتے ہیں۔ان کے بھی خاندان ہوتے ہیں۔جس طرح اچھے بُرے انسان ہوتے ہیں اُسی طرح یہ بھی اچھے بھی ہوتے ہیں اور انتہائی کمینے بھی۔

سردیوں کے دن تھے۔ہر بشر مغرب کی نماز پڑھتے ہی اپنے اپنے لحافوں میں گھس جاتے تھے۔جمال اس وقت ڈیوٹی پہ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔رات کی ڈیوٹی تھی۔گھر سے تقریبا بیس کلومیٹر کا سفر تھا۔نہر کنارے ،ویران ،سنسان

راستہ، دن دیہاڑے بھی جہاں سے گزرتے ہوئے خوف آتا تھا۔ راستے میں ایک پرانا قبرستان پڑتا تھا۔ جب جمال ڈیوٹی پر جاتا، دور دور سے گیدڑوں کے چیخنے کی آوازیں ماحول میں ارتعاش پھیلا رہی ہوتی تھیں۔ کہیں کہیں آوارہ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ ایک دن حسب معمول جمال ڈیوٹی پہ گیا۔ اس دن کام تھوڑا تھا جو جلد ہی ختم ہو گیا۔ جمال کو گھر جانے کی سوجھی کیونکہ آفس میں سونے کے لئے کوئی انتظام نہیں تھا۔

جمال بائیک لئے آفس سے نکل پڑا۔ گھپ اندھیرا، رات کو اپنی چادر میں لپیٹ چکا تھا۔ اوپر سے قہر کی سردی۔ ہاتھ تو کیا پورے کا پورا جسم سردی سے سن ہو رہا تھا۔ موٹر سائیکل پر ویسے بھی ہوا لگتی ہے۔ جمال سردی سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ابھی آدھا سفر باقی تھا۔ نہر کنارے گھپ اندھیرا تھا تھوڑا دور پرانا قبرستان آتا تھا۔ جمال کا خوف سے برا حال تھا۔ اب پچھتا رہا تھا کاش! آفس سے نہ نکلتا۔ سہمے سہمے اپنے خیالوں میں گم محو سفر تھا کہ اچانک شور برپا ہوا۔ جیسے کوئی ہنگامہ ہو۔ کسی کی چیخ "آرننو: ہو" مگر اس وقت، گھپ اندھیرے میں جبکہ ارد گرد کوئی بشر نظر نہیں آتا تھا۔ جمال کے خوف سے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ سخت سردی میں بھی پسینے سے شرابور تھا۔ اچانک بائیک کے آگے کوئی چیز نمودار ہوئی۔ جمال نے بائیک روکی ہی تھی۔ پھر اسے ہوش ہی نہ رہا۔ ایک دن جمال نے مجھے یوں بتایا کہ

جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو عالیشان محل میں پایا۔ خوشبوؤں سے معطر معطر ایسا عالیشان محل میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابھی چاروں طرف کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ دروازہ کھلا۔ ایک قوی ہیکل انسان اندر داخل ہوئی۔ ڈراؤنی شکل، لمبے لمبے ناخن، ہاتھوں پہ بال ہی بال تھے۔ کم از کم انسان تو ایسے نہیں ہوتے۔ میں سوچ ہی رہا تھا۔ میں کہاں آ گیا ہوں۔؟ میرے چہرے کے تاثر دیکھ کر وہ لڑکی مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ابن آدم کیسے ہو۔؟

آ،،، آ،،، آپ کون بمشکل میرے حلق سے آواز نکلی۔ گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔ تم ہی تو میری جان ہو۔ تم مجھے بہت پسند ہو۔ میں تم پہ قربان ہوں۔ مجھ سے شادی کرو گے۔ تم ہو کون۔؟ میں نے پوچھا۔ میں جنات سے ہوں۔ میں نے تمہیں اُس رات دیکھا جب میں اپنے رشتے دار کی شادی میں بارات کے ہمراہ جا رہی تھی۔ مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں تمہیں اُس دُنیا سے اپنے محل میں لے آئی۔ تم جہاں سے کہیں نہیں جا سکتے؟ مجھ سے شادی کرو گے تو تمہاری ہر خواہش پوری کرو گی۔

لیکن مجھے تو آپ سے شادی نہیں کرنی، تم جنات میں سے ہو اور میں ابن آدم۔ میری اپنی دنیا ہے۔ میری اپنی قوم ہے، میں آپ سے شادی نہیں کر سکتا۔ ہرگز نہیں۔ آپ کو مجھ سے شادی کرنی ہی ہوگی۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمھارا وجود آگ سے بنا ہے۔ میں ابن آدم ہوں میرا وجود مٹی سے بنا ہے۔ ہمارا ملاپ کیسے ہو سکتا ہے۔؟ کیوں نہیں ہو سکتا۔؟ بس مجھے تم سے شادی کرنی ہے۔ میری ہی مرضی چلے گی۔ میری برادری، رشتے دار میری ہی بات مانتے ہیں۔ مجھے اس نے ایک خوبصورت کمرے میں قید کر رکھا تھا۔ اس کی مرضی کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کئی دن یونہی گزر گئے۔ میں ہار گیا۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔ مجبوراً مجھے شادی کرنی پڑی۔ وہ بہت خوش تھی۔ اس خوشی کے موقع پر شاندار جشن کا

انعقاد کیا گیا۔ رات کے گہرے ہوتے ہی اس کی برادری جمع ہو گئی۔ انسانوں کی طرح ڈھول باجے والے آئے۔ گیت گائے گئے۔ ڈانس ہوئی، رنگ رنگ کے کھانے تیار کیے گئے۔ خوب ہلہ گلہ تھا۔ آج تو مجھے کوئی بھی بدصورت نہیں لگ رہی تھی۔ حسین سے حسین لڑکیاں شریک تھیں۔ ایسا لگتا تھا سارا حسن یہاں امڈ آیا ہے۔ رات کے آخری وقت میں جشن ختم ہوا تو سبھی اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ رات آخر گزر گئی۔ نئے سفر کا آغاز ہو چکا تھا۔ نئی زندگی کی شروعات ہو چکی تھی۔ میری بیوی حد سے زیادہ مجھ سے پیار کرتی تھی۔

مجھے اپنے ساتھ لیے مختلف علاقوں کی سیر کروائی، جس چیز کی طلب ہوتی فوراً حاضر کر دیتی۔ سب کچھ پا کر بھی میں خوش نہیں تھا۔ میں اپنی دُنیا میں جانا چاہتا تھا۔ مجھے امی جان بہت یاد آ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے صدیاں گزر گئی ہوں۔ دل ہر چیز پا کر بھی خوش نہیں تھا۔ نجانے کیا چیز تھی جو اکسا رہی تھی۔ یہاں مجھے کوئی پریشانی نہیں تھی۔ پھر بھی میں نجات چاہتا تھا وہ بھی اپنی بیوی سے، اپنی شریک حیات سے۔ جو تن من سے اپنا مان چکی تھی۔ وقت کا پنچھی محو پرواز رہا۔ دن سالوں پر محیط ہوتے گئے۔ میرے اس سے دو بچے بھی ہو گئے۔ بالکل ماں کی طرح شکل وصورت، بیٹا دو سال کا اور بیٹی ایک سال کی تھی جب میری بیوی مجھے اپنے کسی عزیز کی شادی پر لے گئی۔ وہاں پر میری ملاقات ایک بزرگ جن سے ہوئی۔ جو بہت نیک تھا۔ اس بزرگ نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ آپ ابن آدم سے ہو ناں۔ میں نے سر جھکا کر ہاں میں جواب دیا۔ علیک سلیک ہونے پر میں نے اپنی تمام کہانی اس کے گوش گوار کی۔ میں واپس اپنی دُنیا میں جانا چاہتا تھا۔ بابا جی میں سب کچھ پا کر بھی خوش نہیں

ہوں۔ آپ ہی مجھے نیک لگتے ہیں۔ کیا مجھے میری بیوی سے نجات دلا سکتے ہیں۔ کوئی نہیں بیٹا، کام مشکل ضرور ہے ناممکن نہیں ہے۔ اس نے مجھے چھوٹا سا رومال دیا اور کہا جب بھی مجھ سے ملنے کی طلب ہوں۔ اس رومال کو سونگھ لینا میں حاضر ہو جاؤں گا، یہ جادو والا رومال ہے۔ اپنی بیوی کو خبر نہ ہونے دینا، ورنہ قیامت برپا کر دے گی۔ یوں میری اس نیک جن سے دوستی ہو گئی۔ میں جب بھی اداس ہوتا، رومال کو سونگھ لیتا۔ رومال کا سونگھنا ہوتا تھا کہ نیک جن حاضر ہو جاتا۔ پھر ہم ڈھیروں باتیں کرتے۔ نیک جن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ کئی دفعہ مجھے اپنے ساتھ بھی لے گیا۔ پل بھر میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں پہنچ جاتے تھے۔ نیک جن نے کئی حج کر لئے تھے۔ مجھے اولیائے اللہ کی محفلوں میں لے جاتا۔ میں اس کی صحبت میں رہ کر خوش تھا۔ اداسی ختم ہو گئی تھی۔

پھر ایک دن نیک جن نے مجھے کہاں جمال تیار رہنا آج آپ کو آپ کی دنیا میں چھوڑ آنا ہے۔ پہلے تو ہم چند گھنٹوں کے لئے ملتے تھے۔ پھر میں اپنے بیوی بچوں میں آ جاتا تھا۔ اس طرح میری بیوی کو کوئی شکایت نہیں تھی۔

میں حسب وعدہ تیار تھا۔ نیک جن نے مجھے واپس اپنی دُنیا میں پہنچا دیا۔ وہی رات کا منظر تھا۔ میری بائیک نہر کنارے کھڑی تھی۔ میں حیران تھا کہ اس کا انجن ابھی تک گرم تھا۔ میں بائیک لئے کام پر چلا گیا۔ سب کچھ نارمل تھا۔ جیسے کچھ ہوا نہیں ہے۔ میرے ساتھ کیا ہوا، کیا نہیں ہوا۔ مجھے ہی پتہ تھا۔ میرے علاوہ کسی کو کچھ بھی خبر نہیں تھی۔۔۔ خیر ماں جی مجھے ایک عامل کے پاس لے گئی۔ عامل نے اپنے عمل شروع کر دیئے۔

میری بیوی کو خبر ہوئی تو انتقام پر اُتر آئی۔ مجھے

اذیت دینے پر تل گئی۔ کبھی بائیک کو نقصان پہنچا دیتی، کبھی میرے گھر میں توڑ پھوڑ کر دیتی۔ مجھے بار بار دھمکی د... رہتی تھی کہ میرے پاس چلے آؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے ورنہ میں تمہیں ختم کر دوں گی۔ میری بیوی انتقام پر اتر آئی تھی۔ آخر کار ہم ایک عامل کے پاس پہنچ ہی گئے۔ عامل نے اپنے تمام منتر پڑھ ڈالے مگر وہ قابو میں نہ آئی۔ الٹا عامل صاحب ہاتھ جوڑ کر بھاگ گئے۔ میری بیوی نے عامل صاحب کی ٹانگیں توڑ دیں اور مجھے وہاں سے اٹھا لے گئی۔ میں التجا کرتا رہ گیا، مگر اس نے ایک نہیں سنی۔ میں نے تمہیں روکا تھا کہ ایسا کچھ نہ کرو جس سے مجھے نقصان پہنچے، مگر تم نے میری ایک نہیں مانی۔ اب دیکھتے جاؤ میں تمہارے ساتھ کیا کیا کرتی ہوں۔ تمہارے ساتھ ساتھ تمہارے خاندان کو بھی ختم کر دوں گی۔ اس نے مجھے قید کر کے رکھ دیا۔ میں قیدی پرندے کی طرح پھڑ پھڑاتا رہ گیا۔

کئی دن یونہی گزر گئے۔ دل ہی دل میں اس نیک بزرگ جن کو یاد کر رہا تھا۔ کہتے ہیں ناں کچھ لمحے قبولیت کے ہوتے ہیں۔ ابھی میں اس بزرگ جن کو یاد کر ہی رہا تھا کہ وہ حاضر ہوئے۔ سلام دعا کے بعد حال احوال ہوئے۔ کہنے لگے معاف کرنا، میں اجتماع میں گیا ہوا تھا۔ آپ کے حالات کی خبر مجھے ہو چکی تھی۔ مگر! آ نہ سکا۔ جس دن میں نے تمہیں تمہاری دنیا میں بھیجا تھا، اسی دن تمہاری بیوی کے ساتھ میرا جھگڑا ہو گیا تھا۔ وہ میرا کچھ بگاڑ تو نہیں سکتی تھی۔ تمہیں نقصان ضرور پہنچاتی رہی۔ اب اس کا علاج کرنا ہی ہوگا۔ اسے خبر ہو چکی ہے کہ میں تمہارے پاس آیا ہوا ہوں۔ میں تمہیں ایک نسخہ دے رہا ہوں اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو اسے ختم کر دینا۔ بھلا ہو اس نیک جن کا جس نے میری مدد کی۔ اس نے مجھے وہاں سے آزاد کرایا اور گھر بھی پہنچا دیا۔

کئی دن گزر رہے تھے کہ میری بیوی آگ بگولہ، وحشت زدہ چہرہ لئے میرے گھر آ گئی۔ وہ مجھے مارنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا کام کرتی۔ میں نے اس نیک بزرگ جن کا بتایا ہوا عمل کرنا شروع کر دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے، میری بیوی آگ کی لپیٹ میں آ گئی۔ چند لمحوں میں آگ نے اسے ختم کر دیا۔ آگ سے پیدا ہوئی تھی آگ میں جل کر راکھ بن گئی۔ جانتے ہو وہ نسخہ کیا تھا۔ نہیں ناں۔ چلو آج میں تمہیں بھی وہ نسخہ دے دیتا ہوں۔ کیونکہ ''کر بھلا ہو بھلا'' اس نیک بزرگ جن نے مجھے آیت الکرسی کا نسخہ دیا تھا۔ میں نے آیت الکرسی پڑھ کر ہی اپنی بیوی پر پھونک ماری تھی، جس سے وہ جل کر ختم ہو گئی۔ اس دن سے آج تک میں نے آیت الکرسی پڑھنا نہیں چھوڑی۔ گھر میں ہوں، یا کسی سواری پر سوار ہو رہا ہوں آیت الکرسی ضرور پڑھ لیتا ہوں۔ سونے سے پہلے آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیتا ہوں، اور اپنے گھر کو بھی آیت الکرسی کے حصار میں رکھتا ہوں۔ یوں رب کی ذات مجھے جنات سے محفوظ رکھتی ہے۔ میں آج تک اس نیک بزرگ جن کو دعائیں دیتا ہوں جس نے مجھے رہائی دلائی تھی۔ واقعی انسانوں کی طرح جنات میں بھی اچھے اور برے دونوں ہوتے ہیں۔ آپ بھی آیت الکرسی پڑھ کر آزما سکتے ہیں۔ ختم شد!

قطعہ

پلکوں پہ آ کر رُک جاتے ہیں یہ آنسو
تنہا پا کر بہہ جاتے ہیں یہ آنسو
دل تو بہت کرتا ہے غم بتلاؤں آپ کو
پر ہنستا دیکھ کر آپ کو سوکھ جاتے ہیں یہ آنسو

☆... ملک منیر ناز- صادق آباد

کوئی چاند رکھ میری شام پر

خواجہ عاصم سرگودھا

وہ سر پر دوپٹہ جماتے باہر نکل آئی جہاں ماسی زلیخا، نور محمد، رحمت چاچا، تایا اور دو عورتیں نہ جانے کب آ بیٹھے تھے۔

نور محمد ماروی کو دیکھتے ہی خاموش ہو گیا۔

کیا بات ہے ادا؟ کیا ہوا؟ وہ سر پر چادر جماتی ہوئی دھیرے سے بولی۔

تو اندر جا ماروی، ماسی زلیخا عجیب سے انداز سے بولی۔

کیوں ماسی کیا کوئی مسئلہ ہو گیا ہے؟ وہ اور قریب آ کر بولی۔

تو اندر جا ماروی، نور محمد زور سے دھاڑا۔

کیوں ادا کیا ہوا؟ کچھ پتہ تو چلے نا،

تو اندر جا اب کی بار نور محمد کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں ماروی نے اپنی زندگی میں پہلی بار نور محمد کو غصے کی اس شدید حالت میں دیکھا تھا۔

وہ انہی قدموں واپس پلٹ آئی اور دروازے سے لگ کر کھڑی ہو گئی نور محمد کے اس انداز پر دل پتے کی طرح لرزنے لگا تھا۔

خاندان اور برادری کے رسم و رواج بھی کوئی چیز ہوتے ہیں، بیٹا نور محمد سمجھنے کی کوشش کرو، تایا بول رہا تھا۔

کن رسم و رواج کی بات ہو رہی تھی؟

ماروی بے کل ہو کر سوچ رہی تھی۔

وہ میری بیٹیوں کی طرح ہے صرف آٹھ سال کی تھی جب زینب کے ساتھ اس گھر میں آئی تھی اس وقت اُجالا بارہ سال کی ہے میں اس میں اور اُجالا میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔



کس کی بات ہو رہی تھی؟ آٹھ سال تو ماروی کی عمر تھی جب وہ زینب کے ساتھ اس گھر میں آئی تھی یہاں باپ یا کوئی بہن بھائی نہیں تھا اسی لیے اکیلی ہونے کی وجہ سے ماروی زینب ... کر آ گئی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ نور محمد بہت اچھا انسان تھا اس نے ... ماروی ... کی طرح سمجھا اور تعلیم دلوائی ماروی کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی ... کی ... کی بات ہو رہی تھی۔

وہ آٹھ سال کی نہیں ہے ... طور پر ہم اس کا ... حق اور ضرورت تیری ہے اور پھر کیا تیری اتنی کمائی ہے جو تو اسے ... کی بات کر رہا ہے خود تیری بھی تین بیٹیاں ہیں۔ اس ... کا تو اپنی بیٹیوں کی فکر کیسے کرے گا۔ پھر ہم اسے ... بیاہ سکتے ہیں ... پاس ... کے جہیز کے ... ہی کیا؟ ماسی زلیخا تیز کٹار دار لہجے میں بول رہی تھی۔

ماروی کو احساس دلایا جا رہا تھا کہ اس کا کوئی اپنا نہیں بچا، ماروی ان ... تھی اپنی ذات کا درد محسوس ہوا تو زندگی الجھن ... لگنے لگی آنسو نکل پڑے ... ذات کے متعلق سوچنا بے کار تھا۔

بس کر دے اماں ... سے دھاڑا۔ ماروی کی سمجھ میں ہر بات ... بات اسی کی ہو رہی تھی نور محمد ... اٹھ کر چلا گیا اور سفیر بھی اس کے پیچھے ...

سب سے پہلا حق اور ضرورت تیری ہے، یہ الفاظ ماروی کے ذہن پر ہتھوڑوں کی طرح بج رہے تھے۔ خود ... کے متعلق ... کا وقت آ گیا تھا ماسی کو کیا ہو گیا تھا ... حلق خشک ہونے لگا تو ... کے بعد ماسی نہ جانے کیا ... تینوں کو اپنے بازوؤں ... پھاڑے خلاؤں ...

پھر باہر کے لوگ بھی اٹھ کر چلے گئے رات گئے ... بھی ... آ گیا اور ... بھی۔ ماسی زلیخا جو بہت دیر سے بڑبڑا رہی تھی اپنے ... سر پر پٹی باندھ کر لیٹ ... نور محمد بھی دور ہی اپنی چارپائی پر لیٹ گیا ماروی ... کو کھانا کھلا چکی تھی ... چکی تھی اس نے اجالا کے ہاتھ نور محمد اور سفیر کو کھانا بھجوایا تو دونوں کا کھانا واپس آ گیا ماروی نے زور دینا مناسب نہ سمجھا اور برتن ڈھک کر اپنی چارپائی پر لیٹ گئی۔

آنگن کی ٹھنڈک بھی سکون نہیں دے رہی تھی۔ آسمان پر چاند چمک رہا تھا ماروی بہت دیر تک چاند کو ایک ٹک دیکھتی رہی۔ نینب کا چہرہ آنکھوں میں رکا تھا۔ چاند بھی اداس لگ رہا تھا کروٹ لی تو پتہ چلا کہ تکیہ بھیگ رہا ہے وہ کب سے بے آواز رو رہی تھی۔ زندگی کیسی بدل گئی تھی۔ اس نے مجبور دل سے سوچا۔

او صدف دیکھو میری اس زندگی سے ملاقات ہوئی۔ جس کی تم بات کرتی تھیں جہاں مجبوری ہے بے بسی ہے غم ہے آلاؤ جلتے ہیں ہاں صدف میری اسی زندگی سے ملاقات ہوگئی ہے میرے تعاقب میں میرے پیچھے پیچھے ہی پھر رہی تھی ہاسٹل سے اپنے گھر سے لیکن جب میں تم سے بے شمار خوب صورت باتیں کر رہی تھی تو شاید مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی مجھ پر ہنس رہی تھی بہت جلدی مجھ سے آن ملی سوچتے سوچتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ اچانک کسی نے اس کے ماتھے کو چھوا تو وہ نیند میں کسمسائی اور آنکھ کھول دی کسی نے اس کے منہ پر سختی سے ہاتھ رکھ دیا ماروی نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تو وہ نور محمد تھا۔ نور محمد نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ماروی کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور آہستہ آہستہ اس کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا ماروی وحشت زدہ سی آنکھیں لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

نور محمد نے سوئی ہوئی ماں اور بچیوں کی طرف ایک نظر ڈالی اور ماروی کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا ماروی خاموشی سے چارپائی سے اتر آئی اور نور محمد کے پیچھے پیچھے چلتی گھر کے پچھلے صحن کی طرف آ گئی اس نے حیرت سے سفیر کو دیکھا جو تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بڑے سے پتھر پر اکڑوں بیٹھا تھا ان دونوں کو آتا دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ چادر ٹھیک سے اپنے سر پر اوڑھ لے اور میرے پیچھے پیچھے آ جا، نور محمد نے اندھیرے کا سکوت توڑ کر کہا۔

غیر ارادی طور پر ماروی کا ہاتھ اپنے سر کی چادر پر چلا گیا اس نے دوپٹہ ٹھیک طرح سے سر پر جمایا اور آہستہ سے بولی، کہاں جانا ہے ادا؟

ادا کہتی ہے تو پوچھتی کیوں ہے؟ جہاں لے جاؤں گا تیرے بھلے کو لے جاؤں گا، نور محمد بھی آہستہ سے بولا۔

اب سفیر اور نور محمد تیزی سے اندھیرے کو چیرتے ہوئے چلنے لگے ماروی ان دونوں کے پیچھے تھی ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ آدھے چاند کی رات تھی ستارے بھی جوبن پر تھے مگر اندھیرا ان سب پر حاوی تھا پوری وادی میں اندھیرے کا راج تھا۔ مگر وہ سب ان اندھیروں میں چلنے کے عادی تھے۔

اگر عادی نہ ہوتے تو اب تک کسی گہری کھائی میں گر چکے ہوتے، جن راستوں پر وہ چل رہے تھے وہ ماروی کے دیکھے بھالے اور پاؤں لگے تھے، وہ اپنی زمینوں کی حدود بھی بہت پیچھے چھوڑ آئے، ماروی نے ڈھلان پر چڑھتے ہوئے پیچھے مڑ کر گھر کی طرف دیکھا تو سوائے گھنگھور اندھیرے کے اور کچھ نظر نہیں آیا وہ چلتے رہے کافی دور آنے کے بعد نور محمد رک گیا۔

بس اب آگے تو سفیر کے ساتھ جائے گی۔۔۔ وہ تیزی سے بولا اس کی آنکھیں اندھیرے میں چمک رہی تھیں۔

کہاں جانا ہے ادا؟ اب تو بول دے، ماروی بے چین سی ہوگئی۔

اس وادی کو چھوڑ کر چلی جا ماروی۔ نہیں تو تجھے تیری ادی کی قبر پہ بین کرنے کا وقت بھی نہیں ملے گا، نور محمد سختی سے بولا۔

اس کی بات سن کر ماروی حواس باختہ ہوگئی اور ہونقوں کی طرح بولی، کیا پہیلیاں بجھوا رہا ہے ادا؟ وادی کیوں چھوڑ دوں؟ اور بھلا کہاں چلی جاؤں۔

ہمیشہ کے لیے وہیں چلی جا جہاں تو بہت عرصے سے رو رہی ہے، تیری پہچان کا علاقہ ہے، اس لیے میں نے تیرے لیے وہی جگہ منتخب کی ہے کسی مزار کی بھکارن بن کر عمر گزار دینا مگر اس وادی میں واپس آنے کا مت سوچنا کیونکہ یہاں سے تیرا دانہ پانی اٹھ چکا ہے اب تجھے اپنی زندگی خود بنانی ہے، نور محمد بولتا جا رہا تھا بغیر اس بات کی پرواہ کیے کہ ماروی کی ذہنی کیفیت کیا تھی۔

کیا بولے جا رہا ہے! میں نہیں جاؤں گی، کہیں نہیں جاؤں گی، ماروی نے ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹا لیے۔

ماروی تو جانتی ہے کہ اماں کیا چاہتی ہے، وہ تیری ادی زینب کی سوت، چاہتی ہے

جس کو سوچ کر زندہ زینب دکھ میں ڈوب جاتی تھی۔ اس کے مرنے کے بعد اب اس کی روح کو گھاؤ نہیں لگانا چاہتا اور تو بتا کیا تو اپنی ادی کی جگہ لے لے گی۔۔۔۔ وہ بولتا بولتا رک گیا۔ ماروی کے گلے میں پھندے پڑ رہے تھے۔

پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوا'' پگلی اجالا کی طرح تجھ سے پیار ہے مجھے۔۔۔۔ اماں تو پاگل ہے دماغ خراب ہو گیا ہے۔ پگلی ہے وہ بڑھاپے نے سٹھیا دیا ہے صحیح غلط نہیں سوچ سکتی۔۔۔۔ برادری والوں کا بھی دماغ خراب ہو گیا ہے بھی سیدھی بات کرتے ہیں ایک الٹی بات کرنے والا ان کی نظر میں بس میں ہی ہوں۔ ماروی نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اسے اپنا گاؤں اور اپنے لوگ چھوڑنے پڑیں گے۔ ہم ماسی کو سمجھائیں گے ادا۔۔۔۔ ہم سمجھائیں گے اسے'' ماروی لاچاری سے بولی آنسوؤں کے موٹے موٹے دو قطرے بے خیالی میں گال پر بہہ نکلے۔

سمجھانے کا وقت گزر گیا ہے، بس تو چلی جائے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا تیرے بنا رہے میں میرے سامنے کوئی راستہ نہیں ہے جس کے سہارے میں تجھے چند دن بھی یہاں روک سکوں۔۔۔۔ زینب کی بچی پھلاں رانی کے لیے میرے پاس کوئی مستقبل نہیں جو مجھے صحیح لگے، سب جاہل لوگ ہیں تیرے جیسی کلی کو روند کے رکھ دیں گے جیسے تیری ادی کھانس کھانس کے مر گئی، ایسے ہی تو بھی کسی چولہے کے قریب کھانس کھانس کر مر جائے گی، پھر کوئی تیری پرواہ نہیں کرے گا، جا زینب کی رانی چلی جا۔

لیکن میں اجالا روشنی اور کرن کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں، ماروی گھٹی گھٹی آواز میں بے ربط سانسوں میں بول پڑی ادی ان تینوں کا ہاتھ مجھے تھما کر گئی ہے میں کیسے چھوڑ کر چلی جاؤں ادا۔ مجھ سے نہیں ہوگا نہیں۔۔

ان کی فکر نہ کر۔۔۔۔ تیری طرح انہیں بھی پڑھاؤں گا تیرے ساتھ۔ وعدہ کرتا ہوں، نور محمد بچوں کی طرح چہکار کر بولا۔

پر ان کا خیال کون رکھے گا؟ ماروی متزلزل آواز میں بولی۔

اپنی فکر کر۔۔۔۔ صرف اپنی فکر کر۔۔۔۔ جا چلی جا سوال نہ ڈال ان کا وقت پڑا ہے، نور محمد کا لہجہ تیز ہو گیا۔

ابا تو نے تو میرے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی ہے ابھی تو مجھے اپنا پرایا کچھ سمجھ نہیں آیا کیسے چلی جاؤں باپ ہے تو ہاتھوں کی گھنی چھاؤں کی طرح تیری دعاؤں میں رخصت ہونا تھا، ماروی فریاد کرتے ہوئے بولی۔

باپ کی لاڈلی بیٹی اپنے بابا سے لپٹ رہی تھی جیسے پھر کبھی نہیں ملے گی۔ اندھیرا تھا اور آگے کے راستے میں بھی اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

تیری ماں بہت روتی ہے، اس کی موت نے تجھے یتیم کر دیا ہے پیچھے، تیرا چہرہ کملا گیا ہے۔ میرا بھلا ہی تو چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ جسم کے گھاؤ بھر جاتے ہیں مگر روح کے گھاؤ ناسور ہوتے ہیں برسوں نہیں بھرتے اس کی یادوں سے دور جا کر تجھے دوا نہ سہی سکون ضرور ملے گا۔ پگلی تو نے تو بہت بڑی زندگی گزارنی ہے اس لیے اتنی بڑی زندگی کو یہاں بے کار نہ کر۔

مگر ابا، ماروی مچل اٹھی۔

مجھ سے سوال نہ ڈال اپنی ماں کی جگہ لے سکتی ہے کیا۔۔۔ بول، وہ کڑے لہجے میں بولا۔

ماروی سہم کر چلتی سوچ رہی تھی ابا سب ٹھیک کہہ رہا تھا مگر دل میں عجیب سی گھبراہٹ لگی تھی جو بے حاصل اور بے سود تھی۔

اور کون ہے میرا؟ آخر کس کے پاس چلی جاؤں؟

کون اور کس کے سہارے زندہ رہوں کون اور کس کے سہارے تو شکنجے کی طرح جکڑ لیتے ہیں۔ میری یہ باتیں اچھی طرح یاد رکھنا گرہ سے باندھ لینا بول میری یہ باتیں یاد رکھے گی نا۔۔۔۔ نور محمد نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا تو ماروی نے کچھ لمحے بعد سر ہلا دیا۔

اس کی بات ماننی پڑی وہ ٹھیک تو کہہ رہا تھا زینب کی جگہ لینا شاید مر جانے سے زیادہ مشکل کام تھا بلکہ بہتر تھا کہ وہ چلی جاتی۔ ماسی زلیخا اپنی بات منوا کر رہنے والوں میں سے تھی۔ پھر برادری والے بھی اس کے ساتھ تھے، مگر گلے میں پھندے سے پڑ رہے تھے۔

میرا تو کوئی بھی نہیں۔۔۔۔ ماروی کی زبان سے نکل آیا۔

پھر کوئی، کی بات کر۔۔۔۔ پر دھیان سے سن زندہ رہنے کے لیے زندگی میں کچھ اصول بنا لیے جائیں تو بھٹکولے کھاتی زندگی کو کچھ قرار سا آ جاتا ہے، بے شک کچھ اصول بڑے تنگ ہوتے ہیں، مگر زندگی کے سکون کے لیے ایسی تنگی برداشت کرنے والے زندگی سے بہت کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، زندگی کے اصول ضرور بنا لینا، پہلا یہ کہ ہمیشہ سر اٹھا کر جینا، انسان کا سر جھکا ہوا ہو تو کبھی بھی زندگی فخر کے قابل نہیں رہتی، ہماری وادی کی شان ہے کہ تقدیریں بے شک جھکی رہیں مگر سر ہمیشہ اٹھا ہوا رہے گا، خدا کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکتا۔ نہ امیر کے آگے نہ غریب کے آگے، دوسری بات بھی دھیان سے سن۔۔۔۔ نور محمد چند لمحے کو رکا اس کا مضبوط اور سخت چہرہ ماروی اندھیرے میں بھی محسوس کر سکتی تھی۔

دھیان سے سن میں جانتا ہوں۔۔۔۔ خود سے دور کر کے تجھے دنیا میں بھیج رہا ہوں۔ جانتا ہوں کہ تیرے لیے زندگی کتنی مشکل کر رہا ہوں۔ لیکن اس مسئلے کا حل یہی ہے اپنی حفاظت کرنا ماروی۔۔۔۔ خود کا خیال رکھنا۔ عزت بڑی مہنگی چیز ہوتی ہے تو پہاڑوں کی بیٹی ہے ان پہاڑوں کا سر کبھی جھکنے نہ دینا تو سمجھ رہی ہے نا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، نور محمد اسے سمجھا رہا تھا۔

ہاں ادا۔۔۔ ماروی کے منہ سے سسکی نکلی اس نے دوپٹہ اپنے منہ پر رکھ لیا۔

اپنے لیے زندگی جو بنا لے، مجھے بیٹا بن کر دکھانا۔ میں تیرے روپ میں بیٹا دیکھنا چاہتا ہوں۔ زینب کو بھی بیٹے کا بہت شوق تھا اس کا شوق پورا ہو جائے گا میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا ہر فیصلہ خود کرے اور صحیح کرے، اپنا خیال مرد بن کر رکھنا عورت بنے گی تو عورت ہی رہ جائے گی۔ تو سن رہی ہے نا ماروی۔۔۔۔ نور محمد اس کے جھکے ہوئے چہرے کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔

ہاں ادا تو بول میں سن رہی ہوں۔۔۔۔ اب کی بار ماروی پختہ لہجے میں بولی، اگر نور محمد فیصلہ کر چکا تھا تو ماروی کو بھی اب فیصلہ ہی کرنا تھا۔

واپس لوٹ کر کبھی نہ آنا کیونکہ تیرے جانے کے بعد سارے دروازے بند ہو

جائیں گے میں کہہ دوں گا تو گھر سے بھاگ گئی ہے۔

نہیں ـ ـ ـ ـ ماروی کے منہ سے چیخ نکلی رہ گئی فریدہ کا چہرہ نظروں میں گھوم گیا تازہ تازہ واقعہ تھا۔

یہ خط رکھ لے، ملک صاحب کے نام میں نے ساری حقیقت لکھ دی ہے۔ شادی سے پہلے پانچ سال تک میں نے ان کے گھر خادم کی طرح کام کیا ہے، بہت اچھے انسان ہیں تیری مدد ضرور کریں گے۔ مگر ان کے پاس ٹھہرنا مت۔ آگے کی منزل تلاش کرنا۔ کیونکہ بہت سے لوگ ملک صاحب کو بھی جانتے ہیں، کوئی تیری آس میں وہاں نہ پہنچ جائے۔

ماروی نے خط تھام لیا۔ کیا واقعی ہمیشہ کے لیے جا رہی ہے کیا، کبھی واپس نہیں آئے گی، صرف ایک بات تھی جس نے نور محمد کی بات ماننے پر مجبور کر دیا تھا اور وہ تھی نور محمد سے ماروی کی شادی کی بات یہ عفریت منہ کھولے کھڑا نہ ہوتا تو ماروی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی مگر اپنا بچپن زینب کی قبر اور اجالا روشنی اور کرن کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑتی۔ یہ عفریت اس قدر بھیانک تھا کہ وہ نور محمد کی کسی بات سے انکار نہ کر سکی۔

بس اب چلی جا ـ ـ ـ ـ جا سفیرا اسے لے جا، نور محمد تیزی سے بولا۔ یاد رکھنا ـ میرے پاس گاؤں والوں کے لیے تیری طرف سے کوئی جواب نہیں سوائے اس کے کہ تو گھر سے خود چلی گئی ہے۔ میری اجالا روشنی اور کرن کا دھیان ـ ـ ـ ـ رکھوں گا میں رکھوں گا، میں باپ ہوں ان کا اور پھر تھکے تھکے کہا ماں کے بعد بھی ان کا بہت وقت پڑا ہے دیکھیں گے۔ اب تو جا، میں بھی جاتا ہوں ورنہ تو نہیں جائے گی۔ اللہ بیلی، نور محمد کہتے ہی پلٹنے لگا، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے ماروی اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

ادا ـ ـ ـ ـ بے شک جھیل میں ڈبو کے مار دے مگر اس طرح الگ نہ کر، ماروی کی ہمت پھر ٹوٹ گئی۔

ماروی تو زینب کی بہن ہے یقین نہیں آتا کیونکہ وہ تو بہت ہمت والی تھی بہن کو کیوں بدنام کرتی ہے کم ہمت نہ بن، چلی جا پگلی وقت نہیں ہے پو پھٹ پڑی تو گڑبڑ ہو جائے گی۔

وہ تیزی سے سیدھی ہوگئی، نور محمد بغیر پلٹے سیدھا چلتا چلا گیا، ماروی کے قدم زمین سے اکھڑے اور اس نے وہ سمت پکڑ لی جس جانب سفیر جا رہا تھا چلتے چلتے اس نے حسرت بھری نگاہ اٹھا کر آسمان اور پھر اپنے چاروں طرف دیکھا، دل میں ہوک سی اٹھی آنسو تیزی سے اس کی پلکوں سے بہہ رہے تھے، بس کے اڈے پر پہنچی تو بس تیار کھڑی تھی، سفیر نے اپنے کمبل سے اس کا بیگ نکال کر اسے پکڑا دیا، یہ وہی بیگ تھا جو وہ شہر سے گاؤں لائی تھی ماروی کی بہت سی چیزیں اس میں تھیں جو چاکلیٹ ماروی کو صدف نے بچیوں کے لئے دیئے تھے وہ بھی ویسے ہی پڑے تھے۔

سفیر یہ ان تینوں کو دے دینا اس نے پیکٹ سفیر کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے ٹوٹتے لہجے میں کہا۔

آخری نظر سفیر کے چہرے پر ڈالی اور دل کڑا کر کے ہر ناتے کو توڑ ڈالا وقت کا تقاضا نبھانے کے لئے کبھی کبھی کس قدر جبر کرنا پڑتا ہے خود کی ذات کو اندھیروں میں روند کر بھی کچھ نہ ملے تو انسان کی کیفیت کیا ہوگی یہ صرف وہ جان سکتا ہے جس پر بیتتی ہے۔

وہ بس میں سوار ہوگئی اس کی زندگی کا حاصل صرف ایک بیگ تھا کاش وہ اس بیگ میں اپنی من پسند ہر چیز چھپا کر لے جا سکتی، سفیر ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں چھپا کھڑا تھا مبادا اسے اندھیرے میں کوئی پہچان نہ لے اس طرح ڈھکی چھپی ماروی کا پہچانا جانا بھی ممکن تھا۔ پھر بس تو چلی گئی اور ماروی یہ بھی نہ دیکھ سکی کہ وہ سفیر جس کی آنکھیں کبھی کبھی اور بہت بڑے دکھ پر بھیگتی تھیں زینب کی موت کے بعد اس قدر پھوٹ پھوٹ کر رویا تھا کہ اسے گرد و پیش کا ہوش نہ رہا۔

☆☆☆

سفر کرتے کرتے شام سرکنے لگی اور پھر وہ میلوں دور اس شہر میں آ پہنچی یہ بڑا شہر اس کے لئے اجنبی تو نہ تھا مگر نہ جانے کیوں کوئی بھی پہچان سکون نہیں دے رہی تھی۔ ملک صاحب کا گھر ڈھونڈنے میں کسی قسم کی دقت نہ ہوئی۔ جیسے ہی ملک صاحب نے ماروی کا دیا ہوا خط پڑھا انہوں نے ماروی سے نہایت شفقت کا سلوک کیا پھر اپنے نوکر کو آواز دی دی۔

دیکھو انعام ان بی بی کو اپنی چھوٹی بی بی کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔ اور ان سے کہنا کہ یہ گاؤں سے مہمان آئی ہیں۔ اچھی طرح دھیان رکھیں۔۔۔ اور تم ماروی آرام سے یہاں رہو۔ میں کچھ ضروری کام ختم کر کے آتا ہوں۔۔۔ اور ہاں گھبراؤ نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ انہوں نے شفقت سے ماروی کے سر پر ہاتھ رکھا تو ماروی خاموش چہرہ لئے اس نوکر کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

یہ کون ہے تسکین۔ ملک صاحب کی چھوٹی بیٹی ثمین نے اپنی بڑی بہن سے اس وقت پوچھا جب وہ سو کر اٹھی اور اپنی بہن کے پاس آئی وہاں اس نے اجنبی اور ایک نہایت حسین چہرے کو کالی چادر کے ہالے میں اس قدر اداس دیکھا کہ وہ اس کے بارے میں پوچھنے پر مجبور ہو گئی۔

پتہ نہیں۔۔۔ بابا جانی نے بھجوایا ہے شاید گاؤں سے آئی ہے۔ تسکین نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔

تسکین ملک صاحب کی بڑی جب کہ ثمین چھوٹی بیٹی تھی ملک صاحب کی دو ہی بیٹیاں تھیں اور سادت مزاج میں اپنے باپ کی طرح نہایت نرم دل اور شفیق تھیں۔

کیا نام ہے تمہارا۔۔۔ ثمین نے دوسرا سوال کیا اور ماروی کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

ماروی اس نے سادہ سے لہجے میں جواب دیا نظریں جھکی ہوئی تھیں مگر نہ جانے کون سا مضبوط ارادہ تھا کہ سر اٹھا ہوا تھا یہ نور محمد کا ہی سبق تھا کہ آنکھیں جھک جائیں مگر سر کبھی نہ جھکے۔

اس وقت ماروی کی ذہنی حالت عجیب سی تھی وہ راستے بھر خالی الذہن سفر کرتی رہی تھی اپنا سبھی کچھ پیچھے جو چھوڑ آئی تھی اس کے لئے ان حالات پر یقین کرنا دشوار ہو رہا تھا کیا واقعی یہ سب ہو رہا ہے؟ کیا واقعی وہ اپنی حسین وادی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ چکی ہے؟ اس وادی سے بندھا اس کا بچپن اس کی جوانی کا ہر رنگ، اس کی حسین اور البیلی۔ بےفکری زندگی اور سب سے بڑھ کر ان کی بہن زینب اور اس کے تین حسین و دل آفریں پھول۔۔۔ کیا یہ حقیقت تھی کہ وہ یہ سب ہمیشہ کے لئے چھوڑ آئی تھی؟ کیا واقعی ہمیشہ کے لئے؟

اس کا ذہن تسکین اور ثمین کی موجودگی میں بھی انہی باتوں میں الجھا ہوا تھا اس وقت اسے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت تھی ایسا سہارا جو اسے زندگی بلکہ اس زندگی کی موجودگی کا یقین دلا دیتا جو وہ گزار رہی تھی اس کے منہ سے سسکی نکل گئی۔

ارے ارے۔۔۔۔ تم رونے لگیں ماروی! تسکین پریشانی سے بول اٹھی۔

ہاں بی بی ماتم کی رسم ہمارے ہاں بڑی عام ہے مجھے اپنی دنیا اجڑنے کے بعد ابھی وقت ملا ہے تھوڑا سا ماتم کر لوں ماروی آنکھوں کے نم گوشے دوپٹے کے پلو سے خشک کرتی ہوئی بولی۔

کیسی باتیں کرتی ہو ماروی۔۔۔ تم اتنی پیاری تو ہو۔۔۔ کیا غم ہے تمہیں؟ ثمین نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ہمدردی سے پوچھا۔

غم! دل لگا کر بیٹھی ہوں جی۔۔۔ غم سے۔۔۔ اب تو جان جائے گی۔۔۔ کبھی ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ ماروی ثمین کے چہرے پر نظریں گڑائے نہ جانے کہاں کھو گئی تھی۔

کیسی دلناک باتیں کر رہی ہو۔ اپنے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتیں تو ٹھیک ہے میں نہیں پوچھوں گی مگر پلیز رونا مت۔۔۔ ورنہ بابا جانی مجھ سے سوال کریں گے کہ ان کی مہمان کو رونے کیسے دیا۔ تسکین مسکرا کر بولی۔

ماروی نے پلو سے پھر آنکھیں رگڑ کر صاف کر لیں۔ تسکین کی مسکراہٹ پر اسے شرمندگی سی ہوئی کہ وہ اتنے اچھے لوگوں کو پریشان کر رہی ہے۔ مگر اس بات پر یقین کرنا کس قدر مشکل تھا کہ سب کچھ ختم ہو چکا ہے تاج محل ٹوٹ کر چکنا چور ہو چکا ہے دنیا سے نیلا رنگ مٹ چکا ہے یہ چاندی کی زنجیر شاید جلد ہی گلے کا پھندا بن جائے گی مسکرا کر اٹھلا کر چلنے والی ماروی کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی تھی وہ جذباتی ہو کر سوچ رہی تھی۔

جذباتی تو وہ ہمیشہ سے تھی حد سے زیادہ جذباتی اپنے لوگوں کی خاطر جان تک قربان کر دینے والی ماروی آج انہی اپنوں سے دور ہو کر کیسی بھنور مشکل میں پھنسی تھی کہ نہ مر سکتی تھی اور جینا تو تھا ہی دشوار۔ کیسی ہوتی ہے یہ زندگی کس قدر مشکل جھمیلوں پر لگا کا

دینے کے بعد بھی سانس لیتے رہنے کی سزا دے کر جانے کیوں خوش رہتی ہے۔ انسان کو کھلونا بنا کر ہر پل چابی کو الٹا سیدھا گھمائے رکھتی ہے شاید اس کرہ ارض پر انسان جیسا بے بس کھلونا آج تک تخلیق نہیں ہوا ہوگا۔

ماروی کی سوچ کا انہماک اس وقت ٹوٹا جب ملک صاحب کمرے میں داخل ہوئے اور تینوں لڑکیاں ان کے احترام میں کھڑی ہو گئیں۔

ہاں تو ماروی۔۔۔ بولو کیا چاہتی ہو؟

انھوں نے ایزی چیئر پر بیٹھتے ہی سوال کیا وہ تینوں بھی بیٹھ چکی تھیں تسکین اور سیمین خاموش تھیں۔

میں نے کیا چاہنا ہے جی۔۔۔۔ جیسا آپ کہیں۔۔۔۔ میں وہی کروں گی۔ ماروی نے نظریں جھکائے جواب دیا۔

تم پڑھی لکھی ہو انٹر کر چکی ہو میرا خیال ہے کہ اپنا اچھا برا خود سمجھ اور چن سکتی ہو۔ وہ پھر گویا ہوئے۔

ماروی نے اثبات میں سر کو ہلایا یہ کیسے کہتی کہ اچھا برا ہی کہاں ہے۔

کیا نوکری وغیرہ کرلوگی۔ وہ سوچتے ہوئے بولے۔

جی۔۔۔۔ ہاں جی کروں گی۔۔۔۔ مگر میری تعلیم کم ہے ماروی نے جواب دیا۔

اس کی تم فکر نہ کرو۔۔۔۔ ایسی نوکری ہوگی کہ تمہیں مشکل نہیں ہوگی اور پھر جیسا نور محمد نے لکھا ہے کہ تم اپنی زندگی خود بناؤ گی تو میں تمہیں ہر مواقع فراہم کر سکتا ہوں مضبوط ارادے ہوں گے۔ تو کامیاب تم ہو جاؤ گی بیتے ہوئے وقت پر ماتم کرتی رہو گی تو ایک ایک لمحہ نہ صرف اذیت بن جائے گا۔ بلکہ کچھ حاصل بھی نہیں ہوگا۔ وہ ماروی کو سمجھاتے ہوئے بولے۔

جی۔۔۔۔ ماروی کی سمجھ میں ان کی باتیں آ رہی تھیں۔

دیکھو ماروی! نور محمد بہت اچھا انسان ہے۔ اس نے سب لکھ دیا ہے جب تک چاہو یہاں رہ سکتی ہو میں نوکری کی تلاش شروع کرتا ہوں جو تمہارے حالات کے مطابق ہو۔

نہیں طلب ہیں۔۔۔۔ مجھے اس طرح کی عادت نہ ڈالیں میری اماں بہت کہتی تھیں کہ جس سے پیار ڈل جائے تو موت جدائی سے زیادہ اچھی ہے یہ گھر اور اس گھر کے لوگ بہت اچھے ہیں۔ انسیت بڑھ گئی تو چھوڑ کر جانا مشکل ہو جائے گا ویسے بھی سب لوگ آپ کو جانتے ہیں۔۔۔۔ سب جانتے ہیں کہ ادا نور محمد آپ کے پاس ملازمت کرتا رہا ہے کوئی یہاں آ گیا تو۔۔۔۔

تو پھر تم کہاں رہو گی؟

کسی ہاسٹل میں کمرہ مل جائے۔۔۔۔ نوکری تو آرام سے ڈھونڈ دیجئے گا مگر ہاسٹل میں رہوں گی تو کسی کی نظر میں نہیں آؤں گی اور پھر جب تک نوکری ملے گی بات بھی کچھ دب جائے گی۔

ملک صاحب نے اس کی بات سمجھتے ہوئے سر ہلایا اور پھر چند لمحوں بعد بولے ٹھیک ہے شہر کی بھیڑ بھاڑ سے ہٹ کر ایک ویمن ہاسٹل ہے بہت اعتبار والی جگہ ہے وہاں تمہیں کمرہ دلوا دیتا ہوں، جہاں تک ملازمت کا تعلق ہے تو میری کوشش ہو گی کہ ہاسٹل کے نزدیک ہی کوئی ملازمت ملے فون پر میں تمہیں آگاہ کر دوں گا اور خیریت بھی معلوم کرتا رہوں گا کیونکہ اب تم میری ذمہ داری ہو بیٹی۔ وہ سنجیدگی سے بول رہے تھے۔

لیکن بابا۔۔۔۔ کیا فرق پڑتا ہے اگر ماروی یہیں رہے؟ تسکین دلچسپی سے ماروی کو دیکھتی ہوئی بولی۔

نہ بی بی۔۔۔۔ اس گھر سے دل لگ گیا تو چھوڑنا مشکل ہو جائے گا اب تو کچھ چھوڑنے کی ہمت نہیں ہے۔

پھر ٹھیک ہے ماروی ملک صاحب نے کہا اور کھڑے ہو گئے ماروی بھی ان کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ کل صبح تم تیار رہنا، ہاسٹل جانا ہو گا۔۔۔۔ میں آج بندوبست کر لیتا ہوں وہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے تسکین اٹھ کر ماروی کے قریب آ گئی۔

تم نے کچھ کھایا ماروی؟

ماروی کو اچانک یاد آیا کہ کل رات جب نور محمد ماسی کی باتوں سے روٹھ کر گھر چلا گیا تھا تو واپسی پر اس نے کھانا نہیں کھایا تھا ماروی نے بھی کھانا اسی طرح چھوڑ دیا تھا اور

صبح کے ناشتے کا وقت بس میں ہوا تھا اسے یاد آیا کہ لوگ کھا پی رہے تھے مگر اسے کھانے کا خیال ہی نہ آیا تھا اب تو رات ہو چکی تھی۔ اس نے کچھ نہ کھایا تھا اسے یاد آیا کہ اس نے کھانا تو کیا پانی بھی نہیں پیا تھا۔

جس گھر سے لڑکی بھاگ جائے تو وہاں کئی دن چولہا نہیں جلتا گھر میں بھی چولہا نہیں جلا ہوگا بھلا اجالا، روشنی اور کرن کو کس نے کھانا کھلایا ہوگا۔ وہ یہ سوچتے ہی تڑپ اٹھی۔

کیا کر دیا اوا، کیا کر دیا تو نے۔۔۔۔ کیوں بھیج دیا مجھے۔۔۔۔ میں کیوں آ گئی۔۔۔ کشتیاں جلا کر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا جاتا، مگر میری تو روح وہاں بندھی ہے میں کیسے نہ مڑ کر دیکھوں۔۔۔۔ جیل طارق پر گھڑی ہو مگر بھی میری آنکھوں میں آنسو ہوں تو اس میں قصوروار کون ہوگا۔ میں تو نہیں۔۔۔۔ میں تو نہیں نا، ماروی عالم بے خودی میں بولتی چلی گئی اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

تسکین اور ثمین اسے حیرت سے دیکھنے لگیں، کیا بول رہی ہو ماروی۔

ہاں وہ بولی۔

میں نے کھانے کا پوچھا تھا۔

ہاں بھوک نہیں ہے جی۔

اپنا دکھ کہہ دو دکھ کہنے سے ہلکا ہو جاتا ہے لیکن اگر قابل اعتبار نہیں سمجھتیں تو بے شک مت بتاؤ، تسکین اپنائیت سے بولی۔

اس کی محبت اور خلوص کے آگے ماروی نے اپنا سارا حال کہہ دیا۔ یہ تسکین اور ثمین کا خلوص ہی تھا کہ اس نے ماروی کو نہ صرف حوصلہ دیا بلکہ کھانا کھلانے کے بعد نیند کی ایک گولی دے کر سلا بھی دیا۔ واقعی اسے آرام کی ضرورت تھی، پتھروں کا لمبا اور نہ ختم ہونے والا راستہ سامنے ہو تو ہر مسافر کو تازہ دم ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگلی صبح ماروی بہت جلد بیدار ہو گئی جب تسکین اور ثمین اس کے لئے ناشتہ لے کر آئیں تو ماروی انہیں پہلے سے کچھ مختلف لگی زندگی میں کچھ اطمینان آ گیا تھا اب اس سے زیادہ کیا کہنا رہ گیا تھا اب اس سے زیادہ کیا سہارا رہ گیا تھا جو وہ سہہ کر آ رہی تھی۔

ماروی خاموشی سے چائے کی پیالی تھامے کچھ سوچ رہی تھی کہ تسکین کی آواز

ابھری تھی پہلے بھی کچھ تھکی ہوئی ہوں اور اب پھر کہوں گی کہ اگر مرنے یا مر جانے والوں کے ساتھ مرا جا سکتا تو آج یہ دنیا موجود نہ ہوتی دیکھو ہم سب کے پیارے اس دنیا میں رہتے ہیں کوئی ماں ہے کوئی بیٹی کوئی بہن ہے کوئی بھائی اور کوئی باپ ہے یا پھر کوئی اولاد ہے تو بے شمار لوگ اس دنیا سے روز چلے جاتے ہیں وہ کسی نہ کسی کے تو پیارے ہوتے ہیں نہ پھر اگر شخص پیاروں کی خاطر مرا جا سکتا تو آج ہر شخص مر چکا ہوتا، ہم مر جاتے ہیں بھی تمیمن بھی اور بابا جانی بھی۔

کیونکہ جب ہماری ممی کا انتقال ہوا تھا تو ہمیں وہ بہت پیاری تھیں لیکن وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے تم جانتی ہو کہ ہمارے پاس سے چلے جانے والے لوگ دوسری دنیا میں جا کر ہر پل ہمارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ وہ ہمارے لئے گہرا سایہ بن جاتے ہیں، بتاؤ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟

بالکل۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ بالکل، ماروی سادگی سے بولی۔

تو پھر ہمارے لئے نہیں تو اپنی امی کے لئے ایک بار مسکرا کر دکھاؤ میں دیکھوں تو تم ہنستی ہوئی کیسی لگتی ہو، ثمین جو اس سارے عرصے میں خاموش بیٹھی تھی مسکرا کر بول اٹھی۔

اس کی بچگانہ بات پر ماروی سچ مچ مسکرا دی اس کے سفید چاندنی کی طرح کھلتے ہوئے دانت نمایاں ہوئے ثمین کو روشنی سی محسوس ہوئی۔ وہ مسکرا کر پھر بولی بس بھئی غلطی ہو گئی کل رات ہمیں روشنی نہیں کرنا چاہیے تھی۔۔۔ ماروی سے مسکراتے رہنے کی فرمائش کرتے تو ہمارا بجلی کا بل بہت کم ہو جاتا'' ثمین شرارتی لہجے میں بولنے لگی۔

ماروی کھلکھلا کر ہنس پڑی تو تسکین اور ثمین نے بھی اس کی ہنسی کا کھل کر ساتھ دیا اور جب وہ ملک صاحب کے ساتھ ہاسٹل جانے کے لیے باہر آئی تو ان دونوں نے مسکرا کر اسے خدا حافظ کہا، تسکین نے اسے نیلے رنگ کا حسین دوپٹہ تحفے میں دیا ماروی اس رنگ کو دیکھتے ہی بے چین ہو گئی، اس رنگ کی فراک تو اب بھی اس کے بیگ میں موجود تھی جسے ہاتھ لگانے کی ہمت شاید وہ کھو چکی تھی۔ تسکین فوراً بول اٹھی'' نہیں ماروی۔۔۔ نہ تو تاریخ بدل رہی ہو وہ ہو گا جو اللہ نے لکھا ہو نہ وہ دنیا سے نیلا آ و بخت اٹھا ہے تم اپنے ذہن

میں ترجیحات مت بناؤ۔ ایک بار منہ موڑ دو گی تو دنیا جہاں کے منتر اس آسیب کو تم سے جدا نہیں کر پائیں گے۔ اور پھر تم اپنوں سے دور ہو تمہارے لیے خوشیاں کوئی دوسرا نہیں ڈھونڈے گا بلکہ کامیابی سے زندہ رہنے کے لیے اپنی خوشیاں خود تلاش کرنا ہی کامیابی ہے تم جو جیالوں کی وادی سے آئی ہو، اپنی بہادری مت چھوڑنا۔۔۔۔ فلاح ہمیشہ تمہاری ہو گی، تسکین نہایت اپنائیت سے بولی۔

"تسکین بی بی۔۔۔۔ میں آپ کے اس بے پناہ خلوص کو ہمیشہ یاد رکھوں گی" ماروی اطمینان سے بولی۔

"اور میری باتیں بھی" تسکین نے مسکرا کر کہا۔

"ہمم۔۔۔" ماروی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"وعدہ"

"وعدہ"

ماروی کو نوکر نے اطلاع دی کہ گاڑی اور ملک صاحب تیار کھڑے ہیں وہ دوپٹہ سر پر جماتی ہوئی انہیں الوداع کہہ کر کمرے سے نکل آئی۔

ہاسٹل کے کمرے میں پہنچ کر اس کا احساس تنہائی اور بڑھ گیا کمرے میں موجود دوسری لڑکی غائب تھی۔ وہ ساری شام اس نے بے چینی سے گزار دی، دنیا جہاں کی سوچیں پریشان کرنے کو تیار کھڑی تھیں نئے نئے خیالات اور ڈرا دینے والے وقت کے ساتھ ایک ایسا مستقبل جو تاریک تھا اس اندھیرے میں ساتھ دینے کو کوئی جگنو تیار ہی نہیں تھا۔ کیوں اور کیسے کے بھیانک سوال اس کے ذہن سے چپکتے جا رہے تھے اس قدر اچانک تبھی داسی نے ہاتھ تھاما تھا کہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں زندگی نے اس قدر تیزی سے پینترا بدلا تھا کہ ماروی کو لڑکھڑا کر سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا ایسا لگتا تھا کہ لال آندھی کا طوفان اٹھا ہو گول گول گھوما ماروی کے پاؤں اس کی زمین سے اکھاڑے اور اس کمرے میں لا پھینکا ایسا طوفان جس کا علم ماروی کو پہلے سے تھا مگر حل وہ نہیں جانتی تھی نہ جانے زندگی کون سا رخ دکھانا چاہتی تھی، قسمت اس سے کیا چاہ رہی تھی اس کی جھولی محبتوں اور شفقتوں سے بھری تھی اچانک ہی ایسی ٹھوکر لگی کہ جھولی تار تار ہو گئی۔

اب اس کے پاس کوئی اپنا نہیں تھا وہ تو اپنوں کے لیے جان دینے والوں میں سے تھی مگر زندگی کا کوئی مقصد نہیں بچا تھا زندگی کی طرف واپس بلانے کے لیے کوئی چمکتا ستارہ نہیں رہا تھا کوئی ایسی محبت، کوئی ایسی شفقت کہ اگر وہ کبھی بیمار ہو تو اس کے جلتے ماتھے پر حلاوت سے ہاتھ رکھ سکے جو اس کی صحت کے لیے دعا مانگے، رات کو سوئے تو صبح کا انتظار ایک نئے عزم کے ساتھ کرے تاریخیں یاد رکھے، دنوں کا دھیان رکھے، مہینوں کا سالوں کا اسے پتہ ہو، جن کے لیے وہ خود جینا چاہے نہ جانے زندگی میں اب کچھ کرنے کو باقی رہا بھی تھا یا نہیں۔

ہاسٹل پہ چھائی خاموشی سے وہ ڈری سی گئی ہاسٹل شہر کی بھیڑ بھاڑ سے الگ تھا اچھا رہائشی علاقہ تھا شام کے وقت بڑھتا ہوا سناٹا اسے پریشان کرنے لگا کسی قسم کے فیصلے کی طاقت اس کے پاس نہیں تھی کئی بار اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اس نے اپنے دھانی آنچل میں جذب کر لیے کھڑکی کھول کر بہت دیر آسمان کو دیکھتی رہی۔

دروازے پر آہٹ ہوئی تو ماروی نے پلٹ کر دیکھا وہ ایک لڑکی تھی درمیانے قد کی نازک سی گوری رنگت چاند کی طرح گول چہرہ اس نے سفید اور براؤن رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا جو اس کی نفاست اور اعلیٰ ذوق کا مظہر لگ رہا تھا اس کے کاندھے تک کھلے سنہرے بال اس کے چہرے کو مزید خوب صورت بنا رہے تھے ماروی کو پہلی نظر میں وہ بہت اچھی لگی وہ لڑکی ماروی کی طرف ہی دیکھ رہی تھی پھر مسکرا کر اس کے قریب آ کر بولی۔ ''تو تم آئی ہو اس کمرے میں رہنے... مجھے نیچے میڈم نے بتایا.... ہیلو۔''

''ہیلو'' ماروی نے بھی مختصراً جواب دیا۔

''نام؟'' وہ پھر مسکرا کر بولی اور اپنے کاندھے سے پرس اتار کر بیڈ پر پھینکا اور خود بھی دھم سے بیڈ پر بیٹھ گئی اس کے چمکدار ریشم جیسے بال اس کے چہرے پر بکھر گئے۔

ماروی اس نے جواب دیا۔

ماروی.... رومانٹک نیم! وہ حسین لہجہ بنا کر مسکرائی۔

ماروی جواباً مسکرا کر خاموش ہو گئی اور میرا نام حور شمائل ہے مجھے سب شمائل کہتے ہیں، وہ بولی اور اپنے جوتے اتارنے لگی۔

ماروی ابھی تک کھڑی تھی۔

ارے تم کھڑی کیوں ہو؟ بھئی تکلیف وغیرہ نہیں چلے گا یہاں تمہیں کوئی بھی بیٹھنے کو نہیں کہے گا ہیلپ یور سیلف، کیونکہ تمہارا ہی کمرہ ہے، شمائل نے پھر مسکرا کر کہا۔

ماروی بیٹھ گئی شمائل کے دوستانہ انداز نے صدف کی یاد تازہ کر دی تھی مگر ابھی صدف سے ملاقات نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ وہ اپنے والد کے پاس امریکہ میں تھی شمائل کی میٹھی باتوں سے دل کو تھوڑی ڈھارس ملی تھی۔ کتنے عرصے کے لیے آئی ہو، شمائل نے سادگی سے پوچھا اب وہ باقاعدہ دیوار سے ٹیک لگائے تکیہ گود میں رکھے آرام سے پاؤں پسارے بیٹھی تھی۔

شاید ہمیشہ کے لیے، ماروی نے جواب دیا اور اٹھ کر پھر کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی۔

ہاسٹل کے بالکل سامنے بہت بڑا پارک تھا اس میں بہت سے بچے نظر آ رہے تھے کئی خواتین بھی موجود تھیں شام ڈھل رہی تھی آسمان پر غروب ہونے والے سورج کی شہاب رنگ گہرائی اور چمکتے بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بچوں کی چہلیں میں، اور قریب درخت پر بیٹھی چڑیوں کا الاپ، یہ سب مل کر عجیب سا ماحول تخلیق کر رہے تھے، شمائل بھی اٹھ کر اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ مجھے کبھی کبھی قدرت کی ستم ظریفی پر بڑا دکھ ہوتا ہے آج یہ احساس اور بڑھ گیا ہے تمہارا لہجہ کسی گہرے دکھ کی نشاندہی کر رہا ہے، اتنا حسین چہرہ ہو تو دکھ صرف سہنے والوں کو ہی نہیں دیکھنے والوں کو بھی بار محسوس ہوتے ہیں، شمائل ماروی کو بغور دیکھتی ہوئی بولی۔

پتہ نہیں۔۔۔۔ میرے نزدیک تو بس قسمت ہی ایک دروازہ ہے، کھلتا ہے، بند ہوتا ہے، کھلتا ہے تو نئے نئے جلوے دکھا جاتا ہے بند ہوتا ہے تو نئے نئے دکھوں سے روشناس کروا جاتا ہے اور آج کل ہر دروازہ بند ہے اور علی بابا والا منتر بھی بھول چکی ہوں۔

تمہاری باتیں بتا رہی ہیں کہ تم کسی بڑے سانحے سے دو چار ہوئی ہو اگر مجھ پر اعتبار کرو تو بتانا پسند کرو گی، شمائل حلاوت سے بولی۔

سانحہ۔۔۔۔! شاید سانحہ ہی تھا، بس زندگی نے ایک بہن دی تھی، وہ بھی چھین لی

ب کوئی بھی زندگی میں نہیں بچا، کوئی بھی نہیں، ماروی مختصرا بولی۔

شائل کو اس کی آنکھوں کی ویرانی سے وحشت سی محسوس ہونے لگی وہ آہستہ سے بولی "ویری سیڈ، کہاں سے آئی ہو؟"

ماروی جوابا خاموش ہوگئی نور محمد کی ہدایت کے مطابق اسے اپنے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتانا تھا اپنی اصلیت ہمیشہ کے لیے چھپا لینی تھی اس نے جلدی میں جو ٹھیک لگا وہ کہہ دیا۔ میں یہیں قریب ہی ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتی تھی بہن کی وفات کے بعد کوئی بھی اپنا نہیں بچا تو اس شہر میں آ گئی ایک دور کے جاننے والوں کی مدد سے اس ہاسٹل میں جگہ مل گئی ویسے میں نے انٹر اسی شہر کے ایک کالج سے کیا ہے آج کل نوکری کی تلاش ہے۔

تمہیں اپنی بہن سے بہت پیار ہوگا؟

شائل اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

وہی تو تھی بس۔۔۔۔۔اب کوئی نہیں ہے، ماروی کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔

نہیں ماروی رونا نہیں۔۔۔۔۔رونے سے کبھی بھی تقدیریں نہیں بدلیں، اگر بدل سکتیں تو سب تقدیریں بدل چکی ہوتیں، شائل ہمدردی سے بولی۔

مگر شائل سب کچھ زندگی کے سخت ہاتھوں نے بے دردی سے چھین لیا ہے تمہیں پتہ ہے مجھے زندہ رہنے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی، ماروی تیز لہجے میں بولی، ویری بیڈ۔۔۔۔۔ویری ویری بیڈ، شائل کندھے اچکا کر بولی۔

کیا مطلب؟ ماروی حیرانگی سے بولی۔

مطلب یہ کہ تمہارے چہرے پر جو ایک مضبوط غرور موجود ہے وہ تمہاری باتوں سے میل نہیں کھاتا، تمہاری باتیں تمہارے چہرے سے میل نہیں کھاتیں ایسا تو نہیں کہ نیا نیا دکھ بہت تکلیف دے رہا ہے، شائل گہرائی میں جا کر بولنے لگی۔ ماروی کہنا چاہتی تھی کہ بس یہی غرور تو بچا ہے جو میری دادی کی امانت ہے۔ باقی کچھ بھی نہیں مگر وہ بات بدل کر بولی، یہ غرور تو مجھے اپنوں سے ملا ہے جب اپنے بچھڑ گئے تو یہ بھی جلد ہی بچھڑ جائے گا۔

دیکھو ماروی تمہیں شاید میری بات عجیب لگے، ابھی ہماری ملاقات کو تھوڑی دیر

ہوئی ہے مگر اس طرح کے ویمن ہاسٹل میں رہنے والی لڑکیاں بے شک جدا کناروں سے آتی ہیں مگر اس چھت کے نیچے آ کر ایک ہو جاتی ہیں کیونکہ ہمیں ایک ساتھ رہنا ہے یہ ایک متواتر رشتہ ہے اسی رشتے کے ناطے سے میں تمہیں بتا رہی ہوں کہ مائی ڈیئر۔۔۔۔۔! زندگی صرف ایک بار ملتی ہے شمائل ماروی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولی اور واپس اپنے بیڈ پر آ بیٹھی، ماروی کو خاموش دیکھ کر دوبارہ بول اٹھی۔ اور یہ صرف ایک بار ملنے والی زندگی ہمارے ہاتھ میں ہے کہ ہم اسے جوئے میں ہار دیں یا زندگی سے بازی لگا کر پل پل جینے اور پل پل مرنے کا تماشا دیکھیں۔

جاتی ہو یہ تماشا دیکھنا کتنا مشکل ہوتا ہے کتنا لہو رلاتا ہے یہ تماشا؟ ماروی بھی اس کے قریب آ کر بولی۔۔۔

لفظوں کی ہیر پھیر سے ہم اسے چاہے جتنا سخت بنالیں مگر مان لو کہ یہ تماشا ہونا بڑا ضروری ہے زندہ رہنے کو چیلنج دیتا ہے ہمیں نڈر بناتا ہے دنیا کو فیس کرنے کی ہمت دیتا ہے ایک۔۔۔ یہ صرف ایک بار اس زندگی کا چیلنج مان لو تمہیں اپنے قدم مضبوط نظر آئیں گے ماروی تمہیں جینے کا حوصلہ اور مقصد مل جائے گا تمہیں خواہ مخواہ زندگی سے پیار ہو جائے گا دراصل یہ ہماری سرشت ہے کہ ہم ہر مقابلے میں جیتنا چاہتے ہیں اور جب جیتنے کا حوصلہ ہمارے ساتھ ہو تو زندہ رہنے کا حوصلہ بھی ہر وقت ہمارے ساتھ دوڑتا پھرے گا، شمائل دلائل کے ساتھ بول رہی تھی۔

مگر شمائل مجھے میرے حالات کسی چیلنج کو قبول کرنے کا حوصلہ بھی نہیں دیتے میرے تمام حوصلے ہی تو ہار چکے ہیں، ماروی اپنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

یہاں میں تمہاری بات سے اتفاق نہیں کرتی۔۔۔۔۔ مجھے دیکھو میں ایک کیمیکل ایجنسی میں کام کرتی ہوں میرے حالات جان لو گی تو اپنی سوچ بدل لو گی۔

وہ چند لمحوں کو رکی اس کی آنکھوں میں عجیب سے رنگ آ رہے تھے ماروی اس کی بات سن کر شرمندہ ہو گئی شمائل جب سے آئی تھی اس کا دل بہلانے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی یا تیں کر کے اس کے حالات جان رہی تھی جبکہ ماروی کو اپنی سوچوں اور اپنی باتوں سے نکل کر کسی اور کی طرف دھیان دینے کی فرصت یا احساس نہیں تھا۔

سوری شمائل۔۔۔۔ میں اپنی کہانی لے بیٹھی ہاں تم کہاں سے آئی ہو۔ اور یہاں کب سے رہ رہی ہو، ماروی بات بنا کر بولی۔ یوں تو تمہارے بقول زندگی کا تماشا دیکھنا لہو رلانے کے برابر ہے، مگر مجھ میں آج اتنی طاقت ہے کہ سرعام یہ تماشا دیکھتی ہوں اور ہر روز دیکھتی ہوں دلچسپ بات یہ کہ عرصہ ہوا روئی بھی نہیں مسکراتی رہتی ہوں وہ پھر رکی۔

ماروی کو اس کے چہرے پر حوصلہ اور عزم کے ایسے نشان نظر آئے جنہیں دیکھ کر ماروی کو یقین کرنا مشکل ہو گیا کہ یہ لڑکی اتنی ہی نازک ہے جتنی اسے پہلی نظر میں دکھائی دی تھی۔

میری کہانی بڑی عام ہے مگر ایسی عام کہانیاں جن پر بیتتی ہیں ان کے لیے یہ کتنی خاص ہوتی ہیں یہ بات صرف وہ خود ہی جان سکتے ہیں۔ میرے والدین نے میری منگنی بچپن میں ہی طے کر دی تھی، سلمان میرے تایا جان کا اکلوتا بیٹا تھا اور تایا اور تائی بھی اس منگنی کے کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے تھے سلمان اس دنیا میں اکیلا تھا اس کے اپنے صرف ہم ہی تھے وہ ڈاکٹر بن رہا تھا بہت محنتی او ر ارادوں کا مضبوط انسان تھا اس نے چھوٹی عمر میں ہی زندگی کو بہت زیادہ پڑھا تھا آج جب زندگی کے تماشے پر ہنسنے کی ہمت آ گئی ہے تو اس کی بہت ساری باتیں جو بہت مضبوط ہوا کرتی تھیں میرے جینے کا سامان بنی ہوئی ہیں، وہ بولتے بولتے رک گئی۔

کہاں ہے وہ۔۔۔۔ کہاں چلا گیا؟ ماروی نے بے ساختہ پوچھا۔

اس دن میری سالگرہ تھی سلمان بہت خوب صورت کیک لے کر مجھے وش کرنے آیا تھا زندگی اتنی پیار سے گزر رہی تھی کہ مجھے کبھی کبھی خود پر رشک آتا تھا ممی ڈیڈی بے تحاشا پیار کرتے تھے اور سلمان کے لیے تو شاید دنیا کی واحد خوشی بس میں ہی تھی۔

اس دن اس نے کیک دیتے وقت بہت پیار سے بہت برسوں زندہ رہنے کی دعائیں دی تھیں، بہت پیارے الفاظ تھے، ایسے پیارے الفاظ جو میری زندگی کا سرمایہ ہیں، اس کی آنکھوں میں چمک سی تیر گئی، وہ چند لمحے رکی اور پھر اس کی آنکھوں میں گہری سنجیدگی اتر آئی۔ رحمن انکل ڈیڈی کے بہت قریبی دوست تھے ان کی بیگم کا فون آیا کہ انہیں شدید ہارٹ اٹیک ہوا ہے ڈیڈی اور ممی جانے کے لیے فوراً تیار ہو گئے ڈرائیور کو میں

نے بیکری تک بھیج رکھا تھا مگر ڈیڈی کو جانے کی جلدی تھی سلمان ان کے ساتھ چلا گیا سلمان گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا وہ لوگ شام ہونے سے پہلے آنے کا کہہ گئے تھے میں اس دن بڑے اہتمام سے تیار ہوئی تھی پھر کچن میں مصروف ہوگئی۔ پیاری پیاری غزلیں سن رہی تھی کہ شام کو فون آیا کہ ان تینوں کا ایکسیڈنٹ ہو گیا چند گھنٹوں نے کیا سے کیا کر دیا، میری تو ان سے آخری ملاقات بھی نہ ہو سکی، میں ہوش میں آئی تو انہیں دفن کیا جا چکا تھا۔ زندگی میں یکا یک اندھیرا ہو گیا تھا۔ خاندان کے لوگوں کی نظریں ڈیڈی کی جائیداد، ہمارے مکان اور ان کے کاروبار پر تھیں میں بھی کاروبار نہ سنبھال سکی، ایک تو اس قدر بڑا سانحہ اوپر سے اتنا مشکل اور پھیلا ہوا کاروبار۔۔۔ میں ہار ہی تو گئی لوگ اپنے اپنے مشورے لیے بالکل تیار کھڑے تھے مگر ان تمام مشوروں سے فائدہ ان کا اپنا ہی تھا ڈیڈی کے ایک اچھے دوست جو وکیل بھی تھے انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں چونکہ کاروبار وغیرہ کی دیکھ بھال نہیں کر سکتی اس لیے یہ سب بیچ کر پیسہ بینک میں رکھ دیا جائے مجھے یہ سب بہت عجیب لگ رہا تھا آخر میں کس کس کی موت پر روتی، کیا کیا ختم ہونے کا ماتم کرتی، لیکن ڈیئر ماروی یہ سچ ہے کہ وقت بہت بری بلا ہے مگر اس کی ایک بات بہت ہی اچھی ہے جانتی ہو وہ کیا ہے؟ اس نے رک کر ماروی سے پوچھا۔ ماروی شمائل کی ہولناک باتیں اس



کے سادے لہجے میں سن کر حیرانی کی کیفیت میں مبتلا تھی سرگوشی میں ہلا کر خاموش ہوگئی۔

بہت برے وقت کی بہت اچھی بات یہ ہے کہ یہ رکتا نہیں ہے ٹھہرتا نہیں ہے بلکہ گزرتا جاتا ہے اور گزرتے گزرتے ہر زخم کو آخر کار بھر جانا ہے آج اس سانحے کو تین سال سے زائد کا عرصہ بیت گیا ہے اور میں ان کے بغیر زندہ ہوں جو اگر زندہ ہوتے تو شاید ان کی جدائی کے تصور سے بھی کانپ اٹھتی۔

اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اب بادل چھٹ چکے ہیں، شائل رو چکی جتنا اسے رونا چاہیے تھا۔ اب بہانے کے لیے اس کے پاس ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ شاید اسی کو دنیا کی زبان میں صبر کہتے ہیں واقعی وقت کی یہ بات بہت اچھی ہوتی ہے کہ یہ ٹھہرتا نہیں بلکہ گزرتا رہتا ہے۔

ماروی اس کے چمک دار چہرے کو دیکھتی رہی جہاں عجیب سا سکون تھا آندھی آنے کے بعد یا بارش کے بعد جیسے مطلع بالکل صاف ہو جاتا ہے، بالکل ایسا ہی خاموش سکون اس کے چہرے اور لہجے میں جھلک رہا تھا۔

میں نے ویسا ہی کیا جیسا وکیل انکل نے مجھے کہا تھا کہ وہ گھر بھی بیچ دیا صرف مکان رہ گیا تھا وہاں میں تنہا تھی۔ ہر اس یاد سے پیچھا چھڑا لیا جو ان کی موجودگی کا پتہ دیتی تھی میری ان سے چاہت کم تو نہیں تھی مگر مجھے احساس ہو گیا تھا کہ زندہ رہنے کے لیے آنسو کبھی بھی پورے نہیں پڑتے، مسکراہٹ اور خوشی کہیں نہ کہیں ایسی ضرورت بن جاتی ہے جسے پورا کرنا لازمی ہو جاتا ہے ویسے بھی جو دل میں رہتے ہوں انہیں خالی گھروں میں نہیں ڈھونڈا جاتا میں نے نوکری کر لی اور اس ہاسٹل میں آ گئی میری روم میٹ بہت اچھی لڑکی تھی عقیقہ، اس نے مجھے دوستوں کی طرح بہت سہارا دیا اس نے مجھے ایک نئی دنیا دکھائی جہاں مجھے اپنی خوشیاں تلاش کرنی تھیں آج اگر میری آنکھیں نمکین پانیوں سے خالی ہیں تو بہت سا ہاتھ عقیقہ کا بھی ہے اور میں چاہوں گی کہ اگر مستقبل میں تمہاری آنکھیں بھی پانیوں سے خالی رہیں تو اس کی وجہ میں بنوں .... میں سمجھتی ہوں ماروی کہ تسلی دینا دنیا کا آسان ترین کام ہے اور اس پر عمل کرنا شاید مشکل ترین، مگر جب عمل کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو اسے بھی ایک اور دکھ سمجھ کر تسلیم کر لینا چاہیے مرجاؤ۔ تو کہانی

ختم ہو جاتی ہے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا مگر جان سے جانے والا بہت کچھ کھو دیتا ہے بہتر ہے کہ زندہ رہا جائے اور اس خود غرض زندگی کو تماشا بنا ڈالا جائے ایک وقت ایسا آئے کہ یہ زندگی ہمارے تابع ہو جائے۔ شمائل اپنی آنکھوں میں چمک بھرے بولتی چلی گئی۔ ماروی کو اس کی باتوں سے بہت ڈھارس ملی وہ بھی کچھ سچ کہہ رہی تھی کچھ بھی تو غلط نہیں تھا ماروی شمائل کے قریب آ بیٹھی، تم نے اتنا کچھ کیسے سہہ لیا؟ میری تو ایک بہن جدا ہوئی ہے کہ مجھے زندگی ویران لگنے لگی تم سے تو ماں باپ اور آنے والی زندگی کا ساتھی بھی قسمت نے چھین لیا۔ سہنا پڑتا ہے مائی ڈیئر۔۔۔۔۔ سب سہنا پڑتا ہے اس آگ سے نکل کر تو ہم کندن ہو گئے بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ ہم پارس ہو گئے اب جس چیز کو چھو ئیں وہ سونا نہ بنے تو اس سے بڑی شرمندگی کی بات کیا ہوگی زندگی تو وہ ہے کہ نہ روئے چین اور نہ مسکرائے۔

باتیں تو تم کمال کی کرتی ہو، ماروی جواباً مسکرا کر بولی۔

کھڑکی میں سے تیز ہوا کا ٹھنڈا سا جھونکا اس کے گال کو سہلا گیا ماروی کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

آسمان نے روشنی کا سہارا بہت دیر پہلے چھوڑ دیا تھا انہیں احساس ہوا کہ رات ہو چکی ہے۔

ارے باتوں میں اتنا وقت ہو گیا اور ہمیں پتہ ہی نہیں چلا، شمائل گھڑی پر نظر ڈال کر بولی۔

ہاں رات ہو گئی شمائل تمہارے آنے سے پہلے اس کمرے میں میرے لیے زندگی بہت بے کار اور بے مطلب تھی تمہاری باتوں نے بہت حوصلہ دیا ہے ایسا لگتا ہے کہیں کوئی دیا روشن کر دیا ہو۔

اور وعدہ کرو کہ یہ دیے اب روشن ہوتے رہیں گے۔۔۔۔ جانتی ہو ماروی مجھے اداس چہرے اچھے نہیں لگتے اس کمرے میں داخل ہوتے ہی جب میری نظر تمہارے بارہ بجے ہوئے چہرے پر پڑی تھی تو میں نے فوراً فیصلہ کر لیا تھا کہ یا تو ابھی تمہارا ٹائم پیس اپنے ٹائم پیس سے ملاتی ہوں نہیں تو پیار بھرے لہجے میں درخواست کروں گی کہ کوئی دوسرا کمرہ لے لیجئے، مجھے بور مت کیجئے شمائل مزاحیہ لہجے میں بولی۔

تو اس کا مطلب ہے کہ ٹائم پیس ٹھیک ہو گیا، ماروی بھی اسی کے لہجے میں بولی۔

نہیں بھی ہوا تو نوید اچھی ہے کہ ہو جائے گا۔۔۔ شمائل ماروی کے چہرے کو غور سے دیکھتی ہوئی بولی اور برش اٹھا کر بڑے سے شیشے کے سامنے آ، بکھری ہوئی بالوں کو برش کیا تو بال اور چمک اٹھے اس کے بال واقعی بہت خوب صورت تھے ریشم کی طرح چمکدار اور نرم و ملائم آڑی مانگ نکال کر اس نے برش رکھ دیا اور پرس اٹھا کر بولی۔

چلو بھئی جلدی اٹھو۔

اٹھوں!۔۔۔ کیوں؟ ماروی نے سوال کیا۔

چلو بھئی سوال مت کرو، وہ اس کو بازو سے پکڑتے ہوئے بولی، مگر جانا کہاں ہے، ماروی نے اٹھتے ہوئے پوچھا، اس سڑک پر سیدھا چلتے جاؤ تو اختتام پر ایک بہت اچھا ریسٹورنٹ ہے وہاں پر کھانا کھائیں گے۔۔۔ شمائل حتمی لہجے میں بولی۔

کیا کھانا یہاں نہیں ملے گا، ماروی نے فوراً سوال کیا۔

ملے گا کیوں نہیں، پکی ہوئی کوئی پانی میں غوطے لگاتی دال یا پھر تھالی میں گھومتی ہوئی سبزی۔۔۔ تم آج میری مہمان ہو۔۔۔ اور مہمان میزبان کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔۔۔ نیز یہ کہ میں ایک بری میزبان ہرگز نہیں ہوں۔ پہلے ہی دن تمہیں اس ہاسٹل کی واحد کک سے نفرت کروا کر مجھے کیا ملے گا۔۔۔ شمائل آنکھیں گھماتی ہوئی بولی۔

"مگر"

مگر کیا؟۔۔۔ اب تم کچھ بولیں تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ میرا غصہ بہت تیز ہے۔۔۔ شمائل ڈرانے والے لہجے میں بولی تو ماروی مسکراتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

☆☆☆

رات ہو گئی۔ شمائل سو چکی تھی، شمائل کی حسین باتوں کے بارے میں سوچتے ہوئے ماروی اپنے بیڈ پر لیٹی مسکرا رہی تھی۔ گھر سے نکلنے کے بعد جو بھی لوگ اسے راستے میں ملے تھے سبھی نے اس کی ڈھارس بندھائی تھی۔ اس کی حوصلہ افزائی کی تھی، ماروی کو اپنے دکھوں اور اپنی زندگی کی ہر ناانصافی کے آگے اپنی جیت سی محسوس ہوئی۔۔۔ وہ دوسروں کے لیے زندہ رہنے والوں میں سے تھی۔

مگر اب اسے خود کے لیے زندہ رہنا تھا۔ اس کے ذہن میں وہ حسین شعر یاد آ گیا جو اسے بہت پسند تھا۔

اگر پڑ جائے عادت آپ اپنے ساتھ رہنے کی یہ ساتھ ایسا ہے کہ انسان کو تنہا نہیں کرتا اور جب خود سے عشق ہو جائے خود پر پیار آنے لگے تو خود کی خاطر زندہ رہنا کیسے اچھا نہیں لگتا اسے جو زندگی ملی تھی اس میں سے آدھی زندگی کو تو وہ دوسروں کی خاطر روتے اور مرتے گزار آئی تھی باقی زندگی اسے اپنے لیے جینا تھی خود کے لیے زندہ رہنا تھا ماروی خود کو خوش قسمت سمجھنے لگی تھی کہ اسے ہر قدم پر اچھی دوست ملی تھیں۔ ایسی ہی اچھی باتیں سوچتے ہوئے اسے نیند آ گئی۔

اس رات ماروی نے زینب کی موت کے بعد پہلی بار اسے خواب میں دیکھا تھا وہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی اس نے سرخ جوڑا پہن رکھا تھا اس کے کانوں میں وہی سونے کے جھمکے تھے جو ماروی کو بہت پسند تھے، زینب کے پیروں میں سونے کی بھاری پازیبیں تھیں جو اس کے حسین پیروں میں بے حد سج رہی تھیں زینب کہہ رہی تھی تو خوش ہے ماروی تو میں بھی خوش ہوں پگلی ۔۔۔۔ آج بڑے جھرنے سے نہا کر آئی ہوں تو جی بہل گیا ہے تجھے خوش دیکھا ہے تو روح آزاد ہو گئی ہے۔

ماروی کی آنکھ کھلی تو صبح کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ زینب کے واضح الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ چند لمحے وہ ان الفاظ پر غور کرتی رہی پھر اٹھ کر اس نے نماز ادا کی دل کو عجیب سا سکون ملا، زینب خوش تھی تو ماروی خوش کیوں نہ ہوتی۔

کھلی ہوئی کھڑکی میں سے سورج کے طلوع ہونے کا منظر دیکھا بہت دنوں بعد فطرت کو اس قدر قریب سے دیکھا تھا چاروں طرف اجالا ہو رہا تھا نیا اجالا جس نے اندر باہر ہر طرف روشنی سی بھر دی تھی ہاسٹل کے سامنے بہت بڑے سے پارک میں لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی ماروی بھی اتر آئی چوکیدار ہاسٹل کا دروازہ کھول رہا تھا وہ چلتی ہوئی سڑک پار کر کے باغ میں آ پہنچی بہت دیر تک ٹھنڈی ہوا میں سانس لیتی رہی سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔

اجالا بڑھا تو واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ بیتے دنوں پر غور کرتے ہی حیرت اور

دکھ کا سایہ سا لہرا جاتا تھا شمائل ابھی بھی سو رہی تھی ماروی آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی وہ ایک ٹک اپنے چہرے کو دیکھتی رہی کبھی اس کی تعریف کرتے تھے وہ واقعی تعریف کے قابل تھی، زینب اسے کشمیر کی شہزادی کہتی تھی تو کچھ غلط نہیں کہتی تھی اس کا روشن کتابی چہرہ چاندنی کی چمک کے آگے ماند نہیں پڑ سکتا تھا اس کی کالی گہری آنکھیں دیکھ کر کوئی بھی اس گہرے جھرنے کو بھول سکتا تھا جو کبھی کبھی اپنی گہرائی کی وجہ سے، ڈرا دیتا تھا۔ اس کے کالے سیاہ بال اس قدر سیاہ تھے کہ رات کی سیاہی بھی ماند پڑ جائے، سرخ گلابی ہونٹ، اور گال دنیا کے کسی بھی بناوٹی حسن کو اپنی سادگی کی وجہ سے ماند کر سکتے تھے۔ ماروی کو اپنا سراپا اچھا لگ رہا تھا، آخر یہ اس کی جوانی کا اور شباب کا دور تھا جسے وہ یکسر فراموش کیے بیٹھی تھی۔

کیوں اس اکلوتے شیشے کی جان کے درپے ہوگئی ہو، شمائل جو ابھی جاگی تھی ماروی کو مسکراتے دیکھ کر بول اٹھی۔

ماروی گڑبڑا سی گئی اور پلٹ کر بولی نہیں تو۔۔۔۔ میں تو بس۔۔۔

ارے دکھاؤ تو۔۔۔۔ شمائل اچانک بولی اس کی نظر ماروی کے گلے میں موجود چاندی کی اس زنجیر کی طرف پڑی جو زینب کی آخری نشانی تھی اس نے اٹھ کر وہ زنجیر تھام لی ماروی اس وقت دوپٹے سے بے نیاز کھڑی تھی اور چمکدار زنجیر بہت نمایاں تھی شمائل نے اٹھ کر وہ زنجیر تھام لی۔ بولی کتنی پیاری۔۔۔ زبردست۔۔۔۔ کہاں سے لی؟

ماروی گڑبڑا گئی آخر کیا بتاتی اچانک بول اٹھی، یہ میری بہن کی یادگار ہے شاید انہیں ماں نے دی ہو۔

بہت خوب صورت نقش و نگار ہیں اتنا حسین کام میں نے آج تک نہیں دیکھا، شمائل ستائشی لہجے میں بولی۔

ہاں بہت پرانے اور کاریگر ہاتھوں نے بنائی ہے، ماروی آہستہ سے بولی۔

"ہنہ۔۔۔۔ کسی کے اعلیٰ فن اور ہنر کا منہ بولتا ثبوت ہے ایک بات کہوں۔۔۔۔

کبھی ضرورت ہوئی تو پہننے کو دو گی، اس نے مسکرا کر پوچھا۔

ابھی لو، ماروی چین اتارنے لگی۔

ارے نہیں بھئی ابھی نہیں چاہیے ویسے بھی یہ تمہاری چاندی جیسی شفاف گردن پر زیادہ خوب صورت لگ رہی ہے۔

ماروی جواباً مسکرا کر رہ گئی۔

شمائل اپنی الماری میں سے کپڑے نکالنے لگی ماروی نے پوچھا کتنے بجے آفس جاؤ گی؟

دو گھنٹے بعد۔۔۔۔ آفس آورز دس سے پانچ بجے تک ہیں۔

ہنہ۔۔۔۔ یعنی پانچ بجے تک واپس آؤ گی۔

جلدی آنے کی کوشش کروں گی۔۔۔۔ ورنہ تم بور ہو جاؤ گی نا، اس نے مسکراتے ہوئے بالوں میں برش پھیرا اور باتھ روم کا رخ کیا۔

☆☆☆

دن اسی طرح گزر گئے ماروی نے خود کو حالات کے دھارے پر بہنے کے لیے چھوڑ دیا تھا آخر اسے اپنی زندگی کی خوشیاں خود تلاش کرنی تھیں اسی لیے وہ شمائل کی سنگت میں آنے والے دنوں کو بہتر سے بہتر گزارنے کی کوشش کرنے لگی، ماروی کو احساس ہو گیا تھا کہ آنے والے دنوں میں اس کا روشن مستقبل بنانے کے لیے کوئی شفقت بھرا ہاتھ موجود نہیں ہے شمائل کی خوشگوار سنگت نے ماروی کو صدف کی کمی محسوس نہ ہونے دی ماروی کو اپنی نوکری کے بارے میں کسی اطلاع کا شدت سے انتظار تھا وہ چاہتی تھی کہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے ملک صاحب نے اس سے رابطہ تو رکھا تھا مگر نوکری کے بارے میں کوئی مثبت جواب ابھی تک نہیں ملا تھا۔

وقت سبک رفتاری سے گزر رہا تھا ماروی اور شمائل صبح کے وقت ناشتہ کر رہی تھیں کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔

شمائل نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو آنے والی لڑکی اندر داخل ہوتے ہی شمائل کے گلے لگ گئی شمائل بھی اس لڑکی سے بہت تپاک سے ملی سلام دعا کے بعد اس لڑکی نے ماروی کی طرف دیکھا جو پچھلے چند سیکنڈ سے اس کا جائزہ لے رہی تھی اور خاموش کھڑی تھی۔

وہ نہایت خوش پوش لڑکی تھی اس کا بے حد قیمتی لباس اور زیورات اس کے حسین چہرے پر بے تحاشا جچ رہے تھے۔ وہ گداز جسم کی مالک اونچے قد کی ایک معصوم صورت لڑکی تھی اس کے چہرے کی سب سے خوب صورت چیز اس کی نیلی آنکھیں تھیں جو پہلی نظر میں ہی ماروی کو بے تحاشا پسند آئیں ہلکے آسمانی سوٹ میں ہلکے سنہرے بال جدید اسٹائل سے ترشوائے وہ بہت مختلف لگ رہی تھی شمائل نے ان کا تعارف کروایا۔

یہ میری نئی روم میٹ ہے۔۔۔۔ ماروی۔۔۔۔ ابھی چند روز پہلے آئی ہے بہت اچھی لڑکی ہے، شمائل ماروی سے کہہ رہی تھی پھر وہ اس لڑکی کی طرف متوجہ ہوئی اور ماروی یہ میری بہت اچھی دوست عتیقہ ہے۔۔۔! یہ بھی کئی دن میرے ساتھ اسی کمرے میں رہتی رہی ہے اس کی شادی کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔

''ہیلو'' ۔۔۔۔ عتیقہ نے ہاتھ آگے بڑھایا ماروی بھی مخلص انداز میں آگے بڑھی۔ اور تمہاری غلط فہمی دور کر دوں کہ میری شادی کو کچھ عرصہ نہیں بلکہ پورا ایک سال ہو گیا ہے آج میری شادی کی سالگرہ ہے اور عمیر نے تمہیں خاص طور پر انوائیٹ کیا ہے۔ ان کے خیال میں تم اس روئے زمین پر ان کی واحد سالی بلکہ آدھی گھر والی ہو، عتیقہ مسکراتی ہوئی بولی۔

ارے آج 27 اکتوبر ہے، شمائل خوشی سے اچھل پڑی۔

جی جناب۔

اللہ مجھے تو یاد ہی نہیں رہا، شمائل اب کی بار آہستہ سے بولی۔

ہاں جانے والوں کو اسی طرح بھولا جاتا ہے ایک ہم ہیں جو اب تک شمائل، شمائل کرتے پھر رہے ہیں، عتیقہ اطمینان سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

ارے نہیں عتیقہ۔۔۔۔ سچ بتا رہی ہوں آج کل ایجنسی میں کام بڑھ گیا ہے پھر دو ماہ پہلے سائرہ بھی کمرہ خالی کر گئی ماروی کے آنے سے پہلے بہت وحشت چل رہی تھی اس کے آنے پر خود کو انسان محسوس کیا ہے، ورنہ اس کمرے سے نکلنے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا، ویسے مجھے یاد تھا شمائل آخری الفاظ پر آنکھیں بند کر کے بولی۔

اچھا بس تم چلو میرے ساتھ، عتیقہ تیزی سے بولی اس تمام عرصے میں ماروی

خاموشی سے ان کی گفتگو سنتی رہی۔

تمہارے ساتھ چلوں تو۔۔۔۔مگر کل سے پتہ ہوتا تو آفس میں کہہ آتی۔

اچھا پھر ایسا ہے کہ شام کو پہنچ جانا لنچ ٹائم میں چھٹی کر لینا میں پانچ بجے گاڑی بھیج دوں گی۔۔۔۔اوکے، عتیقہ نے کہا۔

ٹھیک ہے، شمائل نے سر ہلا دیا۔

اوکے پھر میں چلتی ہوں۔۔۔۔اور کام بھی ہیں۔۔۔۔اور ہاں ماروی تم بھی ضرور آنا بلکہ تمہارے لیے خاص انویٹیشن ہے، عتیقہ نے پُرخلوص انداز میں ماروی کو انوائیٹ کیا۔

انوائیٹ کرنے کا بہت شکریہ۔۔۔۔مگر شاید میں نہ آپاؤں، ماروی سادگی سے بولی۔

کیوں نہیں۔۔۔۔آئے گی اور ضرور آئے گی، شمائل فوراً بول اٹھی۔

مگر، ماروی شمائل کو دیکھتی ہوئی بولی۔

تم اگر اپنی زندگی سے مگر کا لفظ نکال دو تو تم بہت اچھی لڑکی ہو ماروی بیگم، شمائل اس پر تقریباً برس پڑی۔

ماروی مسکرا کر خاموش ہو گئی۔

اچھا بھئی میں چلتی ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔ شمائل کہو تو تمہیں آفس چھوڑ دوں، عتیقہ نے آفر کی۔

اللہ تمہارا بھلا کرے گا۔۔۔۔میں بس کے دھکوں سے بچ جاؤں گی، شمائل پرس اٹھاتی ہوئی بولی اور ماروی کو خدا حافظ کہہ کر عتیقہ کے پیچھے پیچھے نکل آئی۔

دوپہر کے وقت شمائل واپس آ گئی تھوڑی دیر آرام کرنے اور ماروی سے گپیں لڑانے کے بعد اچھل کھڑی ہوئی اور اپنی الماری کو کھنگالنے لگی۔

کپڑے وغیرہ پریس کر لو ماروی، وہ مڑتے ہوئے بولی۔

ارے نہیں شمائل میں مذاق نہیں کر رہی ہوں تم جاؤ میں کسی کو بھی نہیں جانتی، ماروی نے تقریباً اپنا فیصلہ سنا دیا۔

مجھے جانتی ہو، شمائل تیزی سے بولی۔

مگر۔

ارے میری کمپنی بری نہیں ہے میں تمہیں بور نہیں ہونے دوں گی۔ شمائل پھر بولی۔

مگر، ماروی بے بسی سے بولی۔

پھر وہی مگر۔۔۔ دیکھو ماروی میں بھی اس کی محفلوں میں جا کر اتنا ایزی فیل نہیں کرتی مگر دوستی نبھانے کے لیے یہ تو کرنا پڑتا ہے وہ جب میر بھائی کے دوستوں اور ان کے بیگمات میں معروف ہوگی تو ہم ایک دوسرے کو کمپنی دیں گے، ٹھیک ہے۔

ماروی اس کی بات پر خاموش ہوگئی۔

ویسے بھی ایک خاص وجہ ہے جو تمہیں وہاں لے جا رہی ہوں، شمائل پراسرار انداز میں بولی۔

خاص وجہ۔۔۔ وہ کیا؟ ماروی حیرت سے بولی۔

شمائل پراسرار انداز میں ماروی کے قریب آ بیٹھی اور دلچسپی سے میٹھی آواز میں بولنے لگی۔ ہوسکتا ہے آج کے غروب ہونے والے سورج کے بعد جو سورج کل نکلے وہ تمہاری زندگی میں واقعی ایک نیا سورج ہو۔

نیا سورج کیسا نیا سورج؟ ماروی کا لہجہ اب بھی حیرت میں ڈوبا ہوا تھا۔

بدھو نیا سورج ۔۔۔ مطلب نیا سورج ۔۔۔ کوئی نئی کہانی ۔۔۔ کوئی قلمی یا افسانوی سچویشن ۔۔۔ کوئی حسین شہزادہ تمہیں دل و جان سے پسند کر بیٹھے اور کل اس کا ایک عدد خط تمہیں ملے یا پھر فون آئے اور وہ تمہارے لیئے اپنے دل کی دنیا کا ہر دروازہ کھول دے، ہر پہرے دار ہٹادے اور کہے کہ آؤ ملکہ اس دل پر حکومت کرو۔

شمائل کی باتیں سن کر ماروی کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا وہ آنکھیں جھپکا کر شمائل کو دیکھتی ہوئی بولی، تم ہوش میں تو ہو کیا بس کی گرمی دماغ کو چڑھ گئی ہے۔۔۔ کیا پانی لاؤں؟

اوہ، شمائل لفظ کو کھینچتے ہوئے بولی، کیا حسین آئیڈیا تھا۔۔۔ اس بس کی گرمی کو

ضرور بیچ میں لانا تھا۔

اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے کہ تم پاگل ہو گئی ہو حسین شہزادہ اوپر سے حسین آئیڈیا، ماروی نے سر پر ہاتھ مارا۔

کیوں کیا تم جیسی پیاری لڑکی کو کسی حسین شہزادے کا انتظار کرنے یا اسے ڈھونڈنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، وہ تیزی سے سوالیہ انداز میں بولی۔

ماروی اس کی بات پر بے دلی سے بولی، پلیز شمائل مجھے خواب تو مت دکھاؤ۔۔۔ یہ انوکھے خواب ہم جیسی لڑکیوں کو کم ہی راس آتے ہیں میرے حالات پر نظر ڈالو اور پھر اپنی ہاتوں پر۔

ماروی! ماروی! تمہیں اپنی زندگی بہتر بنانے کا پورا حق حاصل ہے اور پھر یہ تلاش تم پر پہنچے گی بھی۔۔۔ آخر کیا کمی ہے تم میں بلکہ زیادتی کہو تو بہتر ہے، شمائل اپنی بات ادھوری چھوڑ گئی چند لمحے بعد پھر ماروی کے چہرے پر نظریں گاڑ کر بولی، بنانے والے نے تمہاری مٹی میں حسن یوسف گوندھ دیا اور تم خاک ہونے کی باتیں کرتی ہو۔

کیا ہو گیا ہے، تمہیں ماروی کو اب بھی شمائل کی باتیں بس کی گرمی کا اثر لگ رہی تھیں۔

سچ ماروی میں جتنا وقت تم سے دور رہتی ہوں تم مجھے یاد آتی رہتی ہو تمہاری شخصیت میں کوئی ایسا سحر ہے کہ تم سے ملنے کے بعد انسان تمہارے بارے میں سوچتا ضرور رہتا ہے تم نے سوچا کہ آج صبح عقیقہ نے تمہیں کیوں انوائیٹ کیا؟ تم سے اپنے پن کی خوشبو آتی ہے تم دنیا کی کوئی الگ مخلوق ضرور لگتی ہو مگر ساری کی ساری اپنی۔۔۔ بالکل اپنی شمائل شاید قصیدے پڑھنے کے موڈ میں تھی۔

ماروی کو زینب یاد آ گئی وہ اسے بیچ پھلاں رانی کہتی تھی کشمیر کی شہزادی کہتی تھی سب کچھ دیسا تھا مگر کہنے والی نہیں تھی۔ اس کے گلے میں تلخیاں سی پھیلنے لگیں گزرا ہوا تلخ زمانہ بھلانا کوئی آسان کام تو نہیں تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

ماروی۔۔۔ شمائل نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

ہاں۔۔۔ ماروی ہلکے سے مسکرا دی اس لمحے اسے احساس ہوا کہ اس نے اپنی

حالت دوسروں سے چھپانے کا طریقہ سیکھ لیا ہے۔

کیا ہوا؟ شمائل حیرت سے بولی۔

کچھ نہیں۔

تو کیا سوچنے لگیں ایک دم اداس ہو گئیں۔ شمائل اپنائیت سے بولی۔ نہیں۔۔۔وہ میں، ماروی سے بات نہ بن پڑی تو گڑبڑا گئی۔

ہاں وہ میں کہہ رہی تھی کہ ضروری تو نہیں تمہارے یہ حسین آئیڈیے کا حسین شہزادہ حسین بھی ہو اور شہزادہ بھی ہو، وہ مسکرا کر بول اٹھی۔

''ہنہ۔۔۔۔ بات میں تمہاری دم ہے۔۔۔ مگر میڈم کچھ کم ہے۔ شمائل پھر پر اسرار انداز میں بولی۔

ماروی جز بز پڑی اور فوراً بولی، بھلا کیسے کم ہے۔

وہ ایسے جناب کہ جس دنیا میں آپ جائیں گی وہ شہزادوں کی دنیا ہے اور حسن سے بھری پڑی ہے۔

چھوڑو بھی۔۔۔ تم ہو آدنا۔ وہ پشت سے سر ٹکا کر بولی۔

کپڑے کہاں ہیں تمہارے، شمائل نے اسے خون خوار نظروں سے دیکھتے ہوئے دانت کچکچائے۔

کپڑے بھی نہیں ہیں میرے پاس، ماروی ادا سے ہاتھ نچا کر بولی۔

شمائل نے اچھل کر ماروی کے پیچھے سے اس کا بیگ جھپٹ لیا۔ ماروی کے انکار کرنے کے باوجود زپ کھول کر اسے بیڈ پر الٹ دیا کئی کپڑوں کے گرنے کے بعد سفید دوپٹے میں لپٹی چھوٹی سی گٹھڑی بھی آ گری ماروی آنکھیں بند کر کے مسکرا دی۔ اب جرح کرنا فضول تھا۔

شمائل نے سب سے پہلے اس گٹھڑی ہی کو کھولا اور جب اس نے اس نیلی فراک کو دیکھا جو زینب کی محنت سے حسین و دلکش نظر آتی تھی تو ششدر رہ گئی، زینب نے سال بھر محنت کر کے وہ حسین کڑھائی کی تھی۔

''ہا۔۔۔ کتنا پیارا رنگ ہے۔ اس قدر محنت سے کڑھائی ہوئی ہے اور بالکل نیا

لگ رہا ہے وہ اسے الٹتی پلٹتی رہی پھر سر اٹھا کر بولی، چلو فوراً تیار ہو جاؤ۔

ماروی نہ چاہتے ہوئے بھی شمائل کی خوشی کے لیے تیار ہو گئی۔

جب شمائل نے بہت ضد کر کے اسے سنہری خوب صورت جیولری پہنائی تو ماروی کو ہنسی آ گئی۔ یہ سب تم مجھے کیوں پہنا رہی ہو؟

مرعوب کرنے کے لیے لوگوں کو پتہ چلنا چاہیے کہ ہمارے پاس یہ سب ہے شمائل بالوں میں برش پھیرتی ہوئی اٹھلائی۔ ماروی جواباً کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بولی اچھا اگر لوگوں کو پتہ چل بھی گیا کہ ہمارے پاس یہ سب ہے تو پھر کیا ہوگا کوئی ایوارڈ ملے گا۔

پتہ نہیں شاید مل جائے، شمائل ٹاپس پہنتی ہوئی بولی۔

عجیب نرالی باتیں ہوتی ہیں تمہاری۔۔۔۔ ویسے اس وقت بہت اچھی لگ رہی ہو، ماروی پاؤں میں کھسہ پہنتے ہوئے شمائل کی تعریف کرنے لگی۔

شمائل نے سبز کامدانی سوٹ پر سلور جیولری پہن رکھی تھی ہمیشہ کی طرح ترچھی مانگ میں حسین بال کاندھوں پر بکھرائے وہ نازک سی لڑکی ماروی کو بے تحاشا اچھی لگ رہی تھی اسی لیے شمائل کے کچھ کہنے سے پہلے ہی خود ہی دوبارہ بول اٹھی۔ اس قدر غضب ڈھاؤ گی تو سارے شہزادوں کے خطوط تمہیں آ جائیں گے پھر میرا کیا ہوگا؟

ماروی کی یہ بات سن کر شمائل سنجیدہ سی ہو گئی اور چند لمحوں بعد بولی، میرے لیے اگر کسی حسین شہزادے کا خط آنا ہوتا تو اب تک آ چکا ہوتا۔۔۔۔ تمہیں پتہ ہے۔

ماروی! اس شہزادے کے بعد دنیا بھر میں ان آنکھوں میں کوئی جچا ہی نہیں یہ بات نہیں ہے کہ سلمان بہت خوب صورت تھا مگر وہ اس دل کا راج کمار تھا اور یہ دل کی سلطنت کا مسئلہ ہے راج کمار بدلے تو راج کماری بھی بدل جاتی ہے جانتی ہو نا۔۔۔۔ یہ دنیا سے برعکس دنیا ہے۔ شمائل کی ان چند باتوں اور اس کے بے حد سنجیدہ لہجے سے اس کے دل کا سارا درد اس کی آنکھوں میں بھر آیا ماروی کو احساس ہوا کہ یہ ہنستی مسکراتی قہقہے لٹاتی لڑکی اندر سے کیسی ہے ماروی نے اس لمحے سوچا کہ سپنے کے ساتھ یہ عذاب محض کچی عمر کی لڑکیوں کے لیے ہی کیوں رہ گئے ہیں ہماری برادری کی ہر لڑکی اس قدر سپنے والی کیوں ہوتی ہے۔ اس ابر معصوم کلی ایک۔ ناٹنے کے پیچھے سے کیوں نمودار ہوتی ہے،

مگران باتوں کا جواب اس کے خود کے پاس ہی کہاں تھا۔

شائل، اس نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا جب کہ شائل اس کے سینے سے لگ کر کھلکھلا کر ہنس پڑی ماروی کو غصہ آ گیا۔

کیا ہو تم؟ ماروی تیزی سے بولی۔

اشرف المخلوقات۔۔۔ انسانیت کے منہ پر طمانچہ نہیں ہوں اور اگر میں تمہارے گلے لگ کر رو پڑتی تو میرا سارا میک اپ خراب نہ ہو جاتا، وہ شیشے میں اپنا سراپا دیکھتی ہوئی بولی۔

ماروی اس کے جواب پر ہنس پڑی، اچھا اس بے چارے ڈرائیور کو ایک گھنٹے سے انتظار کی سولی پر کیوں لٹکا رکھا ہے، ماروی نے عتیقہ کے ڈرائیور کا ذکر کیا جو واقعی ایک گھنٹے سے انتظار میں کھڑا تھا۔

اس لیے کہ اسے پتہ ہو کہ صنف نازک تیار ہو رہی ہیں ویسے بھی میرے خیال میں خواتین کو اپنی مروج برائیوں (یعنی دیر سے تیار ہونا) سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی۔ شائل ادا سے اٹھلاتی ہوئی بولی تو ماروی کو پھر ہنسی آ گئی۔

اگر آپ تیار ہوں تو کوچ کے لیے نقارہ بجا دوں؟ اس بے چارے ڈرائیور پر آپ کی عنایت ہو گی۔ ماروی دروازے کی طرف آتی ہوئی بولی۔

پھر وہ دونوں عتیقہ کے گھر آ پہنچیں ابھی فنکشن شروع ہونے میں کافی دیر تھی عتیقہ نے انہیں بہت دیر کمپنی دی جب کہ فنکشن شروع ہونے کے قریب وہ مصروف ہو گئی، جب مہمان آنے شروع ہوئے تو وہ دونوں بھی لان میں آ گئیں عمیر بھی ان سے بہت تپاک سے ملا تھا لان کو بہت خوب صورتی سے سجایا گیا تھا لائٹیں مزین تھیں ایک کونے میں میوزک بج رہا تھا رنگ برنگے آنچل لہرا رہے تھے ہر چہرہ دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا نمود و نمائش کی اس حسین اور رنگا رنگ دنیا کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ دکھ غم تکلیف اور غربت دنیا میں کہیں موجود نہیں مگر اس چار دیواری کے کینوس کے باہر کتنی گندگی تھی ماحول کتنا آلودہ تھا اس حقیقت کو اس ماحول میں بیٹھ کر صرف ماروی کا دل سوچ

سکتا تھا۔

وہ بہت دیر سے ایک کونے میں بیٹھی تھی شائل پندرہ منٹ سے غائب تھی نہ جانے کہاں تھی ماروی کو اکیلا بیٹھنا اچھا نہیں لگ رہا تھا کئی نظریں اس پر تھیں اچانک نہ جانے کس طرف سے ایک لڑکا اس کے قریب آ گیا۔

''ہیلو'' وہ دلکش لہجے میں مسکراتا ہوا ماروی کو بغور دیکھ رہا تھا۔

ماروی نے سر اٹھا کر سر کی جنبش سے جواب دیا۔

''میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں، وہ پھر بولا۔

اب کی بار ماروی نے اس کا جائزہ لیا قیمتی لباس میں ملبوس سلیقے سے بال سنوارے وہ مسکرا رہا تھا۔

ماروی اپنی جگہ کھڑی ہو گئی۔

ارے آپ کہاں چلیں، وہ فوراً بول اٹھا جب کہ ماروی جواب دیئے بغیر آگے بڑھ گئی۔

مس ماروی، وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

ماروی اپنا نام سن کر چونک اٹھی واپس مڑ کر اس کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر حیرت تھی۔

پلیز بیٹھیں نا، وہ پھر مسکرا کر بولا۔

آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں! ماروی نے کوشش کر کے اپنا لہجہ مدھم کر لیا۔

میں تو آپ کو ایک عرصے سے جانتا ہوں یقین مانیے آپ کو دیکھ کر اس دل نے گواہی دے دی تھی کہ حسن کی حد اسی کو کہتے ہیں جب سے اس بات پر ایمان لایا ہوں لوگ مجھے کافر کہنے لگے ہیں، بتوں کی پوجا کروں گا تو کافر کہلاؤں گا نا، وہ ماروی کے قریب آ کر دھیمے لہجے میں بولتا گیا۔

ماروی کی آنکھوں میں گرمی سی بھر گئی اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی وہ دوبارہ بول اٹھا۔ بندے کو فرقان شفقت کہتے ہیں۔

ماروی کو اس نام میں کوئی پہچان نظر نہ آئی اس نے نظر اٹھا کر شائل کو ڈھونڈنے کی

کوشش کی اور جان بوجھ کر فرقان شفقت کو نظر انداز کر دیا۔ شمائل اسے دور عتیقہ کے قریب کھڑی نظر آئی۔ ماروی نے اس کی طرف ایک قدم اٹھایا تھا کہ فرقان نے اس کا آنچل تھام لیا۔

ماروی کے تن بدن میں آگ سی بھر گئی۔ وہ غصے کی شدت کے باوجود آہستہ آواز میں بولی، چھوڑو۔

فرقان نے آنچل نہ چھوڑا بلکہ دھیما سا مسکرا اٹھا۔

ماروی کو اس کی مسکراہٹ میں چھپی خباثت نظر آ گئی تھی وہ تقریباً چیخ اٹھی کیونکہ اب حد ہو چکی تھی۔

چھوڑو۔

سبھی لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فرقان نے آنچل تو چھوڑ دیا مگر اسی جگہ کھڑا رہا اور شربت کا گھونٹ لینے لگا مسکراہٹ بھی اس کے چہرے پر موجود تھی۔

عتیقہ اس کا شوہر عمیر اور شمائل ان کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے شمائل نے فوراً پوچھا کیا ہوا ماروی۔

ماروی کو اپنی بے عزتی کا احساس سلگائے دے رہا تھا اس کے گال دہک اٹھے تھے اس کی آنکھوں میں چند قطرے تیرنے لگے وہ تن من سے سلگ رہی تھی۔ وہ تیزی سے واپس پلٹی اور فرقان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

ایک زناٹے دار تھپڑ فرقان شفقت کے گال پر پڑا اس کے شربت کا گلاس چھلک اٹھا فرقان کا ایک ہاتھ اپنے گال پر تھا جب کہ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔

شاید وہ ماروی سے اس ردعمل کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ ماروی کو اب بھی یاد نہیں آیا تھا کہ وہ اس کا نام کیسے جانتا تھا۔

بت پتھر سے بنتے ہیں اور پتھر سے سر ٹکراؤ گے تو منہ کی کھانا ہی پڑے گی۔۔۔۔ آئندہ کسی شریف لڑکی کا آنچل اس طرح تھامنے کی ہمت مت کرنا۔۔۔۔ مجھ میں تو معاف کرنے کی ہمت ہے، شاید کسی اور میں نہ ہو۔۔۔ ماروی تیز آواز سے الفاظ ادا کرتی ہوئی گیٹ کی جانب آ گئی اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تماشا بننے سے بہتر ہے کہ پارٹی چھوڑ دی جائے۔

سبھی نظریں اس واقعے کے بعد ماروی کے چہرے پر تھیں، فرقان شفقت غصے میں بپھرتا ہوا نہ جانے کس کونے میں جا سمایا تھا عتیقہ اور عمیر فوراً ماروی کے پیچھے آئے مجھے معاف کر دو ماروی میری محفل میں تمہاری بے عزتی ہوئی، میں بہت شرمندہ ہوں یقین مانو اس شخص کو ہم زیادہ نہیں جانتے تمہاری طرح یہ بھی کسی دوست کے ساتھ آیا ہے ہم بہت شرمندہ ہیں، عتیقہ بے حد عاجزی سے بول رہی تھی عمیر کے چہرے پر بھی شرمندگی تھی۔

''نہیں'' ماروی فوراً بول اٹھی نہ جانے کیوں ماروی کا فرقان شفقت کی طرف سے سارا غصہ جھاگ کی صورت بیٹھ گیا تھا اسے اس سب میں اپنی قسمت کا قصور نظر آیا تو وہ بول اٹھی۔

نہیں عتیقہ۔۔۔۔آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے، غلطی تو اس کی بھی نہیں تھی جس نے مجھے کھڑے کھڑے تماشا بنا دیا غلطی میری ہے مجھے ہی نہیں آنا چاہیے تھا میں بھول گئی تھی کہ میں کانٹوں کا وجود ہوں میری موجودگی کبھی بھی گل کھلانے کا سبب نہیں بنی ہے جس کی قسمت نے خود دکھوں کو نتھی کر دیا ہو وہ بھلا دوسروں کے لیے کیا بندوبست کر سکتی ہے معاف تو آپ مجھے کر دیں میری وجہ سے آپ کی محفل ڈسٹرب ہوئی میں چلتی ہوں۔

ماروی بولتی چلی گئی مگر اس کا لہجہ عجیب دکھی کر دینے والا تھا نہ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے نہ پلکیں جھکی تھیں اور نہ ہی سر جھکا ہوا تھا اس کا مضبوط اور خود کٹ جانے والا لہجہ سن کر عتیقہ اور عمیر دم بخود رہ گئے قریب کھڑے لوگوں کے چہروں پر بھی عجیب تاثرات تھے۔

باہر آ کر وہ سواری کی تلاش میں نظر دوڑا رہی تھی کہ شمائل اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔

تم کیوں آ گئیں؟

ماروی اسے دیکھتے ہی بولی آنکھیں اور گال اب بھی دہک رہے تھے۔

میری وجہ سے تم پارٹی مس نہیں کرنی چاہیے، شمائل کے خاموش رہنے پر

ماروی دوبارہ بول اٹھی۔

تم بکواس مت کرو۔۔۔اور چپ رہو۔۔۔۔ ہر وقت ٹرٹر کرتی رہتی ہو۔۔۔ اس قدر بھیانک لہجے میں بات کرتی ہو کہ دوسرا انسان ڈر کر رہ جاتا ہے، شمائل پھولے ہوئے منہ سے بول رہی تھی۔

ماروی ہنس پڑی۔

ایک گاڑی ان کے قریب آ کھڑی ہوئی ڈرائیور نے اتر کر دروازہ کھولا تو شمائل آگے بڑھی۔

کہاں؟ ماروی نے حیرانگی سے پوچھا۔

عمیر بھائی نے گاڑی بھیجی ہے ہمیں ہاسٹل تک چھوڑ دے گی، شمائل بیٹھتے ہوئے بولی ماروی بھی خاموشی سے دوسری طرف آ کر بیٹھ گئی۔

اس رات ماروی نے زینب کو دوبارہ اپنے خواب میں دیکھا زینب بے تحاشا خوش تھی اس نے سرخ رنگ کا بے حد حسین فراک پہن رکھا تھا جس پر بڑی نایاب کڑھائی بنی تھی نور محمد چچا حتیٰ کہ وادی کے سبھی لوگ بہت خوش تھے ماروی ان میں موجود نہیں تھی اور زینب بھی بہت الگ کھڑی تھی مگر اس کے چہرے سے پھوٹنے والی خوشی کی روشنی چاند ستاروں کو ماند کر رہی تھی۔

ماروی کی آنکھ کھلی تو اجالا پھیل رہا تھا ماروی کو اس بات کی تو خوشی تھی کہ زینب خوش تھی مگر اس نے اپنی خوشی کی وجہ نہیں بتائی تھی اور ماروی کے لیے گزرنے والا وقت کچھ ایسا اچھا نہیں تھا کہ زینب کی خوشی کی وجہ بنتا، پھر بھی ماروی یہی سوچ کر خوش ہو گئی کہ زینب خوش تھی۔

شمائل کے آفس جانے سے پہلے ہی عتیقہ اور عمیرا آ پہنچے عتیقہ بار بار اس سے معافی مانگ رہی تھی اس نے انہیں ہر طرح تسلی دلوائی کہ اس نے اپنے دل میں کسی قسم کی عداوت کو جگہ نہیں دی ہے وہ بہت دیر میں اس کی بات مانے تھی جس کی ماروی کو خوشی ہوئی تھی فرقان شفقت اس کی یادداشت سے اب بھی باہر تھا کہ وہ اسے کیسے جانتا تھا بہرحال شام کو شمائل کے آنے سے پہلے وہ۔۔ ۔ بھول کر نارمل ہو چکی تھی۔

شمائل نے واپس آ کر ابھی اپنا پرس بھی نہیں رکھا تھا کہ ماروی کے لیے کسی کے فون کی اطلاع آئی برابر والے کمرے کی لڑکی نے دروازہ کھول کر آواز لگائی کہ آفس میں ماروی کے لیے فون ہے۔

میرا ماروی اٹھتی ہوئی بولی۔

وہ لڑکی پلٹ چکی تھی۔

ارے ہاں ملک صاحب کا ہوگا، وہ نکلتی ہوئی بولی۔

واپسی پر وہ بہت خوش تھی ہاسٹل کے قریب ہی اسے ایک پرائیویٹ ایجنسی میں نوکری مل گئی تھی وہ خوشی سے اڑتی ہوئی شمائل کے پاس پہنچی شمائل کو یہ خبر سناتے وقت وہ بہت خوش تھی۔

ویسے بھی میں تو اس کمرے میں پڑی پڑی بور ہوگئی تھی۔

شمائل نے اس کی بات کا جواب خاموشی سے دیا تو ماروی کو کچھ حیرت ہوئی۔

کیا ہوا شمائل تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے، وہ اس کے قریب آ کر بولی۔

ہاں ٹھیک ہوں، شمائل چوکڑی مار کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

خوش نہیں ہو میری نوکری سے۔

نہیں تو ایسا کیوں سوچا تم نے، شمائل سنجیدہ سے لہجے میں بولی۔

پھر تم اتنی خاموش کیوں ہو ماروی نے اپنائیت سے پوچھا۔

میرا ٹرانسفر ہو گیا ہے ماروی۔۔۔ مجھے پنڈی والی برانچ میں کام کرنا ہے، اس نے سادگی سے بتایا۔

ٹرانسفر!۔۔۔ مگر تمہاری تو پرائیویٹ ایجنسی تھی، ماروی نے کہا۔

ہاں نا۔۔۔ مگر پنڈی میں ہمارے ڈائریکٹر صاحب نے نئی برانچ کھولی ہے اور مجھے بہت اصرار کے ساتھ وہاں بھیج رہے ہیں تین چار مہینے کا کام ہے پھر میں واپس آ جاؤں گی اور پھر ڈائریکٹر صاحب نے [illegible] ت مان سے مجھے سلیکٹ کیا ہے اس لیے مجھے جانا ضرور ہے۔

تو اس کا مطلـ[illegible] م جا رہی ہو؟

ہاں بس چند ماہ کے لیے ۔۔۔۔ واپس ضرور آ جاؤں گی ۔۔۔۔ یہ چند ماہ چٹکی بجاتے ہی گزر جائیں گے، شمائل کہنے کے بعد مسکرا دی جو بھی مجھ سے قریب ہوتا ہے بہت جلدی مجھے چھوڑ جاتا ہے، ماروی اس کی بات سن کر اداسی سے بولی۔

کم آن یار اڈونٹ بی سیریس چند ماہ اور بس۔

ماروی جواباً خاموش رہی۔

تم اس طرح اداس ہوگی تو میرے پاس نوکری چھوڑنے کے علاوہ کوئی حل نہیں ہوگا، شمائل محبت سے بولی۔

ارے نہیں نہیں! ایسا تم ہرگز نہیں کرو گی ۔۔۔۔ چند ماہ تو ہیں چٹکیوں میں کٹ جائیں گے ۔۔۔۔ ماروی شمائل کی ایسی بات سن کر جلدی سے بولی اسے کہاں قبول تھا کہ کوئی اس کی خاطر پریشانی اٹھاتا وہ تو خود پریشان رہنے اور دوسروں کو خوش رکھنے والی لڑکی تھی۔

اچھا کب جا رہی ہو؟ وہ پھر بول اٹھی۔

پرسوں، شمائل نے جواب دیا۔

تو پھر میں تمہارے جانے کے بعد آفس جوائن کروں گی، ماروی نے فیصلہ سنایا۔

بالکل نہیں ! تم کل آفس ضرور جانا ماحول وغیرہ دیکھ آؤ ۔۔۔۔ میں بھی آفس میں ہوں گی تم اس کمرے میں بور دن مت گزارنا، بلکہ صبح ہم دونوں آفس کے لیے اکٹھے ہی نکلیں گے، شمائل اس سمجھانے لگی۔

اگلے دن دونوں وقت سے کچھ پہلے ہاسٹل سے نکل آئیں سردیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا دن کی نسبت راتیں بہت زیادہ ٹھنڈی تھیں اس وقت بھی دھوپ نے اونچے اونچے درختوں کے اوپر کے کناروں کو ہی چھوا تھا مگر چاروں طرف ٹھنڈک تھی۔

شمائل اور ماروی سامنے والے باغ کے آخری گیٹ پر پہنچیں تھیں کہ دو فقیر ان کی جانب بڑھے سحت میں دونوں ہٹے کٹے دکھائی دے رہے تھے ایک فقیر کا سبز چولا دیکھتے ہی اسے سفیر یاد آ گیا اور سفیر کے ۔۔ اتھ ہی اپنی وادی کا کونا کونا ایک پل میں اس کی نظروں میں گھوم گیا ماروی سر جھٹک کر ا۔۔۔ طرف متوجہ ہوئی کیونکہ وہ دونوں ہی ان کی طرف

ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے صبح صبح موٹا شکار پھنسنے پر خوشی منا رہے ہوں شاید ماروی اور صدف کے خوب صورت لباس نے انہیں اس شک میں مبتلا کر دیا تھا کہ اگر چاپلوسی سے کام لیا جائے تو بھیک زیادہ مل سکتی ہے۔

دونوں فقیروں کے عجیب سے حلیے تھے، ایک تو بے حد کالا اور بے ہنگم سا تھا کھچڑی بال شاید عرصے سے توجہ کے قابل نہیں سمجھے گئے تھے جبکہ کالی بھجنگ داڑھی میں بھی کئی جگہ گھاس پھوس اٹکی تھی۔ دونوں کے ہاتھ پاؤں بلکہ کپڑے تک گرد میں اس قدر اٹے تھے کہ لگتا تھا جیسے انہوں نے رات کوڑے کے ڈھیر پر بسر کی ہو۔

اللہ کے نام پر کچھ دے دے بی بی تیرے سر کے سائیں کی خیر ہو، داڑھی بغیر فقیر بے ہنگم آواز میں ماروی کے چہرے پر نظریں گاڑ کر بولا۔

شٹ اپ تمہیں کنواری اور شادی شدہ لڑکیوں میں فرق نظر نہیں آتا۔ شمائل اس کی بات پر بدک کر بولی۔

پاگل ہوگئی ہو شمائل یہ بات ہے کرنے والی، ماروی اسے گھور کر بولی۔

ان کی آنکھوں پر بھی تو چربی چڑھی ہے، شمائل ناک سکیڑ کر بولی۔

اللہ کے نام پر بی بی۔۔۔۔ بھوکا ہوں۔۔۔۔ پیاسا ہوں بہت تھک گیا ہوں اللہ کے نام پر بی بی، داڑھی والا فقیر گڑگڑا کر بول رہا تھا۔

ماروی نے اس کی آنکھیں اپنے چہرے پر دیکھیں تو تیزی سے بولی۔

تم آخر بھیک کیوں مانگتے ہو۔۔۔۔ اتنے ہٹے کٹے ہو کر بھیک مانگتے ہوئے شرم نہیں آتی، خدا نے ہاتھ پاؤں دیے ہیں تو مزدوری کرو محنت کرو۔

اے بی بی محنت کا سبق اپنے پاس رکھ۔۔۔ صبح صبح دھندے کا ٹائم ہے کھوٹی نہ کر، سبز چولے والا سرخ سرخ آنکھیں نکال کر بولا جبکہ دوسرا خاموش کھڑا رہا۔

میں تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ اس قدر ذلت آمیز کام کرتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے کیا تم لوگ دوسرے انسانوں کی طرح محنت کر کے کما نہیں سکتے، اللہ میاں نے تمہیں انسان بنایا دوسرے انسانوں کے آگے ہاتھ پھیلا کر اپنی تذلیل کیوں کرواتے ہو تمہارا ... دوسروں کے آگے مانگنے کے لیے کیسے اٹھ جاتا ہے؟ اتنے جوان

ہو کر تم لوگ اتنا غلیظ پیشہ کرتے ہو۔۔۔۔شرم آنی چاہیے اب کی بار ماروی غصے میں بول رہی تھی۔

چھوڑ نا ماروی ہمیں کیا لینا دینا ان لوگوں کے کانوں پر جوں نہیں رینگے گی۔تم اپنا موڈ کیوں خراب کرتی ہو، پوائنٹ نکل گیا تو آفس سے دیر ہو جائے گی۔

چلو بس، شمائل حالات کی نزاکت سمجھتے ہوئے بول اٹھی۔

ہاں ہاں۔۔۔جاؤ۔۔خدا کا واسطہ پیچھا چھوڑو۔۔۔۔پتہ نہیں ماں باپ کیسے کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔۔ان پٹاخوں کو گھر میں بند کر کے نہیں رکھتے، سبز چوغے والا مسلسل بول رہا تھا۔

ماروی نے خون خوار نظر ان پر ڈالی اور دیر کا سوچ کر آگے بڑھ گئی۔

کیا فائدہ ایسے لوگوں کے منہ لگنے سے۔۔۔۔خواہ مخواہ میں چھوٹے لوگ بدتمیزی پر اتر آتے ہیں، شمائل سخت جل بھن کر بولی۔

انسان چھوٹا کبھی نہیں ہوتا خود کو بنا لیتا ہے، ماروی تیزی سے بولی۔

اچھا بس موڈ ٹھیک کرو آفس کا پہلا دن ہے۔۔۔۔بس بھی آ رہی ہے، شمائل بات ختم کرتی ہوئی بولی مگر بس کو قریب آتے دیکھ کر ماروی کو دیکھا پھر دھیمے لہجے میں بولی، ویسے اس نے تمہیں پٹاخہ کہا ہے کچھ غلط نہیں کہا۔کیونکہ اس وقت تم کسی پٹاخے سے کم نہیں لگ رہیں۔

ماروی کالے سوٹ میں ملبوس تھی اور کالا رنگ اسے خوب جچ رہا تھا اس لیے شمائل شرارت سے بولی پھر وہ ماروی کا موڈ بھی اچھا کرنا چاہ رہی تھی اور ایسا ہی ہوا اس کی بات سن کر ماروی بھی مسکرا اٹھی اور سر جھٹک کر دونوں بس میں سوار ہو گئیں۔

☆☆☆

نیند آ جائے تو کیا محفلیں برپا دیکھوں
آنکھ کھل جائے تو تنہائی کا صحرا دیکھوں
شام بھی ہو گئی دھندلا گئیں آنکھیں بھی میری
بھولنے والے میں کب تک تیرا رستا دیکھوں
ایک اک کر کے مجھے چھوڑ گئیں سب سکھیاں
آج میں خود کو تیری یاد میں تنہا دیکھوں
کاش صندل سے میری مانگ اجالے آ کر
اتنے غیروں میں وہی ہاتھ جو اپنا دیکھوں

زاھد اقبال سحر، سمندری

مختصر کہانیاں

مختصر کہانیاں

میرا تعلق امریکہ کے ایک شہر سے ہے ہمارے علاقے کے قریب ہی ایک جنگل تھا جہاں پر ہم روزانہ لکڑیاں کاٹنے جاتے تھے آج بھی ہم حسب معمول جنگل میں گئے ہم دو دوستوں نے تھوڑی تھوڑی سی لکڑیاں کاٹیں اور جانے لگے کہ ہمیں پیچھے سے کسی کے رونے کی آواز آئی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بوڑھی عورت کھڑی رو رہی تھی چل یار اس کے پاس جا کر معلوم کرتے ہیں یہ کیوں رو رہی ہے ہم اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ اماں آپ کیوں رو رہی ہوں تو اس نے کمزور سی آواز میں کہا کہ بیٹا میرا جوان بیٹا مر گیا ہے میں اس جنگل میں اکیلی ہوں اور اس کو دفنانے والا کوئی نہیں ہے۔

ہم نے کہا اماں آپ فکر نہ کریں ہم اس کو دفنا دیں گے تو ہم نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی وحشت دیکھی یار بھاگتے ہیں یہاں سے ورنہ کسی مصیبت میں پھنس جائیں گے میں نے اسد سے سرگوشی کی کچھ نہیں ہوگا زید ہم اس کے بیٹے کو دفنا کر آ جائیں گے تو ہم دونوں اس کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے ایک جگہ جھونپڑی کے سامنے وہ جا کر رک گئی جاؤ بیٹا اندر میرا بیٹا پڑا ہوا ہے اسے اٹھالاؤ ہم اندر گئے تو جھونپڑی کا دروازہ خود بخود ہی بند ہو گیا جب ہم نے سامنے دیکھا تو ایک لڑکا پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا جب ہم نے اس کو سیدھا کیا تو ہماری چیخیں نکل گئیں یا خدا کتنا بھیانک چہرہ تھا۔

جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں پھر اچانک اس کے منہ سے ایک آواز نکلی گئی گرؤ ہم دونوں حیران رہ گئے تھے اور باہر بھاگنے لگے مگر دروازہ بند تھا ہم چیخنے لگے تھے اتنے میں وہ اٹھ کر ہمارے پاس آ گیا اور اسد کو پکڑ کر لے گیا میں خوف سے بے ہوش ہو گیا تھا۔

جب ہوش آیا تو ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوا تھا اس بڑھیا نے کہا سن اے لڑکے ہم آدم خور ہیں اور لوگوں کو پکڑ کر یہاں لاتے ہیں اور پھر کھا جاتے ہیں اب ہم تمہیں بھی کھائیں گے یہ کہہ کر اس بوڑھی اماں نے ایک خنجر لیا اور میرے گلے پر رکھ دیا آہ کتنی بے رحمی سے انہوں نے مجھے مار دیا اور میرے دوست کو بھی جب ہم کو لوگ ڈھونڈنے آئے تو انہیں ہماری دونوں دوستوں کی ہڈیاں ملیں اس وجہ سے اس جنگل کا نام خونی جنگل رکھا گیا اور لوگ اس طرف سے توبہ کرتے ہیں مگر بہت سالوں بعد ہماری روحوں نے ان دونوں کو مار دیا تھا اور ہماری روحیں آرام سے آسمان کی طرف پرواز کر گئی ہیں۔

اب ہم بھی یہ جنگل ویران پڑا ہوا ہے اور لوگ اس طرف آنے سے بھی ڈرتے ہیں۔

تنظیم عباس ڈوگر کسوال

لالچی ناگ

یہ میں جو آپ کو قصہ سنانے جا رہا ہوں ایک ناگ کا ہے جو سو سال کی عمر پا کر انسان کے روپ میں آ گیا تھا وہ بہت لالچی تھا اور اس کو خزانہ حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اور وہ جو آدمی بھی اس کے پاس سے

گزرتا اس سے دولت پیسے وغیرہ چھین لیتا تھا اور جب وہ آدمی اس کی اپنی رقم مانگتا تو وہ ڈروانی شکل اختیار کر لیتا تھا اور وہ آدمی ڈر کو بھاگ جاتا اور اس طرح اس کے پاس بہت سی دولت جمع ہو گئی تھی مگر خزانہ حاصل کرنے کی ہوس نہ گئی تھی وہ اور لوگوں کو لٹنے لگا مگر لالچ بری بلا ہوتی ہے اور ایک دفعہ وہ راستے میں کھڑا تھا کہ ادھر سے ایک جادوگر نے اسے پکڑ لیا اور ناگ نے اس کو ڈرانے کے لیے عجیب سا حلیہ بنا لیا اور اس کو دیکھ کر جادوگر بہت خوش ہوا اور کہا کہ مجھے جن یا بھوت غلام چاہیے تھا اب تم مجھے مل گئے ہو یہ کہہ کر اس نے ایک بوتل کا منہ کھولا اور اس کی طرف کیا اور وہ لوگ جن کو ناگ نے لوٹا تھا کہتے ہیں کہ ساری عمر جادوگر کی قید میں رہا اور دولت کا لالچ نہ کرتا تو وہ آزاد زندگی گزارتا اس نے لالچ کیا اور اس کو اس کی سزا مل گئی۔

تنظیم عباس ڈوگر کسوال

خوفناک چڑیل

میرا تعلق ایک غریب گھرانے سے ہے کہتے ہیں ناں کہ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا وقت ہمیشہ چلتا رہتا ہے میرے پڑوس میں ایک لڑکی بھی رہتی ہے جو مجھے پسند کرتی تھی مگر میں نے ہمیشہ اس کی بات کو بہانہ بنا کر ٹال دیتا تھا وہ مجھے کہتی تھی کہ امجد میں تم سے پیار کرتی ہوں اور تمہارے بغیر کسی سے شادی نہیں کروں گی میں ہمیشہ اس کو کہتا کہ یہ محبت والے چکر ٹھیک نہیں ہوتے کیوں کہ یہ سب گھر والوں کی بات ہوتی ہیں وہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ ماننا پڑتا ہے اگر جو نہ مانے تو وہ ہمیشہ پچھتاوے میں رہنا پڑتا ہے بحر حال وہ مجھے بہت چاہتی تھی آخر مجھے بھی اس کی کوششوں سے اس سے محبت ہو گئی تھی میں اب اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

ایک دن وہ مجھے کچھ پریشان دکھائی دے رہی تھی تو میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ مجھے خواب میں ایک حسینہ آتی ہے اور کہتی ہے کہ میں تمہیں ایسا مزا چکھاؤں گی کہ تم یاد رکھو گی کیوں کہ تم نے مجھ سے امجد کو چھین کر اچھا نہیں کیا میں جب اس سے اس کا تعارف پوچھتی تو وہ غائب ہو جاتی پانچ دن سے مجھے یہی خواب آ رہا ہے اب کیا کروں اس نے کہا کہ تم ہر وقت میرے بارے میں سوچتی رہتی ہو تمہیں یہ خواب بار بار آ تا رہا ہے تم زیادہ نہ سوچا کرو۔

ایک دن تو حد ہو گئی تھی میں اور رضیہ باتیں کر رہے تھے کہ ایک لڑکی پتہ نہیں کہاں سے نمودار ہوئی مجھے دیکھ کر کہنے لگی تم کل مجھے دریا کے کنارے ملو میں نے پوچھا مگر اس نے آگے سے کچھ نہیں کہا صرف یہی کہا کہ کل مجھے ملنا۔

رضیہ مجھے پوچھنے لگی کس سے باتیں کر رہے ہو میں نے لڑکی کے متعلق بتایا تو اس نے کہا کہ میں نے کسی لڑکی کو یہاں تو نہیں دیکھا خیر میں نے اسے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا دوسری باتوں میں مصروف ہو گئے دوسرے دن میں دریا کے کنارے اس لڑکی کا انتظار کر رہا تھا وہ آئی مجھے دیکھ کر مجھے سلام کیا پھر کہا امجد تم نے پیار کرتی ہوں پلیز ایک بار مجھے آئی لو یو کہو۔

امجد نے کہا نہیں آپ کا کیا مطلب میں نے تو کسی اور سے پیار کرتا ہوں اس نے مجھے بہت ڈرایا دھمکایا کہا کہ اگر تم نے مجھے پیار نہیں دے رہے ہو تو رضیہ کو بھی چھوڑنا پڑے گا میں صرف آپ کی خاطر یہاں پر آئی ہوں پہلی بار آپ کو کالج کے گیٹ پر دیکھا تو آپ کو دل دے بیٹھی اس نے اس کے متعلق پوچھا کہ تم کہاں رہتی ہے تو میں نے آپ کو کہیں نہیں دیکھا آپ نے کہاں اور کس جگہ مجھے دیکھا میں صرف رضیہ کو پیار کرتا ہوں پلیز تم کسی اور کو دیکھ کر شادی کر لو اس نے کہا ہاں میری بات سنو اگر تم نے میرے ساتھ پیار نہ کیا تو مرے پیار کو دھوکہ دیا تو کو بہت پچھتاوہ ہو گا

خیر باتیں وغیرہ ہوئی ایسی کیا بات تھی کہ راتوں کو اکثر مجھے کسی کی رونے کی آواز آتی تھی عجیب غریب واقعات پیش آنے لگے تھے۔

رضیہ کا رشتہ بھی اس کے کزن سے ہو گیا ایک دن مجھے رضیہ ملی میں نے اسے دیکھ کر غصے میں آ گیا اور کہا کہ آپ نے بہت دھوکہ دیا ہے مجھے اگر ایسا کرنا تھا تو پہلے ہی بتا دیتی اس نے کہا دھوکے باز تم ہو کسی اور لڑکی سے پیار کرتے ہو اس لڑکی نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے اس نے کہا کون میں صرف تم سے پیار کرتا ہوں تم سے وہ لڑکی دوسرے گاؤں کی ہے اور لڑکی کا حلیہ وغیرہ بتایا تو ایک منٹ سے پہلے تو امجد کے ہوش بھی کھو گئے کیونکہ لڑکی وہی تھی جو دریا کے پاس ملی تھی اسے دیکھے قسم اٹھا کر کہتا ہوں میں اسے جانتا تک بھی نہیں ہوں رضیہ نے کہا بکواس بند کرو مجھے بے وقوف مت بناؤ اور وہ یہاں سے چلتی بنی۔

اک دن پھر وہ پراسرار لڑکی مجھے ملی میں نے اسے بہت کچھ کہا گالیاں بھی دیں مگر اس نے کہا کہ تم مجھے رات اپنے دروازے کے باہر ملو امجد نے کہا چلی جاؤ یہاں سے بغیرت آپ میں حیا نہیں ہے دوسرے دن رضیہ کی شادی کا دکھ ملا ابھی مجھے دیکھا کر امجد بہت رویا خیر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئی کھیت اچانک رات کو امی نے امجد کو جگایا کہا کہ تمہاری خالہ کی طبیعت خراب ہے بیٹا جاؤ دوسرے گاؤں جا کر پتہ کرو مجھے جانا ہی پڑا میں جانے لگا اور جب قبرستان کہ قریب پہنچا تو مجھے ڈر سا محسوس ہوا کیونکہ وہ بھی رات کا ٹائم ہے اور بہت پر اسرار قبرستان ہے۔ خیر میں نے اپنا سفر جاری رکھا آگے سے مجھے وہی پراسرار لڑکی نظر آئی تو میں نے اسے سے پوچھا کہ رات کو اس وقت تم کہا جا رہی ہو تو اس نے کہا میری امی کی طبیعت خراب ہے پلیز تم میرے گھر آ جاؤ میں دوائیاں لینے گئی تھی یہ ٹیکا بھی ہیں تم میرے ساتھ جا کر کسی ڈاکٹر کو بھی ڈھونڈ نا ہیں میں نے کہا ڈاکٹر کی کیا ضرورت ہے۔ میں بھی تو ٹیکہ لگا سکتا ہوں اس نے کہا چلو میں اس کے پیچھے چلنے لگا مختلف جگہ سے گزرتے ہوئے ایک انجان سے راستے پر چلنے لگی راستے میں بھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی میں نے اس کو افسردگی کو توڑا اور میں نے کہا کہ کتنا دور ہے آپ کا گھر اس نے مجھے بتایا بس اب تھوڑا سا آگے ہیں خیر میں چلتا رہا میرے دل میں مختلف قسم کے خیالات آنے لگے میں نے دیکھا کہ اس کا چھوٹا سا ایک گھر بنا ہوا ہے اسی نے کہا یہی میرا گھر ہے میں اندر گیا وہاں پر اس کی بیمار ماں پڑی ہوئی تھی میں نے اس کی ماں کو غور سے دیکھا کہ اس کی ماں کا ہاتھ بہت ٹھنڈا تھا پھر مجھے یاد آیا کہ چلو اب جاؤں کیونکہ خالہ کی گھر بھی جانا ہے میں جب گھر سے نکلنے لگا تو مجھے اس لڑکی نے بہت روکا جب باہر آیا تو اس جگہ سے مجھے آوازیں آنے لگیں وہ بوڑھی کہہ رہی تھی اس کو کیوں چھوڑا ہے باہر جا کر پکڑ کر لاؤ کافی عرصے کی بھوکی ہوں خون بھی نہیں پیا اس لڑکی نے کہا ماں میں جاتی ہوں آپ ٹینشن نہ لیں میں اسے لاتی ہوں جب وہ باہر آئی تو دیکھ کر ماں نے کہا کیونکہ یہ لڑکا بہت تیز ہے امجد یہ سن کر وہاں سے بھاگنے لگا کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ انسان نہیں ہیں وہ بھاگتا رہا اس کو پیچھے سے آواز آتی رہی کہ تم بچ کر نہیں جا سکتے ہو بھاگو جتنا بھاگ سکتے ہو آخر وہ خالہ کے گھر کے قریب پہنچ گیا طبیعت وغیرہ پوچھی اور پھر جانے لگا خالہ نے بہت روکا اور کزنوں نے بھی کہا یار امجد صبح چلے جانا تو امد نے کہا نہیں یار دراصل امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے مجھے جانا ہے تم خالہ کا خیال رکھنا۔

پھر وہ گھر پہنچا مگر اس کے دل میں بھی چڑیل خوف تھا آخر وہ سوچنے لگا اب کیا ہو گا وہ دوسرے دن گاؤں کے مولوی کو سب بات بتائی مولوی نے کہا بیٹا یہ چڑیل آدم خور ہے شکر کرو تم بچ گئے ہو وہ تم کو اپنے جال میں پھنسا رہی تھی مگر شکر تم بھاگ نکلے چلو میں تم

کو تعویز دیتا ہوں جس کو تم باندھ کر اپنے پاس ہی رکھنا اور بھی بہت کچھ بتایا وہ گھر آیا اور جو ورد بابا نے بتایا تھا پڑھنے لگا تو اچانک وہ چڑیل نمودار ہو گئی تو امجد نے بغیر کوئی وقت ضائع کئے اس کو پھونک ماری دی تو چڑیل کو آگ لگ گئی۔

پھر روہانسی آواز آئی کاش امجد تم آج یہ واردات نہ پڑھتے تو میں تمہارا خون پی جاتی اور نیا جنم لیتی۔ پھر دوسرے دن اس نے بابا کو سب کچھ بتایا مولوی نے کہا کہ بیٹا وہ دوسرے دن جنم کے لیے ایک پسند کو مار چکی ہے دوسرے تم تھے چلو اللہ کا شکر ہے کہ تم پر کرم کیا وہ پھر امجد نے بابا کا شکریہ ادا کیا اور گھر آ گیا پھر بھی اس کو کوئی آواز یا کسی قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا امجد نے کلمہ پڑھا اور سو گیا کچھ دنوں بعد امجد کی شادی ہو گئی اس کی خالہ کی بیٹی پہلے سے اسے پسند کرتی تھی۔

کیسی لگی میری کہانی ضرور بتایئے گا۔

رابعہ ارشد تم بھی کوئی کہانی لکھو پلیز۔

یادگار دن

رات نے اپنی سیاہ چادر پھیلائی ہوئی تھی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا بس میں تیز رفتاری سے اپنے سفر پر مگن تھا کیوں کہ آج میرا پیارا ساتھی میرا دوست عدیل بھی تھا میں اور عدیل موٹر بائیک پر بیٹھے مزے میں جا رہے تھے میں موٹر سائیکل چلا رہا تھا اچانک موٹر سائیکل ایک ویرانے میں جا کر رک گئی میں نے بہت کوشش کی مگر نہ چلی آخر کار تھک کر میں نے عدیل کو کہا اس کو یہاں ہی چھوڑتے ہیں صبح لے جائیں گے اک عدیل نے کہا یہ کوئی پیسے تھوڑے ہیں جس کو چور لے جائے گا۔ اس کو چھپا کر رکھیں آخر کار پھر میں نے کوشش کی تو موٹر سائیکل چلی میں نے شکر کا کلمہ پڑھا اور جب وہاں پہنچے تو سب ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے پھر دعا سلام کے بعد ذیشان نے کہا

یار ایک مہینہ ہو گیا ہے میں یہاں پر روزانہ رات کا کوئی نہ کوئی قتل ہو جاتا ہے صبح اس کی لاش بہت ہی خوفناک حالت میں ملتی ہے ویسے بھی نوید کو پراسراری باتوں میں لگن ہوتی تھی پھر ایسا ہوا کہ نوید نے کہا یہ راز میں جان کے رہوں گا تم چھوڑو ان باتوں کو سو جاؤ پھر وہ بطا تیں کرتے ہی ویسے ہی رات کرتے کرتے سو گئے اور رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ جب نوید کی آنکھ کھلی کسی کی آواز جیسے کھل تو اسے ایک پراسرار آدمی نظر آیا وہ آدمی ایسا تھا کہ اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں کے ناخن بڑھے ہوئے تھے اس نے نوید کو کہا تم کبھی یہ راز نہیں جان پاؤ گے تم اس راز میں نہ ہی پڑو تو بہتر ہے اور ہاں یہ قتل بھی میں ہی کرتا رہا ہوں نوید نے بہت پوچھا کہ کیوں ایسا کر رہے ہو اس نے کہا کہ یہ پھر کبھی بتاؤں گا اور غائب ہو گیا دوسرے دن سارا دن نوید اسی کے بارے میں ہی سوچتا رہا اس کے دوست ذیشان نے بھی پوچھا یار یہ کیا بات ہے کسی سے پیار تو نہیں ہو گیا آپ کو اس نے کہا نہیں یار میں ٹھیک ہوں یار مجھے کبھی کسی سے پیار نہیں ہوا طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے چلو ڈاکٹر کو بلا لوں گا تم آرام کرو اسی طرح دن گزر گیا اور رات بھی گزر گئی دوسرے دن عجیب خبر ملی کہ کسی نے بڑی بے دردی سے عدیل کو قتل کر دیا تو رو رو کر ذیشان اور اس کی ماں کی بری حالت ہو گئی کیونکہ اس کی لاش پہچانی نہیں جا رہی تھی نوید سمجھ گیا کہ اسی پراسرار آدمی کا کام ہے اس کے دل میں انتقام کی آگ لگی ہوئی ہے رات کو وہ انتظار کرتا رہا اور پھر رات کو تقریباً بارہ بجے نوید اور ذیشان نے اس خوفناک آدمی کو مارنے کا ارادہ بنا کر ایک تلوار اٹھا کر جنگل کی طرف بڑھنے لگے تو اچانک وہ خوفناک آدمی نمودار ہو گیا آج تم دونوں بچ کر نہیں جا سکتے ہو۔

نوید نے ہمت جمع کر کے کہا ہم آپ کی موت بنکر آئے ہیں تو وہ ہنسنے لگا کہنے لگا چیونٹی اور گدھے میں کا

کیا مقابلہ چلو میری داستان سنو پھر میں تم کو وصل جہنم پلاؤں گا میری عادت ہے کہ میں جنس کو بھی مارتا ہوں اس کو اپنی داستان سناتا ہوں پھر خیر اس نے اپنی داستان سنانی شروع کر دی۔

میں بھی تمہاری طرح جوانی میں تھا جوش تھا مجھے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی اس کا نام نادیہ تھا ہماری محبت پروان چڑھتی رہی آخر ایک دن ہماری اس محبت کا پتہ اس کے باپ کو چل گیا وہ ہر وقت اپنی ضد میں رہنے لگا تھا اپنی بیٹی کو پھر ایک دن وہ بھاگ کر میرے پاس آئی اور کورٹ میرج کر لی پھر وقت گزرتا گیا ہم شہر میں ہی رہنے لگے ایک دن سیر کا پروگرام بنایا ہم اس جنگل میں آئے ہو ہمارا یادگار دن تھا ہم جنگل میں پھرتے رہے پھر ہم جانے لگے تو پتا نہیں کہاں سے گاؤں کا چوہدری آ ٹپکا مجھے کہنے لگا مجھے یہ لڑکی پسند ہے میں اس کی خاطر تمہاری جان لے بھی سکتا ہوں اور تم اس کو میرے حوالے کر دو اور چلے جاؤ تو مجھے غصہ آیا ہم ایک دوسرے سے لڑتے رہے اس نے پسٹل نکالا اور مجھے گولی ماردی میں مر تو گیا پر میری روح کو سکون نہیں تھا کیونکہ اس نے میری بیوی کو بھی برے کام کی افر کرنے لگا تھا اس نے غصے میں آ کر اس کے منہ پر تھوک دیا غصے میں چوہدری نے اسے بھی قتل کر دیا تھا پھر اس کے بعد میں بہت ہی بے چین تھا میری روح کو سکون نہیں تھا آخر کار میں نے چوہدری کو مار دیا اور پھر آج تک آپ کے سامنے ہی ہے پھر ہوا نوید نے کہا کہ تم نے میرے دوست کو کیوں قتل کیا ایک تو خوفناک آدمی ہنسا اور کہا کہ میں سب کو قتل کروں گا کسی کو نہیں چھوڑوں گا اور کہا ایک شرط ہے یہ میری روح کو سکون مل سکتا ہے اگر رم میرا وہ کام کر دو تو میں ت ہمیشہ کے لیے پرسکون ہو جاؤں گا نوید نے جلدی مجھا کیا بول تو اس نے کہا کہ تم میری روح کو اسلامی طریقے سے دفنا دو میری روح کو سکون مل جائے گا اور وہ فلاں درخت کے قبرستان گھر میں ہیں وہ ساتھ میری بیوی کی لاش بھی ہے تم دفنا دو اور پھر غائب ہو گیا اور اس کے علاوہ حل بھی کوئی نہیں تھا انہوں نے اس درخت سے ہڈیاں نکالی اور دفنایا اسلامی طریقے سے پھر اچانک انہیں وہی آدمی نظر آیا اور کہا اب میرا انتقام آپ کی وجہ سے پورا ہو گیا ہے اور وہ غائب ہو گیا پھر اس نے بعد بھی کوئی قتل نہیں ہوا نوید اور ذیشان کی قربانی کی وجہ سے پھر نوید کی شادی بھی ایک لڑکی سے ہو گئی لڑکی بہت اچھی تھی ہر ایک کی عزت کرتی تھی یہ اس قربانی کی وجہ سے اللہ نے اس پر کرم کیا تھا پر نوید کو عدیل کا یاد ہر وقت ستاتی رہتی تھی۔

وہ میرا نہیں جو ڈر جائے حالات کے خونی منظر سے جس دور میں جینا مشکل ہو اس دور میں جینا لازم ہے۔ کسی کو چاہ کر مت چھوڑو کیونکہ دنیا میں چاہنے والے بڑی مشکل سے ملتے ہیں۔ اختتام۔۔۔۔۔

غزل

پتھر سے وفا بت سے صدا مانگ رہا ہوں
کیوں آج میں صحرا سے گھٹا مانگ رہا ہوں
مدت سے کوئی دل کو دکھانے نہیں آیا
آجاؤ کوئی زخم نیا مانگ رہا ہوں
ہے دور بہت دور میرے دوس رہا ہے
جو گھر میں جلے ایسا دیا مانگ رہا ہوں
جو جرم محبت میں تجھے میری بنا دے
ایسی ہی کوئی پیاری سزا مانگ رہا ہوں
معلوم ہے کہ تم غیر کی ہو جاؤ گی صنم
پھر بھی تمہیں پانے کی دعا مانگ رہا ہوں

رانو بابر علی ساغر۔ مبارک پور

غزلیں نظمیں

اب تو میری

اب تو میری تنہائیوں کو بھی مجھ سے وحشت ہونے لگی ہے
دعا کرو کہ یہ موت ہی اب مجھ سے وفا کرے
کتنے تنہا ہوئے ہیں ہم فقط تمہارے روٹھ جانے سے ساقی
دکھ ہمیں اس محبت کی اتنی کراری سزا تو مت دے
کہ تنہا نے میرے دل کی بستی
ہو سکے تو ملنے چلے آؤ ایک بار
روٹھنے والوں کو کیا وہ تو بن بتائے روٹھ جاتے ہیں
مریو
دکھ تو ان کو ہوتا ہے جو کسی حد سے زیادہ چاہتے ہیں
ہم تنہا زمانے میں فقط اس لیے ہیں مریو
کہ ہمیں آج تک کوئی مخلص چاہنے والا نہیں ملا
مریو۔ چکوال۔

کچھ ہم بھی پاگل تھے

کچھ عمر کی پہلی منزل تھی
کچھ رستے تھے انجان بہت
کچھ ہم بھی پاگل تھے لیکن
کچھ وہ بھی تھے نادان بہت
کچھ اس نے بھی نہ سمجھایا
پیار نہیں آسان بہت
آخر ہم نے بھی کھیل لیا

جس کھیل میں تھے نقصان بہت
جب بکھر گیا تب یہ جانا
آتے ہیں یہاں طوفان بہت
اب کوئی نہیں جو اپنا ہو
ملنے کو تو ہیں انسان بہت
اے کاش وہ واپس آ جائے
یہ دل ہے اب سنسان بہت
مریو۔ چکوال۔

ہمیں بھی یاد کر لینا جب داستان وفا لکھنے بیٹھیں مریو
کہ ہم نے بھی کھویا ہے کسی کی محبت میں سکون اپنا
مریو۔ چکوال۔

میں یاد آؤں گا

میری ماں تجھے میرا مسکرانا یاد آئے گا
وہ اتنے پیار سے مجھ کو بلانا یاد آئے گا
میں نادان ہوں جو روتا ہوں تو ہاتھوں سے کھلا مجھ کو
ماں تجھے وہ پیار سے مجھ کو کھلانا یاد آئے گا
میری ضد تھی کہ اب میں کچھ بھی تیرے ہاتھوں سے کھاؤں گا
میرے بستے میں تجھے وہ لنچ چھپانا یاد آئے گا
لگا کر اپنے سینے سے مجھے رخصت تو کرتی تھی
وہ مڑ مڑ کر تجھے میرا ہاتھ ہلانا یاد آئے گا
امیدیں اب نہیں رکھنا میری ماں واپس آنے کی
تجھے اب عمر بھر میرا وہ جانا یاد آئے گا
کشور کرن۔ چتوکی۔

غزل

ہوا سے جنگ میں ہوں بے اماں ہوں
شکستہ کشتیوں پہ بادباں ہوں
میں سورج کی طرح ہوں دھوپ اوڑھے
اور اپنے آپ پہ خود سائباں ہوں
مجھے بارش کی چاہت نے ڈبویا
میں پختہ شہر کا کچا مکاں ہوں
خود اپنی چال الٹی چلنا چاہوں
میں اپنے واسطے خود آسماں ہوں
دعائیں دے رہی ہوں دشمنوں کو
اور اک ہمدرد پہ نامہرباں ہوں
پرندوں کو سکھلا رہی ہوں
میں بستی چھوڑ، جنگل کی اذاں ہوں
ابھی تصویر میری کیا بنے گی
ابھی تو کینوس پہ اک نشاں ہوں

زاھد اقبال سحر، سمندری

غزل

چاہت کا یہ دعوہ ہے
ملنے کا پتہ دے دو
ملنا ہے مگر تم سے چاہے جتنی سزا دے دو
مانا کہ حسین ہو تم
اتنا بتا دے دو
کیوں اور ستاتی ہو اب پیار سزا دے دو
اتفاق سے ہوتا ہے ملاپ
اس حسن کی سزا دے دو
چاہت کا یہ دعوہ ہے
ملنے کا پتہ دے دو
ملنا ہے مقدس تم سے چاہے جتنی سزا دے دو

☆☆☆

غزل

وہ پھول ہی کیا جس میں خوشبو نہیں
اس زندگی کا کیا فائدہ مقدس جس میں تو نہیں
اے کاش وفا کے نام پہ ہوتی داستان
ہم بھی لکھتے محبت مدنی آب زم زم کی طرح
محبت کرنا جرم ہے اس زمانے کی نگاہوں میں
حقیقت میں یہ عبادت ہے خدا کی بارگاہوں میں
محبت نام ہے خوشی کا خوشی سے غم اٹھا لینا
مجھے محبت ہے مقدس تم سے کسی دن آزما لینا
دور رہ کر بھی تیری یادوں کو پوجا میں نے
یہ نہ کہنا کہ مجھے آداب وفا دیا نہیں
محبت اک دریا ہے اگر کوئی رواں رکھے
تو ایک شہزادی ہے خدا تجھے جواں رکھے

غزل

کسی سے ناطہ بنا تو ہم جوڑا نہیں کرتے
ملا لیں ہاتھ تو پھر عمر بھر چھوڑا نہیں کرتے
اگر ہم فیصلہ کر لیں صنم کہیں کوچ کرنے کا
تو پھر واپس مہاروں کو صنم کبھی موڑا نہیں کرتے
ہمیں تو معلوم ہی ہے کہ جیت بالآخر ہماری ہی ہے
لیکن ہم ان دکھی شکستوں پہ دل توڑا نہیں کرتے
محبت کرنے والے صنم خود کو توڑ لیتے ہیں
محبت کرنے والے صنم دل توڑا نہیں کرتے
چپکے چپکے رات دن آنسو بہتے رہتے ہیں صنم
دنیا والوں نے کر دی ہے مظالم کی انتہا
اور ہم تجھے یاد کر کے روتے رہتے ہیں صنم

زاھد اعظم، سورکھی

اتنا معلوم ہے!

اپنے بستر پہ بہت دیر سے میں نیم دراز
سوچتی تھی کہ وہ اس وقت کہاں پہ ہوگا
میں یہاں ہوں مگر اس کوچہ رنگ و بو میں

روز کی طرح سے وہ آج بھی آیا ہوگا
اور جب اس نے وہاں مجھ کو نہ پایا ہوگا
آپ کو معلوم ہے وہ آج نہیں آئی ہے
میری ہر دوست سے اس نے یہی پوچھا ہوگا
کیوں نہیں آئی وہ، کیا بات ہوئی ہے آخر
خود سے اس بات پہ سو بار وہ الجھا ہوگا
کل وہ آئے گی تو میں اس سے نہیں بولوں گا
آپ ہی آپ کئی بار وہ روٹھا ہوگا
وہ نہیں ہے تو بلندی کا سفر کتنا کٹھن
سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے یہ سوچا ہوگا
راہداری میں، ہرے لان میں، پھولوں کے قریب
اس نے ہر سمت مجھے آن کے ڈھونڈا ہوگا
نام بھولے سے جو میرا کہیں آیا ہوگا
غیر محسوس طریقے سے وہ چونکا ہوگا
ایک جملے کو کئی بار سنایا ہوگا
بات کرتے ہوئے سو بار وہ بھولا ہوگا
یہ جو لڑکی نئی آئی ہے کہیں وہ تو نہیں
اس نے ہر چہرہ یہی سوچ کر دیکھا ہوگا
جان محفل ہے، مگر آج، فقط میرے بغیر
ہائے کس درجہ وہی بزم میں تنہا ہوگا
کبھی سناٹوں سے وحشت ہوئی ہوگی اسے
اس نے بے ساختہ پھر مجھے پکارا ہوگا
چلتے چلتے کوئی مانوس سی آہٹ پا کر
دوستوں کو بھی کسی عذر سے روکا ہوگا
یاد کر کے مجھے، نم ہو گئی ہوں گی پلکیں
آنکھ میں پڑ گیا کچھ، کہہ کے یہ ٹالا ہوگا
اور گھبرا کے کتابوں میں جو لی ہوگی پناہ
ہر سطر میں میرا چہرہ ابھر آیا ہوگا
جب ملی ہوگی اسے میری علالت کی خبر
اس نے آہستہ سے دیوار کو تھاما ہوگا
سوچ کر یہ کہ بہل جائے پریشانی دل
یونہی بے وجہ، کسی شخص کو روکا ہوگا
اتفاقاً مجھے اس شام میری دوست ملی
میں نے پوچھا کہ سنو، آئے تھے وہ؟ کیسے تھے؟
مجھ کو پوچھا تھا؟ مجھے ڈھونڈا تھا چاروں جانب؟
اس نے اک لمحے کو دیکھا مجھے اور پھر ہنس دی
اس ہنسی میں تو وہ تلخی تھی کہ اس سے آگے
کیا کہا اس نے مجھے یاد نہیں ...... لیکن
اتنا معلوم ہے ...... خوابوں کا بھرم ٹوٹ گیا

ارم الطاف خان، ملتان

غزل

کچھ کھلے تو کسی موسم کی یہ سازش کیا ہے
زندگی سر پر میرے دھوپ ہے یا سایہ ہے
کوئی ٹوٹے ہوئے خوابوں کے لئے روتا ہے؟
اے برستی آنکھ تمہیں کیا سوجھا ہے
تم نے دیکھا ہے کسی کو اٹھاتے غم عشق
اب جو مجھ سے نہ اٹھا تو تعجب کیا ہے
میں نے جانا تھا تیرا درد بھی ہے رات کی رات
کٹ گئی رات مگر درد ٹھہرا وہیں ہے
لاؤ پھر جوڑ کے دیکھوں تو یہ ٹکڑے دل کے
میری جانب نگراں اب بھی کوئی چہرہ ہے
قافلہ عمر کا ٹھہرا تھا جہاں پہلے پہل
آج تک دل میں اسی دشت کا سناٹا ہے

ارم الطاف خان، ملتان

غزل

آج بن کے ہوا کا جھونکا اک صدا آیا
ڈھونڈا ہے بہت اس کو لیکن وہ سارا دن نہ آیا
تڑپے تھے بہت تیرے پیار کی اک اک بوند کو
شاید ہماری قسمت میں نہ تھا جو تیرے پیار کا پیغام نہ آیا
بدلے تو ہو تم بھی موسموں کی طرح اکثر
قسم سوچو کہ آج تم پر سرِ راہ کیوں نیا الزام آیا

یاسر سمیر، اوکاڑہ

چلی باد خزاں ایسی
گل رہا نہ بلبل رہا
کوئی رو رو کر کہہ رہا تھا

یہاں گل تھا یہاں گل تھا

بابر سمیر، اوکاڑہ

غزل

جب سر شام اس نے زلفوں کو سنوارا ہوگا
ہاتھ میں کنگن آنکھ میں کاجل آوارہ ہوگا
اس کے جوڑے پہ سجا وہ سفید گلاب
رات سوتے میں کسی نے تو اتارا ہوگا
عالم تنہائی میں شب بھر کروٹیں لے کر
کوئی تو ہوگا جس نے پکارا ہوگا
ہائے وہ نیند میں ڈوبی ہوئی مخمور آنکھیں
جس نے دیکھا وہ دل وہیں پہ ہارا ہوگا
اس کے بے تاب لرزتے ہوئے ہونٹوں پہ فراز
ہمیں یقین ہے مچلتا ہوا وہ نام ہمارا ہوگا

رانی عرفان حسن، خانیوال

غزل

بادل جو گرجتے ہیں برسا نہیں کرتے
حاتم کبھی احسان کا چرچہ نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے
کہتے ہیں کہ چپ چاپ سے رہتے ہیں اکثر
زلفیں بھی سنا ہے کہ سنوارا نہیں کرتے
ہم گوشہ تنہائی میں رو لیتے ہیں جی بھر کے
ہم شہر کی گلیوں میں تماشا نہیں کرتے

آر حاجی غلام حسین خواجہ،
ملتان

غزل

اسے چاہا بھی تو اظہار نہ کرنا آیا
عمر بیت گئی ہمیں پیار کرنا نہ آیا
اس نے مانگی بھی تو ہم سے جدائی مانگی
امور ہم تھے کہ ہمیں انکار نہ کرنا آیا

آر حاجی غلام حسین خواجہ،
ملتان

غزل

بجا کہ آنکھ میں نیندوں کے سلسلے بھی نہیں
شکست خواب کے اب مجھ میں حوصلے بھی نہیں
نہیں نہیں! یہ خبر دشمنوں نے دی ہوگی
وہ آئے ! آکے چلے بھی گئے ملے بھی نہیں
یہ کون لوگ اندھیروں کی بات کرتے ہیں
ابھی تو چاند تیری یاد کے ڈھلے بھی نہیں
ابھی سے میرے رفوگر کے ہاتھ تھکنے لگے
ابھی تو چاک میرے زخم کے سلے بھی نہیں
خفا اگرچہ ہمیشہ ہوئے مگر اب کے
وہ برہمی ہے کہ ہم سے انہیں گلے بھی نہیں

زاھد اقبال سحر، سمندری

غزل

چھونے سے قبل رنگ کے پیکر پگھل گئے
مٹھی میں آنہ پائے کہ جگنو نکل گئے
پھیلے ہوئے تھے جاگتی نیندوں کے سلسلے
آنکھیں کھلیں تو رات کے منظر بدل گئے
کب مدت گلاب پہ حرف آنے پائے گا
تتلی کے پر اڑان کی گرمی سے جل گئے
آگے تو رقص ریت کے دریا دکھائی دیں
کن بستیوں کی سمت مسافر نکل گئے
پھر چاندنی کے دام میں آنے کو تھے گلاب
صد شکر نیند کھونے سے پہلے سنبھل گئے

زاھد اقبال سحر، سمندری

اپنے پیاروں کے نام شعر

ندیم عباس ڈھکو کے نام
تیری وفا کو ہم نے بھلایا کب تھا
درد جدائی کا دل سے مٹایا کب تھا
لگا کر بھول جانا تیری عادت تھی
ہم نے تیرے سوا کسی اور کو دوست بنایا کب تھا
محمد وقاص ساگر۔ فیروزہ

صدا حسین صدا کے نام
رابطے ضروری ہیں اگر رشتے بچانے ہیں
لگا کر بھول جانے سے یہ پودے سوکھ جاتے ہیں
ایس ناز آزاد کشمیر

سب کے نام
زندگی میں اتنی غلطیاں نہ کرو
کہ پنسل سے پہلے ربڑ ختم ہو جائے
تنزیلہ حنیف۔ نلہ جوگیاں

غلام عباس ساغر کے نام
اے ذرا میری ایک امانت رکھنا
اگر میں مر گیا تو میرے دوست کو سلامت رکھنا
سہیل جبار سرسرائے

کائنات کے نام
چلو دیکھتے ہیں خود کو برباد کر کے بھی
کہ بربادیوں میں کون ہمارا بنتا ہے
بنا پھل کے درختوں کو کاٹ دیا جاتا ہے
کسی بے سہارا کا یہاں سہارا کون بنتا ہے
خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

قارئین کے نام
زندگی میں جو چاہو حاصل کر لو مگر
اتنا خیال رکھنا کہ آپ کی منزل کا راستہ کبھی
لوگوں کو توڑتا ہوا گزرے
وقار یونس ساگر۔ چیچہ وطنی

ایس کراچی کے نام
تم کو جان سے پیارا بنا لیا
دل کو سکون آنکھوں کا تارا بنا لیا
اب تم ساتھ دو یا نہ دو تمہاری مرضی
ہم نے تمہیں زندگی کا سہارا بنا لیا
غلام عباس ساغر۔ جمیل آباد

سلمان سندھو کے نام
پھول درخشندہ تو ہے دیکھنے میں مگر
سلمان بہت دکھ ہوا اسے برگ گل کی جدائی کا
ذیشان علی سمندری

فاطمہ طفیل طوفی کے نام
خدا سے سب کچھ مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اب اٹھتے نہیں ہاتھ اس دعا کی بعد
حلیم طفیل طوفی۔ الکویت

جمشید پشاوری کے نام
تجھ کو پانے کی تمنامنادی ہم نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی
فنکار شیر زمان پشاوری

کسی اپنے کے نام
لفظوں کی بناوٹ ہم کو نہیں آتی
کثرت سے یاد آتے ہو سیدھی سی بات ہے
تنزیلہ حنیف۔ تلہ جوگیاں

اشفاق بٹ کے نام
زہر سے زیادہ خطرناک ہے یہ محبت
کہ اس میں انسان مر مر کے جیتا ہے
رانا بابر علی ناز۔ لاہور

صدا حسین صدا کے نام
وہ جو روٹھا ہوا ہے مدت سے
کاش وہ آن ملے عید کے دن
عمران شہزاد لاہور

ایس کے نام
یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی میں
خدا کسی کو مگر کسی سے جدا نہ کرے
پرنس عبدالرحمٰن۔ نین رانجھا

کسی اپنے کے نام
بے چین رہتی ہے ہردم میری نظر
ڈھونڈتی ہے تجھے ہر جگہ ادھر ادھر
نظر آئے تھے ہر گھڑی تو ہی تو
دیکھتی ہوں میں جدھر بھی جدھر
عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ

دوست کے نام
ہجر لازم ہے تو پھر وصل کا وعدہ کیا
یہ خزاں رت ہے بہاروں کا لبادہ کیا
زخم دے کر نہ تم درد کی شدت پوچھو
درد تو درد ہے کم کیا زیادہ کیا
آمنہ شہزادی۔ جہانیاں

حماد ظفر کے نام
خدا نہ کرے آپ کو غم ملے
ہنسی خوشی آپ کو ہردم ملے
جب بھی آئے کوئی بھی غم آپ کی طرف
دعا ہے کہ اس کو راستے میں ہم ملیں
قمر اعجاز مریز بشیر۔ ملکوال

سویٹ اے کے نام
نہ میری دعا نے سفر کیا
نہ میرے آنسوؤں نے اثر کیا
تجھے مانگ مانگ کے تھک گئے
میرے ہونٹ بھی میرے ہاتھ بھی
رائے اطہر مسعود کاشی

ایس کے نام
بھلا دوں گا تمہیں بھی ذرا صبر کرو
رگ رگ میں بسے ہو کچھ وقت تو لگے گا
رانا نذر عباس۔ منڈی بہاؤالدین

مجید کے نام
بعد مرنے کے بھی اس نے نہ چھوڑا دل جلانا محسن
اور ساتھ والی قبر پہ پھول پھینک جاتا ہے
محسن علی طاب ساہیوال

مجھے یہ شعر پسند ہے

نہ جانے کون دعاؤں میں یاسد رکھتا ہے میں ڈوبتا ہوں تو سمندر اچھال دیتا ہے

۔۔۔۔محمد یاسین جھنگ

مشکل پڑی تو اس نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اشفاق دور تک چلنے کا اشارہ جس کا تھا

۔۔۔۔اشفاق دکھی مرغی فارم

سو بار کہا میں نے نفرت ہے مجھے تم سے ہر بار صدا آئی تم یہ دل سے نہیں کہتے

۔۔۔۔ثاقب گوندل دھریالہ جالپ

محبت بار کر جینا بہت دشوار ہوتا ہے بس اپنا کہہ دینا بھرم [illegible] نہیں جاتا

۔۔۔۔ثاقب گوندل

تم اس شہر کے لوگوں کے [illegible] سلوک سے واقف نہیں ہو سلیم

یہ تو اپنے محسن کو بھی سر عام [illegible] دیتے ہیں

۔۔۔۔محمد سلیم میو کوٹھہ کلاں

میں لوگوں سے ملاقات کے لمحے یاد رکھتا ہوں سرمحفل نگاہیں مجھ پہ جن کی پڑتی ہیں نگاہوں کے حوالے سے وہ چہرہ یاد رکھتا ہوں

۔۔۔محمد آفتاب شاد ملک دوکوٹہ

جو دنیا کرنے سکی سلام وہ سلام چاہیے۔ جو وقت ہے تیرے میخانے کا وہ شام چاہیے

بادل کو بہت پیاس ہے ساقی اسے پیلانا تیرے دیدار کا ایک جام چاہیے

۔۔۔۔محمد مشعل کھوکھی

اے واعظ نادان کرتا ہے تو ایک قیامت کا چرچہ

یہاں روز نگاہیں ملتی ہیں یہاں روز قیامت ہوتی ہے

۔۔۔۔رائے اطہر مسعود آکاش

زخمی جو ہوئے ہونٹ تو محسوس یہ ہوا۔ چوما تھا کسی پھول کو بڑی بے رخی سے ہم نے

۔۔محمد سید احمد شاہ ذیرا مراد جمالی

یاد رکھنا ہی محبت میں نہیں سب کچھ بھول جانا ہی بڑی بات ہوا کرتی ہے

۔۔۔۔سیدہ جیا عباس تلہ گنگ

دولت کی پوجاری ہے یہ دنیا ساری۔ کرتی ہے صرف اسی کو سلام جس کے پاس ہے یہ دولت تمام

۔۔۔۔خرم شہزاد مغل بھجر آزاد کشمیر

دے کر زخم پلٹ کر کوئی پوچھتا نہیں اپنا من چاہ تو کر لیتے ہیں پیار جسے دیکھو تڑپ محبت کے مریض ہزار ملیں گے دوسروں کے لیے تھامے ہاتھوں میں تلوار ملیں گے

۔۔۔۔خلیل احمد شیدانی شریف

نظریں نہ پھیرو چلیں جائیں گے ہم یاد رکھنا بہت یاد آئیں گے ہم

۔۔۔۔ندیم عباس ڈھکو ساہیوال

مجھے بھی سکھا دو بھول جانے کا ہنر مجھ سے راتوں کو اٹھ اٹھ کر رویا نہیں جاتا

۔۔۔۔محمد عرفان پانڈوال

حیات اک مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں خوشی بھی یاد آتی ہے تو آنسو بن کے آتی ہے

۔۔۔۔قمر عباس آزاد کشمیر

ہم کریں ترک وفا چلو یوں ہی سہی

اور اگر ترک وفا سے بھی رسوائی نہ گئی تو
-----محمد اسحاق انجم کنگن پور
چلو اب دنیا چھوڑ کے دیکھتے ہیں
سنا ہے لوگ بہت یاد کرتے ہیں چلے جانے کے بعد
---اکرم زخمی روڑ سلطان جھنگ
ہم سے بھلایا نہیں جاتا اک مخلص کا پیار لوگ جگر
والے ہیں جو روز نیا یار بنا لیتے ہیں
---اکمل زخمی روڑ سلطان جھنگ
تجھے بھول کر بھی نہ بھلا سکوں
تجھے چل کے بھی نہ پا سکوں
میری حسرتوں کو شمار کر میری چاہتوں کا صلہ نہ دے
-----محمد اکم بھٹی کلٹھ سرگانہ
سنگ مرمر سے خدا نے تراشا ہے بدن تیرا باقی جو پتھر
بچا اس سے تیرا دل بنا دیا
-----ملک ارشد محمود بھلوال
ہاتھ اٹھاؤں تیرا نام نہ لوں کیسے ممکن ہے دوست تو
میری دعاؤں میں شامل ہے آمین کی طرح
-------ارشد محسن پوہلہ
تیری مخمور نگاہوں سے ہے رونق سارے جگ
میں ورنہ ساقی تیرے میخانے میں کیا رکھا ہے
-----عامر سہل جگر سمندری
وہ اتنی لذت اپنے سجدوں میں اے خدا کہ اس کے
وفا دنیا کو یاد کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے
-----تنزیلہ حنیف جوگیاں
اس کو بھول جانا ہے یا اسے یاد رکھنا ہے۔ دکھ تو ایک
جیسا ہے بس انتخاب کرنا ہے
-------محمد یاسین مجز عمر
ایک نوالے کے لیے میں نے کیا جس پنچھی کا شکار جانا
افسوس وہ پرندہ بھی کئی روز کو بھوکا تھا
-------محمد یاسین جھنگ
سوچتے ہیں بنا ہی لیں اب
کوئی فرق اداس لوگو کا

-------عافیہ گوندل جہلم
کب تک رہو گے آخر یوں دور دور ہم سے ملنا پڑے گا
تم کو اک دن ضرور ہم سے ہم چھین لیں گے تم سے یہ
شان بے نیازی پھر مانگتے پھرو گے اپنا غرور ہم سے
----------عائشہ چوہدری
یہ ناز تھا وہ میرا ہے فقط میرا ہے
کبھی یہ ڈر کہ وہ مجھ سے خفا نہ ہو جائے کبھی یہ دعا کہ
اسے ملیں جہاں کی خوشیاں کبھی یہ خوف کہ وہ خوش
میرے بنا تو نہیں

میرا بس چلے خرید لوں اپنے جینے کے واسطے تیرا دل
خرید لوں
کر سکیں جو ہر وقت انتظار تیرا
سب کچھ لٹا کر وہ نگاہیں خرید لوں
---------عائشہ چوہدری
کاش کہ تم میرے ہوتے
کاش یہ الفاظ تیرے ہوتے
--------شاہد رضا جڑنوالہ
زندگی کو زندگی کے سوا کون جانے گا رومی زندگی ہی
زندگی کی ہم نوا ہوتی ہے
---عبدالجبار رومی چوہنگ لاہور
جب کوئی اپنا نہ تھا کوئی غم نہ تھا
ایک اپنا ملا اسی سے ہر غم ملا
-----نوید خان ذاحا عارفوالہ
اگر وہ کلال تھا کیوں آیا میری زندگی میں پیا آج دکھ
ہوا ہے کہ اجڑے اپنے ہی شہر میں
-----ذیشان علی پیا سمندری
الزام آوارگی میں چھوڑ دیا اپنا شہر
ورنہ پردیس کے قابل یہ چھوٹی سی عمر نہ تھی
-------فیض اللہ مجاور تخی سرور
فقط باتیں اندھیروں کی فقط قصے اجالوں کے چراغ
آرزو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

----------سوہاوہ
بکھر کر ٹوٹ جانے دو یہ دل کی آس کو۔ نہ جانے کس
کی یادوں نے جلا دی دلکی بستی کو
---محمد خادم جتک ڈیرہ مراد جمالی
لکڑی کا تیر بن کر کاغذ کی تصویر بن کر گزرے گا کوئی
مسافر تیری گلی سے فقیر بن کر
----اظہر سیف دکھی سکھیکی
وہ جواب طلب ہے مجھ سے کہ بھول تو نہ جاؤ گے مجھ کو
جواب میں کیسے دوں اس کو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
------محمد شفیق کوہاوہ
جفاؤں کی ہوا میں وفاؤں کا نام نہیں رہا۔ محبت کے
طلاطم میں اب کوئی کام نہیں رہا
-------بشیر احمد بھٹی بہاولپور
غم ہی جاگیر ملی ہے وراثت میں مجھے۔ اپنی جاگیر میں
رہتا ہوں خوابوں کی طرح
----مظہر حسین دین پور عبدالحکیم
نہ تو آیا نہ ہی تیرا ایس ایم ایس آیا نہائت ہی بے
قراری ہے
میرے دل کے اسٹیشن پر غموں کی ریل جاری ہے
---طاہر اسلم منھو بلاچ سرگودھا
خواہشوں کے بھی معیار ہوا کرتے ہیں کیسی خواہش
ہے کہ مٹھی میں سمندر ہوتا
----عبادت علی ڈی آئی خان
ہمیں تو موت سے پیار ہے زندگی کی کیا فائدہ یارو
زندگی تو وہ جیتے ہیں جن کے ساتھ جینے والا ہو
---ندیم عباس ڈھکو ساہیوال
میرے مالک کیا کمی ہے تیری خدائی میں عطا کر دے
مجھ کو بھی کوئی پیار کرنے والی
--------ندیم عباس ڈھکو
وقت جو بدلا تو دنیا ہی بدل کر رہ گئی
خون کا رشتہ تھا جن سے وہ بھی بیگانے ہوئے
---عابد علی شاہ سانگلہ ہل

کفن میں لپٹی میری لاش کو دیکھ کر رونا نہیں دوستو
وہ فقط آخری ملاقات ہو گی مسکرا کر الوداع کہنا
---ندیم عباس ڈھکو ساہیوال
نہیں چھوڑ سکتے ہم دوسروں کے ہاتھ میں تم کو مہوش
واپس لوٹ آؤ نہ کہ ہم ابھی تک تمہارے ہیں
-----غلام فرید حجرہ شاہ مقیم
کسی کی یاد میں اتنا بھی اداس نہ ہوا کرا ے دل لوگ
نصیب سے ملتے ہیں اداسیوں سے نہیں
-----نصرت ساغر چیچہ وطنی
منزل تو مل ہی جائے گی بھٹک کر ہی سہی جاوید گمراہ وہ
نہیں جو گھر سے نکلے ہی نہیں
---آصف جاوید زاہد ساہیوال
اک عمر ہے جو تیرے بغیر بتانی ہے مہوش اک لمحہ ہے
جو تیرے بغیر گزرتا ہی نہیں
-----غلام فرید حجرہ شاہ مقیم
یوں سیراب بن کر میرے خیالوں میں نہ آیا کرو میں
تمہیں بھول جانا چاہتا ہوں میرا من نہ جلایا کرو
-----محمد آفتاب شاد دوکوٹہ
اس نے میرے زخموں کا کیا علاج کچھ اس طرح مرہم
بھی لگایا تو کانٹوں کی نوک سے
-------آصف دیپالپور
ہوتی اگر محبت تو وہ پوچھتے ضرور حال ہم سے
ہم اتنے خوش نصیب کہاں کہ کوئی ہم سے وفا کرے
-------محمد قاسم گوجرانوالہ
میرے روٹھ جانے سے اب ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا
بے چین کر دیتی ہے تھی کبھی جن کو خاموشی میری
-----غلام فرید حجرہ شاہ مقیم
دل پہ لکھا ہے تیرا نام ساحل کی ریت پر نہیں اسے
موت جدا کر سکتی ہے انسان کے بس کی بات نہیں
-----وقاص انجم جڑانوالہ
دردو غم کے افسانے بیاں نہیں ہوتے دکھوں کے زخم
عیاں نہیں ہوتے دل زخمی ہے میرا تیرے پیار میں

خوشیوں کے خزانے ہم پہ مہرباں نہیں ہوتے
۔۔۔۔۔عابدہ رانی گوجرانوالہ

کتابوں سے دلیلیں دوں یا دل کو سامنے رکھ دوں وہ مجھ سے پوچھ بیٹھے ہیں محبت کس کو کہتے ہیں
۔۔۔تحمل حسنین خان احمد پور شرقیہ

اس کے دل میں جگہ مانگی تھی مسافر کی طرح اس نے تنہائی کا اکثر شہر میرے نام کر دیا
۔۔۔۔۔محمد زبیر شاہد ملتان تیرا ہاتھ تھام کر پیار کی راہوں میں پلنا چاہتا ہوں

پھر خوشی ملے یا غم میرے اپنے نصیب ہیں
۔۔۔۔۔عابد شاہ جرانوالہ

تیری رحمتوں پہ ہے فرق میرے ہر عمل کی قبولیت نہ مجھے سلیقہ التجاء ہے نہ مجھے شعور نماز ہے
۔۔۔۔تنزیلہ حنیف ٹلہ جوگیاں

اپنے غم سنانے کے انداز میں نرالے نرالے کبھی گنگنا لیا کبھی شعر سنا دیا
۔۔۔شہزاد سلطان کیف ،الکویت

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو ،نا جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
۔۔۔۔۔اقبال عاثی کین پورہ

میری خواہشیں بھی کچھ عجیب سی ہیں وہ مجھ سے نفرت کرے تو کرے لیکن محبت کسی اور سے نہ کرے
۔۔۔۔۔خضر حیات روڑہ

اپنی گلی میں اپنا ہی گھر ڈھونڈتے رہے ہم نجانے کیوں دل کے شہر کا نقشہ بدل گیا
۔۔۔۔۔محمد اکمل کنڈ سرگانہ

عشق کو بھی عشق ہو تو پھر میں پوچھوں عشق سے کیسے تڑپے کیسے روئے عشق اپنے عشق میں
۔۔۔۔۔فروا خان ملتان

خزاں بھری زندگی سے کبھی تو آؤ بہار کی طرح خشک دل پہ برس جاؤ برسات کی طرح
۔۔۔۔سدرہ سیف گوجرانوالہ

لوگ کہتے ہیں تو مجھ سے خفا رہتا ہے بن کے دھڑکن تو میرے دل میں رہتا ہے
۔۔۔۔۔سدرہ عمران چونیاں

درد سہنے کے عادی تھے ہم ستم دنیا کی فطرت تھی ان کو ہر ظلم خوشی سے برداشت کیا ہم نے کیوں کہ ہم کو ان سے محبت تھی
۔۔۔۔۔عابدہ رانی گوجرانوالہ

میری ذات کی سب سے بڑی تمنا تھی کاش کہ وہ میرا ہوتا میرے نام کی طرح
۔۔۔۔۔اکمل زخمی جھنگ

لاکھ کوشش کی مگر نکل ہی گئے گھر سے یوسف جنت سے عادم اور تیرے دل سے ہم
۔۔۔۔۔ندا علی عباس سوہاوہ

بھول جاؤں تمہیں یہ دل مانتا ہی نہیں تجھ سے کتنی محبت ہے یہ دل بتاتا ہی نہیں
۔۔۔۔۔سدرہ عمران چونیاں

محبت کرنا جرم نہیں جو کی جائے اصول سے محبت تو خدا نے بھی کی تھی اپنے رسول سے
۔۔۔۔۔کوٹھا کلاں گلشن پور

ساون کے ساتھ ساتھ اکثر بھیگ جاتی ہیں یہ آنکھیں میری کاش اس موسم میں تو چھوڑ دیا ہوتا تیری یاد نے
۔۔۔۔۔بشارت علی پھول باجوہ

یوں خاک پلکیں جھکا دینے سے نیند نہیں آتی سوتے وہی ہیں جن لوگوں پاس کبھی کوئی موسم نہ ہو
۔۔۔۔۔بشارت علی پھول باجوہ

خدا جانے یہ محبت ہے یا عقیدت ہے بادی دیار دل میں بہت احترام ہے تیرا
۔۔۔۔۔حماد ظفر بادی گوجرہ

دنیا سے کچھ الگ ہے میرے دل کا مشغلہ۔ میں کانٹوں کو چومتا ہوں پھولوں کو جلانے کے لیے
۔۔۔۔۔حماد ظفر بادی

آپ کے خطوط

اسلام علیکم۔ محترم ریاض صاحب اینڈ پوری ٹیم کو سلام خیریت عافیت مطلوب ہے آپی قمر جی آپ کے والد اور بھائی جان کی وفات کا سن کر دلی دکھ ہوا اللہ تعالیٰ ان کے اپنی رحمت کا منہ سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ان کے اہلخانہ کو صبر وجمیل عطا فرمائے آمین۔۔۔۔۔ پیاری آپی فرخندہ جبیں وعلیکم اسلام واہ جی واہ اتنا پیار وہ بھی امیر باپ کی بگڑی ہوئی اولاد سے (ہاہاہاہا) انعم شہزادی جی کو دل کی اتھا گہرائیوں سے سلام۔۔۔۔ آپی ماہ نور جی اچھا جی نہ بھیجئے میں حاضر خدمت ہوں سٹوریاں ارسال کر رکھیں ہیں آپ اچھا جی کو انکل جان کے پاس بھیجیں تاکہ وہ جلدی شائع کریں مانتے ہیں بابا جی آپ گجرے والے گجراتی ہو مگر ہم بھی ڈاڈھے بوت ہیں میدان میں قدم رکھا ہے اب پیچھے نہیں ہٹنے والے ہم بہت جلد خود گجرات آرہے ہیں ہمارے لیے بریانی تیار رکھنا اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو نظر بد سے بچائے آمین ہمیشہ یونہی محبت کے پھول کھلائے رکھنا۔۔۔۔ وطالہ اسلم خانیوال خوش آمدید ان خوفناک چھانگا مانگا جنگل کا نام تو آپ نے سنا ہوگا بس وہی پتوکی ہے ہمارا شہر پھولوں کی دولت سے مالا مال ہے آپ آئیں خوشبو فری اور جنگل کی سیر ہاف ٹکٹ میں یہ آفر محدود مدت کے لیے ہے آپ نے ہمیں یاد کیا بہت بہت شکریہ۔۔۔۔ نادر شاہ جانی ڈاکٹر صاحب سے نہ ڈریں ہم آپ کے ساتھ ہیں فی الحال ڈاکٹر صاحب کو خود انجکشن کی ضرورت ہے جو ہم سے اتنا دور جا کر بیٹھیں ہیں اور آپ جانی تھی ہو جو انعم شہزادی صاحبہ کے ہاتھوں کی چائے بھی پی چکے ہو۔۔۔۔ ایم ظفر صاحب جی جلدی سے شادی کروائیں ہم آپ سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہیں دلہن کا جوڑا ہماری طرف سے بشرطیکہ شادی اسی شخص سے ہو پروفیسر سہیل اختر صاحب سے آپ اور انکے چیلاؤں میں ابھی تک یقین نہیں آرہا ہے دل کی اتھا گہرائیوں سے خوش آمدید ہماری سٹوری پسند کر کے حوصلہ افزائی کا ہمیشہ ممنون رہنے گا ویری ویری تھینکس۔۔۔۔ ارتج تمنا صاحبہ خوش آمدید ان خوفناک اینڈ سٹوری گڈ، مبارک ہو۔۔۔ مہرین گل صاحبہ کس کی جینئس کے سامنے بین بجا رہی ہو۔۔۔۔ طاہر عباس تھینکس دسمبر خونی رات کوثر اسماعیل صاحبہ ویری گڈ اسی طرح ہی لکھتی جائیں۔۔۔۔ سکندر حبیب ویری گڈ سٹوری بہت پسند آئی اگلی سٹوری کا انتظار رہے گا اور پلیز اپنا نمبر اپنے پاس ہی رکھو تو مہربانی ہوگی قسط وار کے علاوہ سٹوریاں گزارا لائق تھیں۔۔۔۔ جنوری کے شمارے پر تبصرہ اگلے خط میں ہوگا انکل جان دیکھ لیجئے گا آپ کا خط کا جواب نہیں دے رہے ہیں دھرنا دینے پر مجبور نہ کریں اور ہماری سٹوری جلد شائع کریں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی امان میں رکھے آمین۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد ندیم عباس میواتی اینڈ صاحب برم پتوکی

خوفناک ڈائجسٹ میرا پسندیدہ رسالہ ہے مجھے کچھ ہی عرصہ ہوا ہے اسے پڑھتے ہوئے میں سب رائٹرز کے بارے میں نہیں جانتی لیکن جو بھی ہے سب بہت اچھا لکھتے ہیں سب کی تحریریں بہت اچھی ہوتی ہیں خوفناک ڈائجسٹ میرا بہت اچھا دوست ہے اس سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے سب رائٹر کے لیے میری دعا ہے کہ سب خوش

رہیں ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہیں اللہ ان کی سب دلی دعائیں خواہشیں پوری کرے اب میں کچھ اپنے بارے میں لکھنا چاہتی ہوں میں نے حال میں ہی میٹرک پاس کیا ہے اب فارغ ہوں میں بھی خوفناک میں کچھ سٹوریز لکھنا چاہتی ہوں اس سے پہلے میں اپنی کچھ نظمیں غزلیں اور اشعار بھیجے تھے وہ بھی شائع کردیں انکل ریاض پلیز شائع کردیں۔

---------نامعلوم نام نہیں لکھا

خوفناک بہت ہی اچھا رسالہ ہے اس کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے یہ میرا پسندیدہ رسالہ ہے میرے فیورٹ رائٹر بھائی ریاض احمد۔۔۔ ساحل دعا بخاری ہیں میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ رسالے میں کچھ نہ کچھ لکھا کریں مجھے ان کی تحریریں بہت اچھی لگتی ہیں میں خوفناک میں پہلی بار اشعار اور غزلیں بھیج رہا ہوں پہلے بھی بھیجی تھیں وہ شائع نہیں ہوئی اب شہزادہ سے گزارش ہے کہ میرا خط اشعار اور غزلیں ضرور شائع کریں۔

---------فرمان علی۔ حجرہ شاہ مقیم اوکاڑہ

اسلام علیکم۔ انکل جی بہت شکریہ میری کہانی شائع کی ہوٹل کی ایک شام یہ میری زندگی کی سب سے خاص کہانی تھی میں نے اس پر بہت محنت کی تھی اس کے مرکزی کردار میرے پیارے میرے سب کچھ جیک ہوپس تھے جیک ہوپس جنکا مسلم نام آمر ہے میرے والدین کے بعد میرے لیے خاص شخصیت ہیں اس کہانی میں میرے چھوٹے بھائی اسامہ نے میری مدد کی ان کی مدد کے کے بغیر شاید ہی یہ کہانی مکمل ہو پاتی کیونکہ اپنے شہزادے جیک ہوپس کے کردار کے ساتھ انصاف کرنا چیلنج سے کم نہ تھا خیر بات ہو جائے نومبر کے شمارے کی تو نومبر میں خطوط زبردست تھے جبکہ کہانیوں میں جو پسند آئیں ان میں دشمنی محمد ذاکر اچھی کہانی تھی۔۔۔ بلیک میلر بن سجاد احسن یہ کہانی ابھی مزید اچھی ہو سکتی تھی۔۔۔ ایک بھیانک رات محمد عمر اچھی کہانی تھی ٹھیک ٹھاک جان نکل گئی۔۔۔ بھوت حسینہ اقرا ابن اینڈ خاص ندربا۔۔۔ خونی ناگن انکل ریاض کہ کہانی عمدہ تحریر تھی۔۔۔ موت کی تلاش عمران رشید لاجواب کہانی تھی ویلڈن۔ دسمبر کے شمارے میں خطوط نہیں تھے پلیز خطوط زیادہ شائع کیا کریں کہانیوں میں احساس ندامت تم تم نشاد۔۔۔ اور توبہ ساحل دعا بخاری کی اچھی کہانیاں تھیں ساحل صاحب ہمیشہ کہانی کے اینڈ میں مزہ ختم کر دیتی ہیں پیارے چھوٹے بھائی نادر شاہ تم بہت ہی سویٹ ہو بالکل میرے چھوٹے بھائی اسامہ جیسے۔۔۔ وہ علیکم السلام وعلیکم ان دا خوفناک۔۔۔ بھائی پرنس کریم پلیز جہاں بھی ہو واپس آجاؤ آپ کی تحریروں کے لیے آنکھیں ترس گئی ہیں اور میرے بہت ہی پیارے بھائی جنگلی صورت میں مجھے بڑے بھائی مل گئے ہیں وہ ہیں ہم سب کی پسند۔۔۔ عثمان بھائی میری سالگرہ پر بطور تحفہ شیطان کی بچی ڈیڈیکیٹ کرنے کا بہت بہت شکریہ۔ بہت سحر انگیز کہانی ہے اگلی قسط کا شدت سے انتظار رہے گا اتنی اچھی کہانی لکھنے پر ایک بار پھر شکریہ یہ کہانی واقعی صدیاں یاد رہے گی جنوری کا شمارہ زیر مطالعہ تبصرہ محفوظ اس کے ساتھ ہی اپنی کہانی راستہ بھیج رہی ہوں جلد شائع کر کے شکریہ کا موقعہ دیں خدا حافظ۔

---------فلک زاہد لاہور

اسلام علیکم دسمبر کا شمارہ ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی سب رائٹروں نے خوب لکھا ہوا تھا سب کہانیاں مزے کی تھیں ریاض بھائی پلیز قسط وار کہانی پوری کریں ایک تو آپ ایک قسط وار کہانی کی دو ماہ انتظار کرواتے ہو میں تو ویسے بھی آپ کی کہانی کا دیوانہ ہو گیا ہوں اس کے بعد۔۔۔ رابعہ ارشد پلیز آپ بھی کوئی نہ کوئی کہانی لکھیں نہ آپ کی سٹوری بھی مزے کی ہوتی ہے ایک تو پتا نہیں۔۔۔ ڈھوک والے رائٹر کہاں چلے گئے ہیں میری التجاء

ہے کہ دوبارہ لوٹ آئیں سمجھ کریں نا کی بندہ نا اتنا انتظار نہیں کرتا۔

---------------از میر اخوان ڈھوک

اسلام علیکم انکل جی آپ کیسے ہیں اور اللہ پوری ٹیم کو سلامت رکھے جنوری کا شمارہ بہت ہی لیٹ ملا انکل ریاض احمد جی پلیز اتنا انتظار نہ کروایا کریں شمارہ بہت اچھا تھا سب کہانیاں اچھی تھیں سب کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں سب کہانیوں کے تو دل ہلا کر رکھ دیا ہے کہانیاں پڑھنے کے دوران بھی ڈر لگتا تھا سب شعر بہت عمدہ زبردست تھے اور اچھے تھے شعر دیکھ کر خوشی ہوئی پھول کلیاں اچھا کالم تھا سب تحریریں عمدہ تھیں شمارے میں ایک چیز کی کمی تھی پیغام اپنے پیاروں کے نام یہ شمارے میں نہیں تھا اس کی کمی تھی وجہ ہے یہ شامل کیوں نہیں اس کے بغیر تو شمارہ ادھورا اور نامکمل ہے جب تک یہ نا ہو تو مزہ ہی نہیں آتا میری طرف سے پوری ٹیم و سلام پلیز پلیز ایک مہربانی کریں شمارہ جلدی نکالا کریں۔

----------خضر حیات۔ رانا سلیم چوہدری۔ رانا شاہد محمود۔ صابر حسین۔ دانش۔ نعمان جانی۔ روڑ اتھل

اسلام علیکم۔ ایک زمانہ تھا جب انسان ادبی صلاحیتوں کو دبانے کی بجائے مختلف طریقہ ہائے سے آشکارا کیا جاتا تھا لیکن افسوس کہ عصر حاضر میں ایسے افراد کی صلاحیتوں کو جو کچھ ادبی ذوق رکھتے ہیں یا قلم کو تھام کر کچھ حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہیں ان کے جذبات کو نہایت بے دردی سے ذبح کیا جارہا ہے جس کے نتیجے میں وہ آگے بڑھنے کے بجائے منزل مقصود کی طرف حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے رہ جاتے ہیں محترم ایڈیٹر صاحب میری کہانی بھی شائع کردیں اس بندہ کی گزارش ہے کہ میری محصور شدہ کہانی کی جھکڑیاں کھول کر پابندی توڑ کر شائع کر ہونے کا موقع دیں اور اگر خدانخواستہ ردی کی دان کے منہ کا نوالہ بن چکی ہو یا پھر ردی کی والا رسالہ لے اڑا ہو تو براہے مہربانی مجھے اس کر مطلع کردیا جائے تا کہ میں امید کا دیا بجھا دوں مجھے امید ہے کہ میرا خط شائع ضرور ہو گا میری طرف سے دل دے سلام۔

----------------عثمان بلوچ

اسلام علیکم ادارہ خوفناک کے منسلک ہر فرد کو دل کی گہرائیوں سے سلام ریاض احمد بھائی میں ایک نئی تحریر کے ساتھ حاضر ہوا ہوں پلیز میرا خط ضرور شائع کرنا اور کہانی بھی چار پانچ ماہ سے آپ کے پاس میری کہانیاں پڑی ہوئی ہیں پلیز ان تحریروں کو جلدی جلد دیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اکتوبر کا خوفناک نہیں ملا پلیز جس کے پاس ہو بھیج دو میں رسالے کی ڈبل ترپل قیمت ادا کردوں گا مہربانی ہوگی۔

----------------محمد قاسم رحمان ہری پور

اسلام علیکم۔ جی کیا حال ہیں آپ سب کے ہم بہن بھائی کافی عرصے سے خوفناک پڑھ رہے ہیں لیکن اب ہمیں چھ ماہ سے خوفناک کچھ مشکلوں سے ملتا ہے فل ذلیل ہونا پڑتا ہے اس لیے ہم نے ڈاک کے ذریعے لگوا لیا ہے اب دیکھتے ہیں ہمیں یہ ملتا ہے یا نہیں چلو خیر جو ہوگا اگلے ماہ دیکھا جائے گا اس ڈائجسٹ میں انکل ریاض احمد ہمارے فیورٹ ہیں ہم سب بہن بھائی ان کی سٹوری پڑھتے ہیں جو کہ آج رسالہ سے غائب ہیں لگتا ہے تلاش عشق کی تلاش میں نہیں دور نکل گئے ہیں انکل جی آپ خوفناک کی طرف دھیان دیں ہمیں خوفناک بہت ہی پسند ہے ہم نے ایک کہانی لکھی ہے اگر آپ نے ہمارا خط شائع کردیا تو ہم وہ سٹوری اگلے ماہ آپ کو ارسال کردیں گے اگر ہماری کوئی بات بری لگی ہو تو سوری۔

----------------سونیا اینڈ ابرار آرمیں منگو منڈی

اسلام علیکم ماہنامہ خوفناک کے تیرہ دسمبر کا ملا سرورق پہ جلی پری اپنی دم پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی ہوئی تھی اور خوفناک جن اس کے پیچھے کھڑا اسے دیکھ کر ہنس رہا تھا پھر اندر گئے تو سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھ کر ایمان تازہ کیا اس کے بعد کہانیوں کی طرف گئے تو بہت سے چہرے کھڑے مسکرا کر ہمارا انتظار کر رہے تھے سب سے پہلے سکندر حبیب کی کہانی شیلا طلسم پڑھی کافی اچھی تھی اس کے بعد۔۔۔۔ بھید خالد شاہان کی کہانی پڑھی سسپنس سے بھرپور کافی مزہ دیا اس کے بعد۔۔۔۔ ڈر کے آگے جیت، آراے ریحان۔۔۔۔ خونی رات کوثر اسماعیل۔۔۔۔ ہوٹل کی ایک شام بکواس کہانی اس میں انگریزی الفاظ کا بہت استعمال کیا گیا مگر جس بیچارے کو انگلش نہ آتی ہو وہ کیا کرے اس لیے اس کو چھوڑ دیا۔۔۔۔ سیاہ ہیولہ قمر نشاد رتوالی یہ کہانیاں اچھی تھی ریاض بھائی آپ ہماری کہانیاں کیوں نہیں شائع کر رہے مہربانی کر کے ہماری کہانی شائع کریں امید ہے کہ میری باغی بارش کے بعد شائع کریں تو میرے لیے خوشی کی بات ہے۔

تنظیم عباس ذوئمر۔ کسوال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نومبر کا شمارہ پڑھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھ کر معلومات میں اضافہ کیا پھر کہانیوں میں سے سب سے پہلے دشمنی پڑھی جو کہ بھائی محمد ذاکر کی تھی پسند آئی اس کے بعد ایس۔۔۔۔ اقتیاز صاحب کی کاوش وہ کون تھی۔۔۔۔ اقرا صاحبہ کی جھوٹ حسینہ۔۔۔۔ بھائی کامران شکیل کی موت کا جزیرہ پڑھی خوشی ہوئی یہ کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی لیکن ان میں۔۔۔۔ انکل ریاض احمد کی سٹوری خونی ناگن زبردست تھی یقین کریں اتنی پیاری سٹوری اتنی پسند آئی کہ لفظوں میں بیان نہیں کرنا ناممکن ہے خدا کرے آپ سدا ایسے ہی لکھتے رہیں اشعار اور غزلیں بھی اچھی تھی میرے دوست۔ ابو ہریرہ اور اس کے بھائی۔ ابوذر غفاری کو سلام ٹیم کے لیے دعا گوں ہوں کہ رسالہ دن دگنی ترقی کرے یہ مزید محنت سے کام کریں انکل جی آپ نے جو خطوط کا جواب دینا شروع کر دیا ہے کمال ہے انکل لیکن گزارش ہے کہ ہر خط کا جواب الگ دیا کریں امید ہے گزارش پر غور کریں گے۔ والسلام۔

وینا زہرہ ہاشمی جھنگ صدر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسلام و علیکم۔ اس دفعہ والا شمارہ اٹھائیس اکتوبر کو ملا سرورق پیارا مگر خوبصورت تھا اس کے بعد اسلامی صفحہ پڑھا جس میں بہت سی نیکی اور اچھی باتیں پڑھنے کو ملی پھر کہانیوں کی طرف توجہ دی تو سب سے پہلے محمد ذاکر صاحب کی کہانی دشمنی پڑھی جو کہ بہت پسند آئی اس کے بعد۔۔۔۔ اپنے قدرت ناصر انکل۔ ریاض احمد کی کہانی خونی ناگن پڑھی جو کہ دل و جیب بھی انکل جی آپ کا انداز بیان بالکل سہل جاتا اور جو اور ہوتا ہے آپ کی کہانی پڑھ کر ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ کوئی کہانی نہیں بلکہ خود اپنے ساتھ بیتنے والی حقیقت ہو خدا سے دعا گو ہوں کہ آپ کی عمر دراز اور مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے شمارے میں شامل باقی کہانیاں۔۔۔۔ ایس اقتیاز کی وہ کون تھی۔۔۔۔ اقرا کی جھوٹ حسینہ۔۔۔۔ کامران شکیل کی موت کا جزیرہ۔ اور حسین احمد کی کہانی۔ ابھی کچھ نہیں بھی بہتر تھی انکل جی آپ نے خطوط کے جواب دینا شروع کر دیے ہیں تو وہ بھی زبردست اور اس سے بہت زیادہ لکھنے والی اچھی بھی حوصلہ افزائی ہوتی ہے لیکن انکل جی خطوط کا جواب ایک ہی خط میں نہیں الگ الگ دیا کریں تو اور بھی اچھا لگے گا امید ہے اس بندہ ناچیز کی گزارش پر غور فرمائیں گے شفقت فرمائیں گے انکل جی میں نے ایک سٹوری بھیجی تھی اس جب شائع ہو تو ضرور بتانا میں جواب کا منتظر ہوں تمام ٹیم کو سلام خصوصا میرے دوست زہرہ ہاشمی۔ عمر فاروق۔ ابو ذر اور پروفیسر امجد اختر بلوچ کو سلام۔

محمد ابو ہریرہ بلوچ بہاننگر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسلام وعلیکم۔ماہ جنوری کا خوفناک چڑیل نمبر ہمارے سامنے ہے اور خاص کر بہت ہی دلچسپ ہے سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا ور پاس کی برکات لے کر آئی کشور کرن پتوکی نے بہت خوب لکھا اس کے بعد ماں کی یاد میں۔۔۔۔علی ثنان بتا رہے تھے اس میں کوئی شک نہیں ماں پھر ماں ہے۔اس کے بعد کہانیوں میں۔۔۔سیاہ ہیولہ۔قم قم نشادور تو ال فتح جھنگ سے اور سٹوری کی آخر قسط بہت خوب تھی قم قم نشاد جی اچھی سٹوری تھی آپ کی گڈ۔۔۔۔انجانے بھوت۔محمد قاسم ہری پور سے لائے فل مسٹری اور سسپنس سے بھر پور کیا بات ہے۔قاسم صاحب۔۔۔۔ملک این اے کاوش سلانوالہ سے لائیں آپ کی روحیں واقعہ ضدر ہیں سطر سطر سسپنس اور ڈر کا حسین امتزاج ملک صاحب کی بات ہے۔۔۔۔سچا پیار اریج تمنا کا مختصر اور حسین افسانہ اریج تمنا جی واقعہ اچھا ہے مگر یہ خوفناک ڈائجسٹ ہے اس میں اور اسٹوری چاہئے۔۔۔۔۔عاشق ہمراز۔ازمیر اعوان گل ڈھوک اسٹوری اچھی جا رہی تھی اچانک ختم ہو گئی تھوڑا سا سٹوری کو بڑھا دیتے۔۔۔۔خون آشام جنگل مسٹری سے بھر پور سٹوری جسے آصف ایان لہڑی نصیر آباد سے لے کر آئے ہیں زبردست ہے ہولی وڈ موی سے میچ کر رہی ہے۔۔۔۔وہ کیا مقان تھا شاہد رفیق سہو پوری اسٹوری پڑھنے کے بعد بھی مکان کا پتہ نہیں چلا کہ وہ کیا مکان تھا اچھی کوشش ہے۔۔۔۔۔بھید محمد خالد شاہان صادق آباد سے ابھی تک بھید نہ کھل سکا اور قسط نویں منزل میں داخل ہو گئی۔۔۔۔شیطانی کفن کامران احمد بہاؤالدین سے لائے ہیں سسنسنی خیز مگر اینڈ پہ تھوڑی محنت کر لیتے تو سٹوری میں چار چاند نہ سہی دو چاند ضرور نظر آتے۔۔۔۔بارش کے بعد بارش میں لکھی جانے والی کہانی اکثر اچھی ہوتی ہے عباس ڈوگر کسوال سے مگر سٹوری کے اینڈ میں مزہ نہیں آیا تھوڑی محنت کر لیتے۔۔۔۔پر اسرار شادی ماں کراچی سے ایس امتیاز احمد لائے ہیں اور آپ کو بتانی ہے کہ سٹوری کیسے رہی۔۔۔۔خونی دلدل کاشف عبید بہاولپور سے آپ کی سٹوری اچھی اور سسپنس سے بھر پور ہے مگر اینڈ کے لیے اگلے شمارے تک آنے کے لیے تشنگی رہے گی۔۔۔ڈر کے آگے جیت۔آر اے ریحان خان کی سٹوری قسط وار میں داخل ہوئی سٹوری اچھی جا رہی ہے اگلی قسط کے منتظر ہیں۔۔۔۔شیطان کی بیٹی۔عثمان غنی پشاور سے لائے ہیں مگر سٹوری مکمل نہیں اگلے شمارے کے منتظر ہیں سٹوری کا اینڈ اچھا کیجئے گا۔۔۔۔خوفناک چڑیل زاہد اقبال اٹک کی سسپنس اور ڈر کا حسین امتزاج ٹائٹل اسٹوری کا جواب نہیں آپ کے لیے اتنا کہ خدا کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔غزلیں پھول اور کلیاں اور آپ کے خطوط آخر میں قارئین کے خوبصورت نامے بہت عمدگی کے ساتھ تعرف وتنقید خط پڑھتے گا اور آپ بھی اپنی رائے سے آگاہ کیجئے گا میری تحریریں آپ کے پاس ہیں پلیز ان کو بھی جلد جگہ دیجئے گا دیگر خوفناک کے پورے سٹاف کو لکھنے پڑھنے والوں کو دعا سلام اللہ حافظ۔

---------------------------------سید ہمراز احمد کراچی

اسلام وعلیکم۔جنوری کا خوفناک بہت مشکلوں سے اور بڑے چکروں سے آخر تیرہ جنوری کو مل ہی گیا اور پشاور کا سرد موسم نے مجھے بیمار کر دیا اپنی بیماری کو نظر انداز کر کے خط لکھ رہا ہوں ٹائٹل جنوری کا بہت زبردست کہانیوں میں بھید قسط 9 خالد شاہان بھائی جان ویلڈن زبردست بہت اچھا بھائی لکھتے رہیے گا اور قم قم نشاد صاحبہ زندگی موت کی امنت ہیں اللہ آپ کے والد اور بھائی صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے یہ بہت بڑا دکھ ہے اور بہت احساس ہوتا ہے جب کوئی بہت اپنا پیارا دور چلا جاتا ہے۔آپ کی کہانی سیاہ ہیولہ کی آخری قسط زبردست لگی بہت ہی اچھی ہے سچی جی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں کیسے الفاظوں کا انتخاب کروں مگر اب آپ کو وعدہ کرنا ہے کہ آپ نے غیر حاضر نہیں ہونا ساحل دعا بخاری کے بعد اچھا معیار لکھ رہی ہیں اور آپ کا

انداز تحریر دوسروں سے الگ ہے۔۔۔۔ڈر کے آگے جیت ہے ریحان خان زبردست انداز میں آگے جا رہی ہیں اور ریحان بھائی آپ کی ہیروئن بہت خوبصورت ہے خونی لکیر کے بعد آپ فل فارم میں نظر آ رہے ہیں میری کہانی شیطان کی بیٹی آپ کو کیسی لگی ضرور بتایئے گا کہانی میں آگے بہت نوٹ باقی ہیں۔۔۔۔خونی دلدل کاشف عبید ویکم ان خوفناک اور آپ کی کہانی پہلی قسط بہت زبردست تھی اب کہانی مکمل کیجئے گا ورنہ اگر غائب ہوئے تو کہانی کا مزہ کرکرا ہو جائے گا مکمل کہانیوں میں۔۔۔قاسم رحمان ہری پور کی انجانے بھوت اچھی رہی۔۔۔ایس امتیاز پراسرار شادی حال زبردست تحریر تھی۔۔۔۔زاہد اقبال کی خوفناک چڑیل بہت اعلیٰ تحریر تھی۔۔۔بارش کے بعد عباس ڈوگر نے اچھے انداز میں لکھا باقی تحریریں بھی عاشق ہمراز ،ازمیر اعوان ۔۔۔خون آشام جنگل آصف آیان۔۔۔۔وہ کیسا مقان تھا شاہد رفیق سہو۔۔۔۔۔شیطانی کفن کامران احمد سچا پیار اریج تمنا۔۔۔۔ضدی روحیں بھی اچھی تھی۔۔۔۔این اے کاوش آپ گرلی ہو یا بوائے ضرور بتایئے گا اگر میں عثمان غنی ہوں تو میں بھی اپنے کنام کے پہلے حروف استعمال کر سکتا ہوں جیدے یو جی تو رائٹرز کو کیسے پتہ چلے گا میں عثمان غنی ہوں یا پھر کوئی اور (ہاہاہا) سو پلیز ضرور بتانا خوفناک ڈائجسٹ میں اچھی اچھی کہانیاں لکھیں نئی کہانی تیرا راستہ چھوڑوں ناں بھیج رہا ہوں پلیز اسے جلدی شائع کر کے شکریہ کا موقعہ دیں اور میں جواب عرض میں پلیز انقریب نئی کہانی لکھ رہا ہوں اب ریگولر رائٹر بننا چاہتا ہوں پلیز توجہ دیں شیطان کی بیٹی کے اختتام کے بعد تیرا راستہ نہ چھوڑوں شائع کریں تھینکس پلیز پرنس کریم صاحب آپ مجھ سے رابطہ کریں یو آر مائی فیورٹ شیطانی چکر جیسے تحریر لامیں موت کی منزل بھیا اچھی تحریر تھی اور زبردست انداز میں لکھی گئی تھی آئندہ ماہ کے لیے اجازت دیجئے گا۔

--------------------عثمان غنی پشاور

اسلام وعلیکم۔ انکل جی آپ کیسے ہیں۔ دسمبر کا شمارہ ملا ایک خوبصورت اور دلکش ٹائٹل کے ساتھ پانچ دسمبر کو مل گیا شمارہ زبردست تھا اور شمارے کی سب کہانیاں تھی پھول اور کلیاں اور لطائف نے بھرپور شمارے کا مزہ تو دوبالا کر دیا تھا اس کے بعد شمارے میں شامل شاعری اور سب غزلیں بہت زبردست تھیں شاعری اور غزلوں نے تو شمارے کو چار چاند لگا دیئے تھے سب غزلیں بہت زبردست تھیں اور اچھی تھی اس کے علاوہ باقی تحریریں بھی عمدہ تھیں خوفناک کے لیے دعا گو ہوں کہ خوفناک ترقی کی منزل کی طرف بڑھتا رہے۔

--------------------خضر حیات ،رانا سلیم ،رانا شاہد محمود۔ روڈو تھل

اسلام وعلیکم۔ ماہ نامہ خوفناک ڈائجسٹ سترہ جنوری کو ملا میں اس ڈائجسٹ کو جنوری دو ہزار تیرہ سے پڑھ رہا ہوں اسے پڑھنے میں اتنا مزہ آتا ہے کہ میں کہانی پڑھتے ہوئے اس میں کھو جاتا ہوں آج ہمارے اور لکھنے کا حوصلہ دیں۔ ۔۔۔ دوست تنظیم نے پیار کیا ہم دونوں ایک مشترکہ کہانی لکھ رہے ہیں جو کہ بہت جلد طویل ہے اگر آپ نے ہماری حوصلہ افزائی کی تو ہم انشاء اللہ لکھتے رہیں گے ہر ماہ حاضری دیا کریں گے اب کچھ باتیں ڈائجسٹ کے بارے میں جو میں سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اسلام تازہ ہوا اس کے بعد کہانیوں نے بہت ہی مزہ دیا ہے۔ یاسر احمد نجانے کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ کئی ماہ سے ان کی تلاش عشق شائع نہیں ہو رہی ہے میری ان سے ریکویسٹ ہے کہ وہ جلد اپنی قسط کے ساتھ حاضری دیں۔ باقی کہانیاں بھی بہت خوب رہیں عبید کہانی بہت اچھی جا رہی ہے یہ کہانی ہمیں قدیم زمانے میں لے کر چلی گئی ہے ایک اچھا موضوع ہے خالد بھیا لکھتے جائیں۔ ساحل دعا بخاری کم بیک کیوں غائب ہو گئی ہیں ہمیں آپ کی کہانیوں کا انتظار ہے۔ نامعلوم۔